صبح زندگی

از

رشید اختری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صبح زندگی

تصنیف

مصورِ غم علامہ راشد الخیری مدظلہ

مصنفِ شام زندگی - شب زندگی - نوحہ زندگی - الزہرا - وغیرہ وغیرہ

جسے

مُلا محمد واحدی دہلوی

نے

ماہ رمضان المبارک ۱۳۴۷ ہجری النبوی مطابق فروری ۱۹۲۹ عیسوی

پانچویں مرتبہ

فوٹو لیتھو پریس دہلی میں باہتمام پنڈت رام پرنٹر چھپوا کر شائع کیا

قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

صبحِ زندگی

کا

نام اور مضمون

پریس ایکٹ کے علاوہ انڈین کاپی رائٹ ایکٹ اور مجموعہ تعزیرات ہند کی دفعات ۸، ۴ و ۹، ۴ کے ماتحت بھی رجسٹری کرالیا گیا ہے۔ لہذا کوئی صاحب لالچ میں آکر اس کے نام اور مضمون سے فائدہ اُٹھانے کا کبھی قصد نہ کریں ورنہ یہ دیوانی ہی نہیں فوجداری جرم بھی ہوگا جس کا انہیں برا خمیازہ بھگتنا پڑیگا۔

پبلشر

تصنیفات مصورِ غم علامہ راشد الخیری

دیکھتی ہو؟ آج تو خیر میں نے تم کو چھوڑ دیا اب اگر کسی چیز کو دیکھ کر بلکیں یا مانگی تو ایسا ماروں گی کہ تم کو مزہ بھی آ جائے گا۔

دل کیا لرزا۔ زبان کی تالو سے لگی۔ کہا سنا ہوا تھا۔ پھوپھی کے منہ سے بات نکلنے کی دیر تھی بس سیدھی بھتیجی کے دل میں جا کر اتری۔ وہی نسیمہ جو دو نوالہ چاولوں پر بھی کچھ ہلکان ہوئی۔ منوں چیز گھر میں آتی اور آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتی۔

(۳)

تخم تاثیر صحبت کا اثر۔ سنجیدہ جیسی عورت۔ پھوپی کی پھوپی، ماں کی ماں، استانی کی استانی، معلمہ کی معلمہ۔ جس کی رگ رگ میں خدا کی عظمت اور مذہب کی وقعت بھری ہوئی تھی۔ اس کی تربیت کا فیض جو کچھ ہوتا تھوڑا۔ جاڑا پالا گرمی برسات صبح شام دن رات۔ آندھی چلے مینہ جائے مگر اس کی نماز اور قرآن نہ جائے اتنا وہ ہم سے زیادہ سمجھتی تھی کہ چھ برس کی جان سمجھے گی تو کیا خاک مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی جانتی تھی اور خوب جانتی تھی کہ کچی لکڑی کے سیدھا کرنے کا یہی وقت ہے۔ ذرا غفلت کی تو سانپ نکل گیا لکیر کو بیٹھی پیٹا کروں۔ پھر ٹھنڈے لوہے پیٹنے سے درست ہونے والے نہیں۔ آنکھوں کا نمونہ موجود ہے۔ تیرہ چودہ برس کی لونڈھیاں کیسی نماز اور کہاں کا روزہ، کیدھر کا خدا اور کس کا قرآن۔ پہر دن چڑھے سو کر اٹھیں منہ پر دو چار چھینٹے مارے باسی جو ہاتھ لگا کھانے بیٹھ گئیں۔ چھوٹی بڑی۔ لتر تو غرور۔ خانہ داری سے الگ۔ شرم و حیا سے کوسوں دور۔ ذرا کوئی بات خلاف مزاج اور آواز ہے کہ پر محلے پہنچ رہی ہے۔ ماں باپ کی لاپروائی۔ ماں کو خیال ہوا نہیں بلی جنگی تھے جاتی رہی۔ سنجیدہ کے واسطے یہ افتاد خاصا اچھا سبق تھی۔ اس نے اپنی چھوٹی بھتیجی کو اس ڈھرے پر ڈال لیا کہ نماز سے فارغ ہوئے قرآن کھولا اور وضو کر جا نماز پر آکر بیٹھی۔ گرمی کے موسم میں ایک روز صبح کا سہانا وقت تھا ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ سنجیدہ نسیمہ کو پاس بٹھائے قرآن پڑھ رہی تھی۔ کوٹھے کی ممٹی پر شاما نے اذان شروع

کیا۔ بچی کچھ دیر تو چپکی بیٹھی غور سے دیکھتی اور شوق سے سنتی رہی اور پھر کہنے لگی۔

"اے لو پھوپھی اماں تماشا بول رہی ہے"

پھوپھی۔ تم جانتی ہو یہ کیا کہہ رہی ہے۔

نسیمہ۔ نہیں تو۔ کیسے مزے سے بول رہی ہے۔

پھوپی۔ یہ صبح ہی اٹھکر خدا کی تعریف کر رہی ہے اور دعا مانگ رہی ہے کہ سارا دن خیر صلاح سے گزر جائے۔

نسیمہ۔ خدا کی سن رہا ہے کہ یہ کیا کہہ رہی ہے! خدا تو آسمان پر ہے۔ ہاں ہاں پھوپی اماں دیکھو اس کا منہ بھی آسمان ہی کی طرف ہے! خدا ہی سب کو کھانا بھی دیتا ہے اچھی پھوپی اماں مجھے بھی رات کو اسی نے آم دیئے تھے۔

پھوپی۔ ہاں ساری دنیا کو وہی کھلاتا پلاتا ہے۔ امیر ہو چاہے غریب، آدمی ہو چاہے جانور سب اس کے محتاج ہیں۔ رونگٹا رونگٹا اسکا شکریہ ادا کرے تو پورا نہیں ہو سکتا۔ ماں سے زیادہ چاہنے والا۔ باپ سے زیادہ پیار کرنے والا۔ تکلیف کا سننے والا، دکھ درد میں کام آنے والا، کھانا۔ پانی۔ کپڑا۔ لتہ گہنا پاتا اوڑھنا۔ بچھونا سب اسی کی برکتیں ہیں۔

نسیمہ۔ اچھی اچھی میری پھوپی اماں لاؤ میں بھی خدا کی تعریف کروں۔

پھوپھی۔ تم کہاں تک اس کی تعریف کرو گی۔ اس کی محبت کو تو دیکھو۔ دیکھنے کو آنکھیں دیں۔ باتیں کرنے کو منہ دیا۔ کام کاج کو ہاتھ دیئے چلنے پھرنے کو پاؤں دیئے۔ کس کس چیز کا شکر کرو گی۔ ہماری ہی بہنیں بہت سی ایسی ہیں جنکو گر پھر ٹھکرا بھی نصیب نہیں جمعہ پڑھ میں نے تیرا یاد سے آتی دفعہ دیکھا نہیں تھا؟ بہت سے فقیر اور فقیرنیاں جامع مسجد کی سیڑھیوں پر سکڑے پڑے تھے۔ لحاف نہ رضائی پلنگ نہ چارپائی۔ رحیمن بیچاری کو دیکھو آنکھوں سے اندھی ہاتھوں سے لولی پاؤں سے لنگڑی۔ یہ بھی تو آخر ہماری جیسی آدمی ہے۔

تندرست تھی تو بہتیرا ہی کہا نیک بخت کبھی تو خدا کو بھی یاد کر لیا کر مگر اس چار دن کی زندگی پر ایسی پھولی کہ کبھی بھولکر بھی اس کے آگے سر نہ جھکایا۔ اب دیکھو کسی کو رحم آگیا۔ آدھی پاؤ روٹی دیدی نہیں تو کڑاکے کے فاقے۔ جو بویا وہ کاٹے۔ جیسا کیا ویسا بھگتے۔ ہم سب مرد اور عورتیں اللہ کے لونڈی غلام ہیں۔ ہمارا کام یہ ہے کہ ہر وقت اس کا شکریہ ادا کرتے رہیں۔ دلوں کے حال وہ جانتا ہے۔ جو کہتے ہیں وہ سنتا ہے۔ جو کرتے ہیں وہ دیکھتا ہے۔ ذرا اپنے گملوں کو تو دیکھو کیسے رنگ برنگ کے پھول کھل رہے ہیں۔ یہ سب اسی کی قدرت کا نمونہ ہے چاند سورج دن رات سب چیزیں ہمارے آرام کے واسطے بنائیں دیکھو یہ پھول ہوا سے سر سرا نہیں رہے اپنے خدا کی درگاہ میں سر جھکا رہے ہیں نسن بیوی صبح ہی صبح اٹھکر گڑیوں کے سنوارنے کی تو پڑ جاتی ہے کبھی یہ بھی خیال آتا ہے کہ اپنے تئیں بنا سنوار کر خدا کے حضور میں حاضر کرو۔ بتاؤ تو سہی دن میں کے دفعہ وضو کر کے نماز پڑھتی ہو۔ بڑی بی کو دو روپے پہننے اور کھانے پر ہم نے گویا مول لے لیا۔ ذرا کام کو دیر ہو جاتی ہے تو کیسا غصہ آجاتا ہے۔ برسوں تمہاری ٹہل کیا ذرا جی لگی تھی کتنی بگڑ رہی ہو۔ مگر تم کو بھی کبھی اپنے آقا اپنے مالک کا دھیان آتا ہے

نسیمہ۔ تو پھوپی اماں آپ نماز میں اللہ ہی کی تعریف کرتی ہیں۔

پھوپھی۔ نماز تو ہمپر فرض ہے۔ جس طرح بڑی بی کھانا پکا کر اپنا فرض ادا کرتی ہیں اسی طرح ہم نماز پڑھ کر فرض سے ادا ہوتے ہیں۔ خدا کی عنایتیں اور مہربانیاں تو اتنی زیادہ ہیں کہ بیان نہیں ہو سکتیں۔ زمین سے اناج اُگائے۔ آسمان سے مینہہ برسائے۔ پینے کو پانی دیا۔ سانس لینے کو ہوا دی۔ جب تک چاہے زندہ رکھے۔ جب چاہے مار ڈالے دنیا میں ہمکو اس لئے بھیجا ہے کہ ہم اس کی عبادت کریں۔ جب ہم اُسکے پاس جائینگے اور آمنا سامنا ہوگا اس وقت وہ ہم سے پوچھیگا کہ میرے احسانوں کے بدلہ میں تم نے مجھکو کتنا یاد کیا۔ میں نے تم کو روٹی دی ٹکیا دی چلوا دیا۔ مگر جب میں بھوکا ہو کر تمہارے پاس آیا تو تم نے مجھپر رحم نہ کھایا اور منہ پھیر لیا۔

نسیمہ۔ ہے ہے پھوپی اماں تو اللہ بھی بھوکا ہو کر آتا ہے۔

پھوپھی۔ ٹھہر و پہلے سُن لو، اور صاحب! میں نے تم کو کانوں میں بالیاں دیں۔ ہاتھوں میں پہنچیاں دیں پاؤں میں چوڑیاں دیں تاروں کی اوڑھنیاں دیں گوٹے کے کرتے دیئے چوڑیے کا پائجامہ دیا اور یہی بیس نے تم سے مانگا تو تم نے ایک پیسہ بھی مجھکو نہ دیا، بھوکا ہوا تو روٹی نہ دی پیاسا ہوا تو پانی نہ پلایا۔ میں بھوکا پیاسا تھکا ہارا منہ تکتا رہا اور تم نے آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا۔

نسیمہ۔ بس تو پھوپھی اماں آج اللہ کو بلا دینا میں اپنی روٹی کھلا دونگی۔

پھوپی۔ توبہ! توبہ! اللہ کچھ تھوڑی کھاتا ہے۔ اسکا تو نہ ہاتھ ہے نہ پاؤں نہ منہ ہے نہ سر

نسیمہ۔ ہائیں واہ! اور ابھی کیا کہہ رہی تھیں۔

پھوپی۔ ہاں سچ تو کہہ رہی تھی۔ جب بھوکے پیاسے مصیبت مارے ہم سے اگر سوال کرتے ہیں تو اُن کا دینا ایسا ہی ہے جیسے اللہ کو دیا! اللہ نے ہم کو حکم دیا ہے۔ تم اُن کو دو مجکو پہنچ جائیگا۔ بن باپ کے بچے کئی کئی وقت کے بھوکے بڑی آس لگا کر ہمارے پاس آتے ہیں اُنکو محبت سے کھلانے والا پیکار کر پاس بٹھانے والا کون ہوتا ہے۔ اگر اُنکو دیکھکر ہمارا دل کڑھے اور ہم اُن کی خدمت کریں تو اللہ ایسا ہی خوش ہوگا جیسا اسکو مل گیا۔ بیٹی بڑے ناگنے اور بیوقوف ہیں وہ لوگ جو دنیا میں آ کر خدا سے غافل ہو جائیں۔ بھلا سوچو تو سہی جانور اپنے پیدا کرنے والے کی یاد کریں اور ہم آدمی ہو کر بھول جائیں۔ اللہ تمہاری عمر میں کت دے۔ ایمان سب سے بڑی نعمت ہے۔ اور ایمان کے معنی یہ ہیں کہ اللہ ہر وقت یاد رہے۔ جب اسکی درگاہ میں عاجزی سے حاضر ہو گی اور اس کو یاد کرو گی تو وہ سو مہربانوں کا مہربان ہے جو چاہو گی وہ پاؤ گی جو مانگو گی وہ لو گی۔ اچھا آؤ میرے ساتھ ملکر اسکی تعریف کرو۔

حمد جناب باری رکھو زباں پہ جاری
باقی ہے بس وہی رب فانی ہے ماسوا سب

کافی ہے وہ اکیلا　　باقی ہے سب جھمیلا
وہ خالق جہاں ہے　　وہ رازق جہاں ہے
حاکم ہے بحر و بر کا　　مالک ہے خشک و تر کا
فرش زمیں اُسی کا　　عرش بریں اسی کا
از ماہ تا بماہی　　ہے اسی کی بادشاہی
شاہنشہ جہاں ہے　　معبود انس و جاں ہے
حاکم ہے دو جہاں کا　　مالک ہے این و آں کا
ہر جا ظہور اُس کا　　ہر شے میں نور اُس کا
ہر چیز میں نہاں ہے　　ہر چیز میں عیاں ہے
سب سے قریب تر ہے　　سب سے عجیب تر ہے
خورشید میں نہ آئے　　کچھ ذرہ میں سمائے
کھائے پیئے نہ سوئے　　بولے ہنسے نہ روئے
بے آنکھ سب کو دیکھے　　بے کان سب کی سُن لے
بے ہاتھ پاؤں سب کام　　کرتا ہے وہ بہ آرام
ممکن نہیں کسی سے　　تعریف اس کی لکھے
توصیف اس خدا کی　　کیا لکھے مشتِ خاکی
مذکور جلوۂ ذات　　چھوٹا سا مُنہ بڑی بات

بس کر کہ تیرے بس کا
راشد نہیں یہ قصہ

پھوپی نے تو بھتیجی کے سامنے باتوں ہی باتوں میں خاصا چھوٹا سا وعظ کہہ دیا۔ جیسی چھوٹی سی سننے والی ویسا ہی چھوٹا سا وعظ۔ چپکی بیٹھی ٹُکر ٹُکر پھوپی کا منہ تکتی رہی

دعا کا وقت آیا تو ننھے ننھے ہاتھ اُٹھا کر خدا کی تعریف بیان کرنے لگی۔ اتفاق کی بات ہے۔ جب تک دعا ختم ہوتا رہا شاما بھی بیٹھی رہی۔ ادھر دعا ختم ہوئی اُدھر شاما پھُر سے اُڑ یہ جا وہ جا۔ سچ پوچھو تو سنجیدہ کی نہ یہ غرض تھی نہ یقین کہ آج ہی دین کی ساری باتیں اُسے گھول کر پلا دوں۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات مضمون تھا سچّا۔ بات تھی اچھی بچی کے دل پر جم گئی۔ منجھلی بہن کا یہ حال اوّل تو نو بجے کے بعد سو کر اُٹھے اور پھر چھوٹتے ہی ناشتہ کا سوال۔ جب تک کلّا گرم نہ ہو کسی سے بات کرنی قسم۔ ذرا دیر ہوئی اور گھر بھر پر آفت یہ توڑ نہ پھوڑا اس کو مارا اس کو دہاڑ۔ تن تازہ ہونے سے پہلے ٹھنڈے پیٹوں بات کرنی گناہ۔ کھا پی پیٹ آباد کیا اور گڑیوں میں جا داخل۔ پھر قدری کر ڈالو کوئی مرے یا جیئے اس کو وہاں سے اُٹھنا حرام کبھی کبھار بھولے بسرے، اُٹھی بھی تو ایک کو گھر ک دوسرے کو ڈانٹ۔ بہن کو نوچ بھائی کو کھسوٹ۔ غرض جس طرف نکلی تراہ تراہ مچ گئی۔ اماں شاکی۔ پھوپی نالاں۔ لونڈیاں حیران۔ مامائیں پریشان۔ لڑکی کیا عذاب تھا۔ جدھر گئی آفت اور جس کے منہ ہوئی جھاڑ کا کانٹا۔ خدا کا خوف نہ دنیا کا ڈر۔ ماں کا لحاظ نہ باپ کا وقر۔ ماں کو رہی ممتا باپ رہا بے خبر۔ لڑکی ماشاء اللہ دن دونی رات چوگنی۔ ذرا سی غفلت میں کا بیل اور تل کا پہاڑ بن گئی۔ شروع میں علاج ہوتا تو آج یہ نوبت کاہے کو آتی۔ مرض ہوا لاحق دوا کی نہیں ہر دم کھلتا گیا۔ زبان بڑھتی گئی۔ جھوٹی۔ لپاٹن۔ کٹر۔ بے رحم۔ نکمی۔ کام چور گستاخ۔ بے ادب بے شرم۔ بیحیا۔ غرض پانچوں عیب شرعی موجود تھے۔ اسی پیٹ کی اولاد اور اسی باپ کی بیٹی نسیمہ تھی کہ ایک غلط نے کندن بنا دیا صبح منہ اندھیرے اُٹھی لوٹا بھر وضو کیا۔ اور پھوپھی کے ساتھ جا نماز پر جا بیٹھی۔ ادھر پھوپی نے سلام پھیرا۔ ادھر اس نے گڑ گڑا گڑ گڑا کر دعا مانگنی شروع کی۔

(۴)

عید کے دن دوپہر کے قریب محلّہ میں ایک موت ہوئی۔ رجب گھر کا قدیم سقہ بڑوں کے

زمانہ کا آدمی ایک ٹانگ سے لنگڑا۔ بڈھا پھونس۔ آس پاس کے ٹھکانوں میں پانی بھر بھرا یا ان بچوں
کے پیٹ میں ٹکڑا ڈال دیتا۔ وہ میاں بیوی ایک لڑکی سستا سماں۔ برکت کے دن پشتم
پشتم کسی طرح گزر کرلیتے۔ جاڑے کا موسم ضعیف آدمی چار بجے صبح اٹھکر پانی بھرتا، بخار اور
بخار کے ساتھ پسلی میں درد ہوا۔ تین تا روز تپ جھیلا۔ جو کچھ موجود تھا بیماری میں ختم ہوا۔ مرا تو ایسا کہ
گور گڑھا اور کفن دفن تو درکنار ملتانی کے واسطے ادھی کی کوڑیاں بھی گھر میں نہ تھیں۔ نسیمہ
خدا جانے کس کام کو کوٹھے پر جا نکلی برابر کے گھر سے رونے کی آواز آئی۔ کھڑکی کھولکر دیکھتی ہے تو
سقنی رو رو کر دیواروں سے ٹکریں مار رہی ہے۔ رو چکی تو خالہ سے کہنے لگی اب کس کس کے آگے ہاتھ
پھیلاؤں کہاں کہاں بھیک مانگوں، برس کا برس دن تہوار کا روز ہے اپنی اپنی جگہ سب خوشیاں منا رہے
ہیں۔ کون کسی کی سنتا ہے۔ بڑے نواب صاحب کے ہاں گئی تھی بیگم صاحب تو میری جان کو آگئیں میں نے
تو اپنی بپتا سنائی وہ لگیں خفا ہونے کہ بوا میرے دل میں ہول آتا ہے گھر کے مرد اللہ رکھے نماز کو سدھار رہے
ہیں۔ تہوار کے دن میرے ہاں بیٹھ کے تو تو رو نہیں یہاں سے اٹھ حکیم جی کے ہاں آئی وہ
پوری طرح ابھی سننے بھی نہ پائی تھیں چھوٹتے ہی کہنے لگیں واہ ری خوبن واہ میرا بال بچوں
کا گھر تو بے نہائے دھوئے اندر گھس آئی۔ یتیم خانہ میں چلی جا وہاں سے گور گڑھا ہو جائیگا۔
اپنا سا منہ لیکر چلی آئی۔ رستے میں تھی مسجد۔ ملا جی سے کہا پہلے تو وہ سمجھے سوئیاں لائی ہے۔
جھوٹی چینی کا بڑا سا پیالہ لیکر لپکے میں نے حال سنایا تو اس طرح دھتکارا جیسے کوئی کتے کو دھتکارتا
ہے۔ بچی کے کان میں چاندی کی بالیاں ہیں۔ میں انکو لیجاتی ہوں مگر وہ کہیں ہی گی کتنے
کی دو روپیہ کی تو جمع میں خریدی تھیں۔ اتنی دیر کا مردہ پڑا ہوا ہے اور اس مسلمانوں کے محلہ میں
کوئی اتنا نہیں کہ اول منزل کر دے، اتنا کہکر خوبن کا جی بھر آیا۔ ہچکی بندھ گئی۔ بچی کو پاس
بلاکر بالیاں اتارنے لگی۔ تازے چھدے ہوئے کان پک پک کر کچے ہو گئے تھے۔ پہلی ہی بالی نے
کان لہولہان کردیا۔ نسیمہ کچھ دیر تک تو چپکی بیٹھی ٹھنڈے سانس بھرتی رہی پر تو خوبن ہی کے
بیان نے ہلا دیا تھا۔ لڑکی کے کان نے بالکل ہی بے قابو کر دیا۔ عیدی کے چند روپے رکھے تھے

آئی صندوقچی کھول پانچروپے نکال اوڑھنی کے کونے میں باندھے۔ اور جا چھجے پر لٹکا کر کہنے لگی "یہ گرہ کھول لو،، روپے دیکر آئی تو پھوپی نے کہا بیٹی! کیا لے گئی تھیں۔

نسیمہ۔ جی کچھ نہیں ایک چیز لے گئی تھی۔

پھوپی۔ جب لے گئیں تھیں تو کچھ نہیں کیسا! اسی چیز کو تو پوچھتی ہوں کیا لے گئی تھیں۔

نسیمہ نے پہلے تو کچھ تامل کیا۔ مگر جب پھوپی نے زیادہ اصرار کیا تو سارا حال ڈرتے ڈرتے بیان کر دیا سنتے ہی سنجیدہ نے نسیمہ کو کلیجے سے لگا لیا اور کہنے لگی میں اپنی بچی کے قربان نسیمہ بیٹی تم نے ایسا اچھا کام کیا کہ میرا دل بہت ہی خوش ہوا، یہ کہکر کوٹھری میں گئی تین اشرفیاں پانچ روپے لاکر دیئے اور کہا لو تم اپنی صندوقچی میں رکھو۔ بتاؤ یہ کتنے روپے ہوئے۔ ایک اشرفی کتنے کی ہوتی ہے۔

نسیمہ۔ پندرہ کی ہوتی ہے نہ!

پھوپی۔ تو پندرہ تئے کتنے ہوئے؟ پندرہ کا پہاڑہ پڑھو۔

نسیمہ۔ پندرہ تئے پینتالیس۔

پھوپی۔ اور پانچ۔

نسیمہ۔ پچاس۔

پھوپی۔ بس تو پانچ کے بدلے اللہ نے تم کو پچاس دیئے۔ ایک کے بدلے دس ہو گئے نہیں۔

نسیمہ جی ہاں پھوپھی اماں! وہ دس دنیا سے دس عاقبت اعاقبت کے الگ ہیں۔

پھوپی۔ ہاں ہاں شاباش شاباش۔ اچھا ایک بات تو تم بتاؤ۔ تم نے یہ روپے خوبن کو خوش کرنے کے واسطے دیئے یا اللہ کو۔

نسیمہ۔ پھوپی اماں میں نے تو فقط اللہ کے واسطے دیئے ہیں۔

پھوپی۔ آؤ پھوپھی کے گلے سے لگ جاؤ! اس سے زیادہ پاجی کوئی نہیں جو دے کر

احسان جتائے تمکو بھی معلوم ہو کہ رجب نے تمہاری کتنی خدمت کی ہو۔ اور اس کا تمہارے اوپر کیا کیا حق تھا۔ اس دکھ اور بیماری میں کہ ایک ٹانگ سے معذور تھا۔ لکڑی ٹیکتا کنوئیں پر جاتا اور تمہارے لئے مشک بھر کر لاتا۔ خود تکلیف اُٹھا کر تمکو آرام دیتا تھا۔ نگوڑا آجکل کا بھی تو نہیں۔ چالیس برس کا سقہ گرمی کے دنوں میں جب پانی مٹکے میں اور صراحی میں تیں ہوتا تھا کوس بھر سے اندرا سے کی ٹھنڈی مشک لاتا تھا۔ چلّے کے جاڑے میں جب دانت سے دانت بجتے تھے ٹھنڈا پانی کندھے پر دھو کر لانا آسان کام نہیں ہو۔

نسیمہ مگر پھوپی اماں اسکو مہینہ بھی تو اسی کا ملتا تھا۔

پھوپی۔ ضرور ملتا تھا اور اس کا کام بھی یہی تہا۔ مگر پھر بھی جس طرح یہ لوگ ہماری خدمت کرتے ہیں۔ ہمکو لازم ہو کہ ان کے وقت پر ہم کام آئیں۔ ہمارے اوپر بھی تو ان کا حق ہو۔ اور خدا نہ کرے کہ کسی حقدار کا کوئی حق مارے۔ تم نے جو کچھ کیا تمکو کرنا ہی چاہیئے تھا سچی خیرات اسی کا نام ہو۔ یہ ہٹے کٹے موٹے تازے مسٹنڈے اور خنگرے جو دن بھر بھیک مانگتے پھرتے ہیں اور دہوکے دے کر آٹوں سے جھولیاں روپیسوں سے جیبیں بھرتے ہیں اُن کا دینا حاصل دین نہ حاصل دنیا بلکہ اُلٹی اُنکو بھیک مانگنے کی عادت سکہانی ہو۔ خیرات کے قابل صرف وہ لوگ ہیں جو سچ مچ کمانے سے بالکل ہی معذور ہیں۔ اور خدا کا حکم بھی یہی ہو کہ مستحقوں کو دو اور آفتوں کو کہلانا اور حاجتمندوں کے حق مار کر ان بدمعاشوں کو دینا سخت گناہ ہو۔ ہمکو اگر خدا نے دیا ہو تو اس لئے دیا ہو کہ بھوکوں کو کہلا کر کہائیں نہ یہ کہ بھوکے بیچارے تو پیٹ سے پٹی باندہ کر پڑ رہیں اور یہ فیلسوف صبح سے شام تک سیروں آٹا اکٹھا کرلیں کہیں ولی بنجائیں کہیں پیرانی جی ہوجائیں۔ کسی کو راگ کسی کو دہوکا خدا ایسے دغاباز فقیروں اور فقیرنیوں سے سبکو بچائے۔ یہ خالہ رحمت ان ہی کی ماری ہوئی ہیں آجتک نہ پنپیں۔ ایک ٹھگنی کے ڈہب پر چڑہ کر دینی بہن بنیں، خدا بھلی تو وہ بھولی تھی تو وہ۔ اس کٹنی نے ہاتھ گلا سب اینٹھا۔ اور مہینہ ڈیڑہ مہینہ خدمت کروائی۔ سوا الگ۔ میاں ان کا مرگ روں

کے نام سے جلتی ہوں۔ اچھی خاصی ہاتھ پیروں سے تندرست صبح ہوئی اور بھیک مانگنے نکل کھڑی ہوئیں۔ مفت کی روٹیوں کا مزہ پڑ گیا۔ نوکری کرے اُنکی جوتی اور کام کرے اُن کا صدقہ۔ اُن کو دینا کنوئیں میں پھینکنا ہے۔ میں بہت خوش ہوئی کہ تم نے سچی خیرات کی۔ خدا تم کو ہمیشہ خوش رکھے۔ حقداروں کے حق اسی طرح سمجھنا اور کبھی اس بات کا خیال نہ کرنا کہ کسی کے ساتھ سلوک کرو تو وہ احسان مانے۔ چلو اب ابّا جان کو بھی سلام کر لو۔ عیدگاہ سے آگئے ہونگے۔

(۵)

آگے آگے پھوپھی۔ پیچھے پیچھے بھتیجی کھڑکی میں سے نکل بڑے گھر میں آئے دیکھتی ہیں تو وہاں عجب ہی تماشا ہو رہا ہے۔ منجھلی نے ایک کتیا کے گلے میں رسی کا ٹکڑا ڈال۔ در سے باندھ رکھا ہے اور لکڑیوں پر لکڑیاں مار رہی ہے۔ کتیا غریب رسے بندھی ہوئی نہ کہیں بھاگ سکتی تھی نہ چھپ سکتی تھی۔ صبح سے جو مار پڑنی شروع ہوئی ہے تو دوپہر قریب آگئی۔ بانس کی کھپچی کے پرزے اُڑ گئے مگر مار وہاں ختم نہ ہوئی۔ مارتے مارتے تھک گئی۔ تھوڑی دیر دم لے لیا اُٹھی اور پھر مارنا شروع کر دیا۔ بے زبان جانور نہ کچھ کرنے کے قابل نہ کہنے کے لائق ایک ایک کا منہ حسرت سے تکتی تھی کہ شاید کوئی اللہ کا بندہ ایسا رحم دل آجائے جو مجھے اس مصیبت سے بچالے۔ ماماؤں بیچاریوں کی تو ہستی ہی کیا تھی جو دم مار سکتیں خود بدولت یعنی اماں جان کا یہ حال کہ ایک دفعہ منع بھی کیا تو جانور پر رحم کھا کر نہیں بلکہ اپنی تکلیف سے اُکتا کر اور وہ بھی اس طرح۔

"اے ہے منجھلی بس چھوڑ دے۔ کیا موئی ہار رونی کتیا ہے۔ آواز ہے کہ کان کے پار ہوئی جاتی ہے۔"

منجھلی۔ نہ، میں تو اس کی کھال اُڑادونگی۔

پھوپھی۔ اور تم نے اس کو پکڑا کیونکر۔

منجھلی۔ اور تم نے پہچانا بھی؟ ممانی جان والی کتیا ہے میں تو اس سے بہت جلی ہوئی ہوں۔ اس دن میں تو اُن سے ہنسی ہنسی میں چھاپے چھین رہی تھی آپ ہی مجھ پر ہلاس سے بھونکتی ہوئی۔ میں تو اسی دن سے اس کے فکر میں تھی۔ بڑی مشکل سے ہاتھ آئی ہے۔ کیا لپ لپ کرکے قلفی بڑا کھایا ہے چیختی کتنا ہے یہ تو دیکھو، اتنا کہہ لڑکی نے پھر مارنا شروع کیا۔

پھوپھی۔ بیٹی برس کے برس دن اچھا ثواب کما لیا یہ تو کوئی ایسا قصور نہیں ہے۔ تم نے اُن سے چھاپے چھینے۔ وہ سمجھی یہ میری مالک سے لڑ رہی ہیں۔ اپنے آقا کا دشمن سمجھکر تم پر بھونکی گناہ کیا کیا۔ تم زبردست ہو یہ کمزور ہے تمہارے قبضہ میں ہے اور پھنسی ہوئی۔ جتنا جی چاہے مارلو۔ مگر جس طرح آج تم اس پر حاوی ہو اسی طرح کوئی تمہارا اور اسکا دونوں کا مالک بھی ہے جو تم سے بھی شہ زور ہے۔ کمزور پر ترس نہیں آتا تو طاقتور سے تو خوف کرو۔ جانوروں کا بنانے والا بھی وہی ہے جو آدمیوں کا۔ انکو اس لئے نہیں بنایا کہ تمہارے ہاتھوں ایسی ایسی اذیتیں سہیں۔ کل دوپہر سے مار رہی ہو اور دل ٹھنڈا نہیں ہوتا تم کیا سمجھتی ہو۔ کیا جانور بد دعا نہیں دیتے۔ اس سچے دربار میں جو ایک زبردست بادشاہ کا ہے آدمی ہو یا جانور سب یکساں ہیں۔ جس طرح تمہاری سنتا ہے اسی طرح اُنکی سنیگا۔ شاباش ہے تمہاری طبیعت کو کس دل سے تم ایک بے زبان جانور کو یہ کچھ تکلیف پہنچا رہی ہو۔ تم نے تو سینکڑوں ماریں اور بس نہیں۔ اگر ایک کھپچی میں تمہارے لگا دوں تو کیسی کے ساتھ۔ جانوروں پر رحم کرنا انسانیت کی ایک صفت ہے آدمی کو ستاؤ گی تو وہ ایک کے بدلہ چار یوں سنائیگا اور ہزار آدمیوں میں بات پہنچائیگا۔ کتیا بدنصیب تو اتنا بھی نہیں بتا سکتی کہ اتنی دیر کہاں رہی۔ ہمارے پیغمبر صاحب نے تو ایک دفعہ اپنے ہاتھ سے ایک کتے کو جو پیاس کے مارے ہانپ رہا تھا پانی پلایا۔ بلکہ ایک دفعہ کسی شخص نے چونٹیوں کو جلا کر اُنکے بلوں میں دھکیل دیا۔ آپکو خبر ہوئی تو بہت ناخوش ہوئے۔ تم مسلمان ہوکر ایسی کٹر کہ جانوروں پر اتنا ظلم روا رکھا اور ہنستی پھر رہی ہو سبکتگین بادشاہ کا حال تم نے تو کیا خاک سنا ہوگا۔

مار سکوں چپکی بیٹھی دیکھ رہی ہوں اور جل رہی ہوں"

پھوپھی کا تو خیر وہ سچ یا جھوٹ۔ زیادہ یا کم کچھ نہ کچھ لحاظ کرتی یا نہ کرتی گفتگو کے ختم کا انتظار اور جواب میں کچھ سوچ بچار کرنا ہی پڑتا۔ مگر ماں غریب تو ایک بات کہکر گنہگار ہو گئی سب کو چھوڑ چھاڑ۔ پنجے جھاڑ جو ماں کے پیچھے پڑی تو جان چھڑانی مشکل ہو گئی۔ زبان تھی کہ الامان۔ ایک منہ میں بیسیوں کوسنے اور ایک سانس میں سیکڑوں فضیحتیاں۔

"آئیں بڑی بچاری وہاں سے۔ مانتے ہیں تو ہم کہتے ہیں تو ہم دوسرا حمایت لینے والا کون۔ اسی واسطے میں کسی سے بولتی نہیں چالتی نہیں۔ پھر مجھے کیوں کہے۔ اس کتیا کے تو آج میں پرخچے اڑا دوں گی۔ دیکھوں تو سہی کون روکتا ہے"

اتنا کہتے ہی جو کتیا پر پلی تو مارے کپیچیوں کے بھرکس نکال دیا۔ انگنائی میں پھوپھی بھتیجیاں۔ چبوترے پر کتیا سنبھلی۔ دالان میں ماں۔ باورچیخانہ میں ماما سب مجسم دیکھ رہے تھے۔ ماں نے تو جیسا کیا ویسا پایا۔ مگر پھوپھی کو تو گویا سانپ سونگھ گیا۔ جہاں کھڑی تھی وہیں کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔ کتیا اتنی پٹی کٹی مگر پھر بھی زندہ رہی۔ اتنے میں میرزا ہد بھی آ گئے۔ بھائی کو آتا دیکھکر سنجیدہ بچی کا ہاتھ پکڑ اپنے ہاں چلدی۔ تہوار کا لحاظ۔ ماں باپ کی شرم آنا اتنا اثر بیٹی پر بھی ہوا کہ کتیا کو چھوڑ کمرے میں گھس گئی۔ گو میرزا ہد بہرے نہیں۔ اندھے نہیں۔ بیٹی کے ہنکارنے کی آواز سات گھر پرے پہنچ رہی تھی وہ باہر ہی سے سمجھ گیا تھا کہ کہیں نہ کہیں وہ چمکتا ہے میرے ہاں عید جماد ہی ہے۔ خدا خیر کرے۔ خبر نہیں کیا آفت آئی سنجیدہ اس وقت تو بھتیجی کا ہاتھ پکڑ ساتھ لیگئی۔ مگر وہاں پہنچکر جو خیال آیا تو کہنے لگی۔

"نسیمہ جاؤ باپ کو سلام کر آؤ، دیکھو ادب سے بیٹھنا۔ جو کچھ پوچھیں اسکا جواب دینا۔ خبردار جو خواہ مخواہ کسی معاملہ میں دخل دیا۔ نیچی نگاہ کرکے ایک طرف بیٹھ جانا"

(۶)

پھوپی کا حکم پاتے ہی نسیمہ ماں کی طرف چلی تو پھوپی نے کہا یہاں تم آؤ۔ میں تو

فقط تم کو دیکھ رہی تھی کہ خود بھی خیال آتا ہے یا نہیں ہر طرح چھم چھم کرتے باپ کے آگے جانا۔ تم کو شرم نہیں آتی۔ اب تم ایسی نادان نہیں ہو جو اتنی موٹی بات بھی نہ سمجھ سکو۔ باپ کے سامنے اس جھنکار سے جانا۔ شاباش بیٹی شاباش۔ وہ تو مرزا ہیں اور میں عورت پھر ایک لحاظ سے پھوپھی ایک لحاظ سے ماں مگر خدا کی قسم تمہارا یہ چھننا مجھ کو زہر معلوم ہوتا ہے۔

پھوپی کی زبانی اتنا سنتے ہی نسیمہ پانی پانی ہو گئی۔ جھانجن جوڑیاں اتار پلنگ تلے ڈالے اور باپ کے سلام کو چلی۔ سنجیدہ نسیمہ کے ایک ایک قدم کو نگاہ میں رکھتی تھی۔ جب وہ کوٹھڑی کے پاس پہنچی غور سے دیکھتی رہی اترنا چاہتی تھی کہ پھوپھی نے وہیں سے کہا نوج ایسی بے ڈھنگی بیٹی ہو کہ کسی چیز کا ٹھیک ٹھور ہی نہیں جہاں چاہا اتار پھینکی۔ تم تو پھننک پھانک لمبی ہوا اور میں بیٹھی رکھوالی کروں۔ تہوار کا دن آنے جانے والوں کا تانتا لگا ہوا ہے۔ دھوبن بہشتن۔ ماما بھنگن بیسیوں انیاں جنیاں آ جا رہی ہیں۔ ذرا میری لگا چوکی اور کوئی بغل میں کہہ چلتا ہوا تو بیٹھی رہنا بیٹی ذات اور ایسی بے تمیز کہ کسی چیز کی سرت ہی نہیں۔ کنجیاں لو قفل میں رکھو۔

نسیمہ کوٹھری کھول چیزیں رکھنے چلی تو ایک ڈانٹ اور پڑی۔

"کے دفعہ بتا چکی ہوں کہ اوڑھنی کا بگل سیدھی طرح لگایا کرو مگر جب دیکھو وہ بیہودہ پنے سے۔ بیٹی الٹی طرف کا پلا زیادہ رکھتے ہیں۔ سیدھی طرف کا بگل لگا الٹی طرف کا کندھے پر ڈال لیا۔ مردوں کے سامنے تو ان باتوں کا خیال رکھا کرو۔ بے شرم باپ کے سامنے جا رہی ہے اور سارا بازو کھلا ہوا ہے۔ آج باپ بھائی سے لحاظ کرو گی تو کل دیور جیٹھ سے شرم آئے گی۔ یہیں سے دیدہ ہوائی کیا تو وہاں کیا خاک ہو گا۔

اوڑھنی ٹھیک کر ماں کے پاس پہنچی تو دونوں میاں بیوی سر جوڑے منجھلی کی بے ترتیبی پر افسوس کر رہے تھے۔ میرزا بیوی پر الزام تھوپ رہے تھے اور بیوی میاں پر سارا چھپر رکھ رہی تھیں۔ اتنے میں نسیمہ گلابی ململ کی ریشمی اوڑھنی آگے ٹھپا پیچھے چمپا کی توبیچ میں

تین گوکھرو کی پٹیاں سبز ساٹن کا پاجامہ موریوں پر چنبیلی کے جال کا پٹھا آگے بانکڑی گلابی ریشمین کرتہ گھیر میں تو نی ٹھپا کلیوں پر ایک تاری بیک گلے میں چمپا کلی ہاتھ میں ٹھوس کڑے لوک میں ایک ایک پتہ بالی ننگے پاؤں جھکی جھکائی سامنے آ باپ کے سلام کو جھکی سلام کر چکی تو الگ کھڑی ہو گئی۔ باپ نے دیکھا تو پسینے پسینے ہو رہا تھا پنکھا ہاتھ میں لے بیٹھ کے پیچھے جھلنے لگی باپ نے دعا دی۔ پانی مانگا تو نسیمہ نے قلعی دار کٹورہ لیجا کر پہلے خوب دھویا۔ پھر صراحی میں سے پانی اُلٹا و پہنچے ہاتھ رکھہ سامنے لا کھڑی ہو گئی۔ بیٹی کی یہ تمیز دیکھکر باپ کا دل بہت ہی خوش ہوا۔ پانی پی چکا تو اپنے پاس بلا کر کہنے لگا۔ اوہو بیٹی تمہارے کپڑے تو ماشاء اللہ خوب ہیں۔ عید تو اصل میں تمہاری ہی ہے۔ کہو عیدی کے کتنے روپے جمع ہوئے۔

نسیمہ۔ چھہ روپے ہوئے تھے جس میں سے پانچ اُٹھ گئے۔ اللہ نے مجھے پچاس اور دیئے اب اکیاون ہیں۔

باپ پچاس روپے تم کو کس نے دیئے۔

نسیمہ پھوپھی اماں نے۔ لیجئے وہ بھی آگئیں۔

پھوپھی۔ پچاس کیا اگر پانسو ہوتے تو میں اپنی بچی پر قربان کر دیتی۔ رجب سقہ کا مردہ بے کفن پڑا تھا۔ اپنی عیدی میں سے اس نے پانچ روپے دیئے میرا تو دل خوش ہوا کہ بس میں ہی جانتی ہوں۔

دونوں ماں باپ یہ سنکر دعائیں دینے لگے۔ باپ نے اسی وقت دس ماں نے پانچ روپے نکالکر اور دیئے۔ پھوپھی نے پوچھا ہاں لو اب تو بتاؤ تمہارے پاس کل کتنے روپے ہوئے۔

نسیمہ اکیاون تو پہلے ہی دس ابا جان کے اور پانچ اماں جان کے چھیاسٹھ ہوئے۔

باپ۔ سو میں کتنے کم رہے۔

نسیمہ چھیاسٹھ اور چار ستر، ستر اور تیس سو۔ تیس یہ چار چونتیس ہیں۔

باپ۔ تمہارے پاس روپے ہو جائیں تو بس دھوم سے گڑیا کا بیاہ کر ڈالو۔

ماں۔ واہ۔ اچھا وہم سے کیلدہ تو ایسی سوم ہی کہ خدا کی پناہ۔ نگوڑی مٹھائی کی دو ڈلیوں کی بھی کچھ اصل ہی۔ آٹھ دن سکھا کر کہیں اور پھر بھی خبر نہیں کھائیں یا نہیں وہ ایک ایک پیسہ جوڑ کے روپئے کرتی ہی۔

پھوپھی۔ واہ بوا واہ سوم کیوں ہونے لگی کس کام کی وہ لڑکیاں کہ پیسہ ہاتھ میں آیا اور چل پیٹ میں ایسے کھانے سے خاک نہ کھائے۔ خدا نہ کرے جو کواری بیٹی کو چاٹ چاٹ لونڈوں کا مزہ پڑ جائے۔ ہوت نہ ہوت تو سب ہی کے ساتھ ہی۔ لپکا پڑ گیا تو پھر نہیں چھوٹتا۔ چوری کرو یا قرض لو۔ میکے میں میّا کا دوپٹہ سسرال میں میاں کی پگڑی بیچ باچ چٹ کرلو۔ دور کیوں جاؤ۔ پڑوس ہی میں دیکھ لو نہ ادہر کا چھن بارہ آنے کو جھپاکے ہی ہی۔ اُدھر کچوری والی ڈیڑھ روپئے کو بیٹھ رہی ہی۔ کنجڑا الگ رو رہا ہے۔ حلوائی جدا سر ہو رہا ہی۔ کس کام کی وہ بیٹی جس کی وجہ سے دروازے پر تقاضا آتے۔ انکو کھلانے پلانے والے ہم کیا مر گئے۔ بہلی۔ بُری۔ تازی باسی جو میسر ہو پہلے یہ پیچھے ہم۔ بیشک وہ تو کبھی ادہی بھی نہیں کھاتی میں خود ہی دو پیسہ روز کا سودا منگا دیتی ہوں ان کے ہاتھ میں پہنچ جائیں تو وہ انکو بھی جمع ہی میں ڈالے۔

ماں۔ [illegible] تمہارا تو باوا آدم ہی نرالا ہی۔ مگر ایک بات تو بتا دو ان گوٹے ٹھپوں پر تم تو ہمیشہ ناک بھوں چڑہاتی ہو۔ پھر بھی بچی کو کیوں مصالحہ میں لادیا۔ اب یہ بوجھوں نہیں مر رہی۔

پھوپھی۔ میں اب بھی وہی کہتی ہوں اور سچ کہتی ہوں تمہارے سمجھنے میں فرق ہے۔ سینکڑوں روپیہ مصالحہ میں اینڈ کرنا بیوی میری سمجھ میں تو آتا نہیں میں یہ نہیں کہتی کہ دھوبی کے دھوئے ہوئے سفید کپڑے پہنو مگر ہاں یہ ضرور کہتی ہوں کہ مصالحے سے بلیے ہوئے جوڑے صندوقوں میں سینت سینت کر رکھنے۔ حاصل دین نہ حاصل دنیا۔ تم ہی کہو تمکو کتنے جوڑے ملے کتنے کام آئے اور کتنے کپڑوں کی نذر ہوئے۔ میرا چار ساڑھے چار سو کا چوتھی کا جوڑا

یوں ہی رکھا رکھا غارت ہو گیا۔ اس ڈھائی ڈھوئی میں ادھر تو لگا ٹپکا۔ اُدھر عنروق تھا
پرانا تو دراڑوں اور درزوں میں سے سارا پانی اندر پہنچا۔ دوپٹہ اور پاجامہ دونوں گلگرا آٹا ہو گئے
میں یہاں کبھی نہیں اماجان کو اللہ بخشے خیال رہا نہیں۔ دھوپ دینے کی کبھی نوبت نہ آئی
ایک تو وہ اور اس کی لپیٹ میں سات اور سب اسی مینہ کی بھینٹ چڑھے۔ مصالحہ ٹانکو میں
منع نہیں کرتی مگر ضروری ضروری یہ نہیں کہ گرمی میں ایک تو ڈھائی پاٹ کا دوپٹہ اوپر سے
مصالحہ انبار روں۔ پورے ایک ٹاٹ کا بوجھ ہو جائے۔ اور جو کہیں خدانخواستہ بیچنے کی
نوبت ہوئی تو روپوؤں کا مال کوڑیوں کے مول۔ یہ سترہ اندراکیں جوڑے تم ہی کو پسند ہونگے
میں ہکو زغن نہیں سمجھتی کہ چاہے جان تک کی بک جائے۔ مگر جوڑے پہنے ہی ہوئے ہوں تو
تم ہنسو گی تو سہی مگر میں سچ کہتی ہوں تو وضع وضع کی بیلیں اور طرح طرح کے کنارے تمہاری
ان کناری بانکڑیوں سے اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ خوبصورت سے خوبصورت صوفیانی کی
صوفیانی۔ اور پھر سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ کواری بیاہیوں میں بھی کچھ فرق ہوگا یا
نہیں۔ اپنی گھروالی کہ تینوں تین آزاد مختار جتنا چاہیں اوڑھیں۔ جو چاہیں بنائیں بیچاریاں
ماں کی محتاج باپ کی دست نگر جو ہاتھ اٹھا کر دیدیا وہ لے لیا۔ ان [illegible]ل رکھنے کا وقت تو
یہی ہے۔ چار پانچ برس کی مہمان سمجھو لو۔ پھر خدا جانے تقدیر میں کیا لکھا [illegible]ی بھلے مانس
مل گیا عزت آبرو سے گزر گئی۔ کسی بدذات سے پالا پڑا ہر وقت کی سوختنی۔
میکہ میں بھی انکی بات نہ پوچھی گئی تو سو بدنصیبوں کی بدنصیب تو یہی ہیں۔ تم سب مجھ کو
دیوانی کہو یا سڑن کہو۔ میں تو کہوں ہانکے پکارے کہوں کھلے خزانے کہوں۔ کہوں اور پنچوں
میں کہوں کہ تم سب بے ایمان۔ خدا نے تو مرنے ہی کے بعد انکا آدھا حصہ کہا تھا۔ تم نے جیتے
جی انکو لونڈیوں سے بدتر بنا دیا۔ سنا ہے کہ عرب میں جیتی لڑکیوں کو گاڑ دیتے تھے۔ بلا سے
وہ اچھا تھا یہ ہزار روز کے کچوکے اور ہر وقت کی آفت تو نہ تھی کہ تار کا سالن بیٹوں کو ڈبر ڈبر
تلیا بیٹیوں کو۔ روغنی روٹیاں بیٹوں کی تر بتر پراٹھے بیٹوں کے بچا کھچا رکھا کھایا ان بیچاریوں

کے واسطے۔ کپڑوں کو دیکھو اپنی اپنی حیثیت کے بموجب اُجلے بہین نے ثابت جو کچھ ہیں
پہنے بیٹے۔ وہ بنے پھریں چھیلا۔ یہاں کے گھر مٹی گو زر پیٹی رہیں نے اپنی آنکھ سے بڑی ممانی
جان کے ہاں دیکھا ہے اور آجتک یاد ہے کہ ایک دن برف ڈالا بولا بڑے نے سات اور چھوٹے
نے چھ قلفیاں چٹ کیں اور تینوں لڑکیاں بیٹھی منہ دیکھتی رہیں جب وہ اچھی طرح کھا چکے نیت اور
پیٹ دونوں بھر گئے تو ممانی جان نے کہا ایک ایک قلفی ان تینوں کو بھی لا دے۔ خدا کی
قسم میرا کلیجہ کٹ گیا جب بڑے نے آکر کہا "قلفیاں ہو چکیں" بوا یہ تو ساون کی چڑیاں ہیں
چہک چہکا کر اڑ گئیں جب تک ان کی تقدیر کا آب و دانہ ہی ہے جب اٹھ گیا دوسرا گھر جا بسایا
پھر طرح طرح کی تکلیفیں اور مصیبتیں۔ ذرا تو انصاف کرو یہ تو جانوروں سے بھی بدتر نکلیں یہاں بھی
ان کی خاطر مدارات نہ ہوئی تو یہ بھی کیا یاد کریں گی کہ ہم دنیا میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کی
تقدیر کا سکھ چین تو بس میکے ہی تک سمجھو۔ سسرال جاکر تو بڑی بڑی زمین دادیوں کو
دیکھ لیا۔ ایمان نہ نکلو۔ ایکدن خدا کو منہ دکھانا ہے۔ جیسے ان بیچاریوں کے من مارے
ہیں [illegible] ان کی مٹی پلید کی ہے۔ خدا دشمن کی نہ کرے۔ کیسے ظلم کی بات ہے جو سدا کے
[illegible] گھر کے مالک مختار [illegible] یہ آنکھ تک میلی نہ ہوا اور وہ بیچارے
[illegible] جو [illegible] تھک کر رات کی رات دم لینے آٹھہریں۔ ان کی بات بھی نہ
پوچھو۔ بوا بیٹیوں کے لئے تو میکہ سرا سمجھو۔ چڑیا رین بسیرا ہے صبح ہونے کی دیر ہے۔ ادھر
نقارہ بجا ادھر کوچ۔ پھر یہ کہاں اور تم کہاں۔ تمکو تمہارے بیٹے مبارک تمہارا گھر نصیب
بیاہی بیٹی پڑوسن دہل بیٹے تو جوتیاں مارینگے اور لیں گے۔ لینگے اور عمر بھر لینگے۔ زندگی
کی کمائی بیٹے۔ ہزار برس کی ہو بہو۔ گھر کا کوڑا اینٹی۔ جھاڑو دی نکال پھینکا! اللہ رکھے تم بھی
اولاد والی ہو۔ خدا بچوں کی عمر میں برکت دے! ایمان سے کہنا جتنی یہ فاقت کی بوان بے
زبانوں سے آتی ہے۔ لڑکوں میں بھی پاتی ہو؟ پھر اس مجبوری اور بے بسی کو دیکھو جس کے سر چاہا چپیک دیا
جہاں جی چاہا پٹخ دیا۔ ہر حال راضی ہر جگہ خوش۔ بی سعیدہ ہی کو دیکھ لو سینکڑوں لا

کوسوں دور جا پڑیں۔ کس میں اتنا بوتا ہی کہ تین سو روپے خرچ کرے اور بلائے۔ بال بچوں کے جھگڑوں میں ایسی پھنسیں کہ سب بھول بسر گئے۔ آرام کے دن اور سکھ کا وقت تو بس وہی تھا جو میکہ میں کٹ گیا۔ اماں باوا کی صورت دیکھنے کو دل نہ تڑپتا ہوگا؟ بہن بھائیوں سے ملنے کو جی نہ چاہتا ہوگا؟ مگر کس سے کہے اور کیا کہے؟ نہ آنے والی میں آپنی ہمت نہ بلانے والوں میں اتنی طاقت۔ ہم یوں گئے نہ یوں گئیں۔ ہم یہاں تلملائیں وہ وہاں تلملائے۔ چلو چھٹی ہوئی۔

(۷)

بھاوج غریب نے تو آمد سخن ایک بات کہہ دی تھی۔ اسکو کیا خبر کہ نند ایک داستان شروع کر دیگی۔ کچھ دیر تک تو بیٹھی سنتی رہی اور ہنستی رہی مگر یہ کی باتیں تھیں ایک چھوڑ تین تین بیٹیاں آ گئے۔ کچھ ایسا ممتا کا جوش ہوا کہ بے اختیار ہو گئی۔ نسیمہ سے چار آنکھیں ہونا تھا کہ آنکھ سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ دوڑ کر گلے لگا لیا اور لگی بلائیں لینے۔ میر زاہد بیچارے سیدھے سادے بھولے بھالے ادھر تو بہن کی پچھلے دا تقریر اُدھر [illegible] شروع کیا رونا۔ نرم دل تو تھا ہی دل بھر آیا۔ پہلونٹی کی بیٹی سعیدہ [illegible] بیٹھی تھی۔ کچھ اس کی جدائی کا خیال کچھ منجھلی کی شرارتوں کا [illegible] بے تاب ہو کہ ہچکی بندھ گئی۔ بھائی کو روتا دیکھ بہن کو بھی تاب نہ رہی ادھر بہن بھائی ادھر ماں بیٹیاں چار روز پر تک روتے رہے مگر عمر آفریں اس کٹر منجھلی کو یہ کچھ ہوا کہ ماں تک پسیج گئیں مگر وہی لٹھ سے مس نہ ہوئی۔ اس پر طرہ یہ کہ ماما کی لڑکی کو دیا پیسہ کہ لونگ چڑے لا دے۔ چھ برس کی جان عیکلدن کیا بوٹی دونا ہاتھ میں ادھر اُدھر دیکھتی بھالتی چلی آتی تھی نکڑ پر آئی تو اوپر سے چیل نے ایسا جھپٹا دیا کہ کباب پنجہ میں اور دونا موری میں۔ ہاتھ میں خون نکلا سو الگ۔ غریب روتی بسورتی گھر میں آئی صاحبزادی بلند اقبال کے دربار میں تو کس کی مجال تھی کہ دم مارتا۔ لڑکی ڈر سے لگی سوں سوں کرتی اپنے ہاتھ کو دیکھ

رہی تھی۔ پوچھا کباب لائی؟ جھپٹے کا نام سنتے ہی ایک ایسا دھکا دیا کہ بچی لڑکتی پڑکتی انگنائی میں پہنچی۔ ادھر پنجوں کی کھرپنچ ادھر دھکے کی چوٹ اوپر سے پڑا دھتڑ بلبلا اُٹھی۔

مامتا تو امیر غریب سب ہی کی ہوتی ہے۔ بیٹی کی یہ کیفیت دیکھکر ماما سے صبر نہ ہوا۔ گھبرا کر اٹھی اور بگڑ کر کہنے لگی "اے ہے منجھلی بیگم وہ تو ابھی کیڑا ہی ہے چیلیں نامرادیں تو بڑے بڑے مردوں کے ہاتھوں سے چیزیں لے جاتی ہیں۔ ایک پیسہ کے واسطے آپ نے بچی کو ہلکان کر دیا۔ اس کا ہاتھ تو پہلے ہی لہولہان ہو رہا ہے۔ برس کے برس دن نگوڑا اتنا سارا جیتا جیتا خون نکل گیا"

منجھلی۔ لہولہان کیا میں تو اس کو جان سے مار ڈالوں گی۔ میرا پیسہ مفت کا تھوڑی ہے کہ کباب کہلا دونا چاٹ جھوٹ موٹ ٹسوے بہانے چلی آئی۔ بڑی سمجھا صراف ہو تو میرا پیسہ دیدو۔

لڑے کا معاملہ، بیچ انگنائی کا ذکر ٹھیک دوپہر کی بات ماں اور بیٹی [illegible] میں [illegible] گھٹنوں میں سر دیے ادھر [illegible] میاں [illegible] سرے کا منہ دیکھکر چپ ہو گئے۔ کس کے سر پر اتنے بال تھے کہ الف سے بے کرتا۔ دیکھا اور منہ پھیر لیا کسی نے ہنسکر کسی نے رو کر۔ ماما نے بٹوا کھول پیسہ نکال آگے ڈالدیا۔ اور لڑکی کا ہاتھ پکڑ باورچیخانہ میں چلی گئی۔

گرمی تو تڑاتے کی پڑ رہی تھی۔ میر صاحب عیدگاہ کی تھکان روزے کی کوفت پلنگ پر لیٹے اور لیٹتے ہی آنکھ لگ گئی۔ باپ کو سوتا دیکھ نسیمہ پنکھا لے پاس بیٹھ گئی۔ جھلنے لگی آنکھ کھلی تو ظہر کا وقت تھا۔ آذان کی آواز آتے ہی سنجیدہ بھتیجی کو ساتھ لے اپنے ہاں آئی دونوں نے وضو کیا نماز پڑھی۔ پڑھ چکی تو سنجیدہ نے کہا "بیٹی نسیمہ تم میری باتوں پر پھول نہ جانا۔ وہاں تو میں تمہارے ابا کے سامنے لڑکیوں کی حمایت لے رہی تھی۔ لیکن سچ پوچھو

تو اچھی یا بُری جیسی بھی بیٹی ہوگی ماں باپ بہریں ہی گے۔ گائے کو سینگ بوجھ نہیں ہوتے
مگر پھٹے سے منہ اُن لڑکیوں پر جو صریحاً جانتی ہیں کہ ماں باپوں کے پاس چند روز کی مہمان
ہیں اور دم ناک میں کر دیں۔ ما جیسی چیز کہ اگر دنیا جہان مارو اور زمانہ ڈھونڈھ ڈالو کہیں میسر
نہیں نام سے بیزار ہو جائے کیسی محنت اور مصیبت سے پالا پوسا۔ پڑھایا لکھایا۔ اتنا بڑا
بوجھ گھنٹہ آدھ گھنٹہ بھی تو نہیں مہینوں پیٹ میں رکھا گود میں رکھا۔ عیش آرام سب حرام کیا۔
کھایا تو پرہیز سے۔ پیا تو احتیاط سے۔ دنیا میں منوں اور انباروں میوے اور ترکاریاں
بکیں اور آئیں۔ مگر بچے والی کے دل سے پوچھو کیا کھایا۔ آم وہ نہیں کھاتی برف وہ نہیں
چکھتی کھیرے لکڑی خربوزے۔ تربوز اس کی طرف سے ہوئے نہ ہوئے دونوں یکساں
لوگوں کے کہنے سننے سے ارادہ بھی کرتی ہے پھر خیال آتا ہے "ثقیل ہیں" قربان کئے تھے خربو[illegible]
چولھے میں گئے تربوز خدا میری گود بھری رکھے اس سے بڑی نعمت اور کیا ہو گی۔ پھر مزا
یہ کہ نہ کسی کا ظلم ہے نہ زبردستی۔ جو کچھ ہے وہ اپنی خوشی سے اور دلی محبت او[illegible]
سے۔ لُٹتی [illegible] کا ہتّا ہاتھ میں ہے۔ بچہ برابر میں پڑا ہے [illegible]
[illegible] بچہ دیکھ کر نہال ہوئی جاتی ہے [illegible]
[illegible] پنکھا جھلے جا رہی ہے جب میں پاس کر فارغ ہوئی اور بچہ کو کلیجہ [illegible] دودھ پلایا
اسکا دل دیکھو۔ یہ بادشاہ سے بھی تو زیادہ ہے۔ اس کی گود میں ایسی نعمت ہے کہ سلطنت ہو تو
اس پہ سے قربان کر دے۔

یہ مامتا ہی کا جوش تھا کہ اس وقت بیچاری بلاقن نے تمہاری منجھلی آپا کے آگے پیسہ
نکال پھینکدیا۔ لو سامنے اس چڑیا کو دیکھو۔ تم کو معلوم ہو جائیگا کہ مامتا کیا چیز ہے موکھے
میں بچہ بیٹھا ہے اِدھر اُدھر سے دانا دُنکا جو کچھ ہاتھ لگتا ہے چگ چگا کر لاتی ہے اور اس کے
پوٹے میں ڈالتی ہے۔ اے ہے نسیمہ ذرا دیکھ تو سہی بچہ کس طرح ماں کے آگے بازو اور پر پھیلا کر
چیں چیں کر رہا ہے۔ جانتا ہے کہ مامتا کی ماری کہیں نہ کہیں سے چُرا چھپا اپنی جان جوکھوں

میں ڈال کچھ نہ کچھ ضرور لیکر آئی ہی۔ تم بڑی خوش نصیب ہو اور خدا تم کو سدا ایسا ہی خوش نصیب
رکھے کہ تمہارے پاس یہ نعمت موجود ہی۔ ہمارے چاہنے والے جن پر ہر طرح کا زور تھا جنگل
میں جا سوئے۔ جب تک ابا میاں باہر رہتے تھے اماں جان اللہ بخشے بیسیوں ہی
دفعہ خیر صلاح سے لوٹنے کی تسبیح پڑہتی تھیں۔ اب جہاں چاہیں خاک اڑاتے پھریں
کون پوچھنے والا بیٹھا ہی۔ یوں تو جس کے ساتھ سلوک کرو وہی فرمانبردار اور عاشق زار
بننے کو موجود۔ مگر ایسا دعا گو کہاں۔ سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے پاس ہوں یا دور یہی
آرزو اور یہی ارمان کہ اقبال میں ترقی عمر میں برکت۔ اگلے ہی برس کی تو بات ہی تم کو کیا
یاد نہ ہوگا جب شام کو بکری چر کر آتی تھی دن بھر کے چھوٹے ہوئے بچے کس طرح ماں کو لپٹتے
تھے اور کیسی محبت سے وہ انکو چاٹتی تھی۔ جس وقت وہ پھلر دا سے بچے اچھل اچھل کر دودھ
پیتے تھے اس وقت جیسا بکری کا دل باغ باغ ہوتا ہوگا اس کی قدر ممتا ہی والے
[illegible] ہیں جب غدر پڑا ہی اور ہم سب بھاگ کر وزیر آباد گئے میاں کیسی حویلی اور کس کے
ایک ٹوٹے ہوئے قبرستان میں رات کو بسیرا کیا۔ خدا وہ وقت دشمن کو نہ دکھائے
[illegible] کٹ [illegible] رات بھر [illegible] لیتے تھے
[illegible] اور بچی بچوں پر اپنے اپنے دوپٹے بچھا [illegible]
[illegible] دیکھو کے پیاسے پڑ رہی۔ بوا سلمتی بھی ساتھ تھیں ان کی ایک بچی سلمہ جو اسی سمے
غدر کی بھینٹ چڑھی گود میں تھی۔ ڈیڑھ پونے دو برس کی ہوگی جس مصیبت سے اس
بیچاری نے رستہ طے کیا ہی میں کیا بتاؤں۔ ڈھیلے پائچوں کا پاجامہ چار پانچ کوس
کی رپٹ۔ گود میں بچی ایک ایک قدم بھاری تھا۔ ساری بیویاں لپک لپک کر آگے
بڑھی جا رہی تھیں اور وہ بیچاری کبھی پائنچے اٹھاتیں کبھی بچی کو سنبھالتیں ایسا تو
ہم سولہ سترہ بیویاں تھیں مگر سب کی سب کچھ ایسی گھبرائی اور سٹ پٹائی کہ جو تھا وہ
مرگ سے بدتر کیسی سخت مصیبت کا سامنا تھا ادھر سے کالے ادھر سے گورے

پھر کان کے برابر سے گولیوں کا سن سن کرکے نکلنا جانوں کا خدا حافظ اور دلوں کا اللہ بیلی تھا ماما کا حال معلوم کرنے کا وہ وقت تھا۔ گرمی کے دن دوپہر کا وقت دھوپ اس قیامت کی کہ چیل انڈا چھوڑے سلمتی بدنصیب کی جوتی بھی اس بھاگڑ میں گر پڑی۔ لو کے وہ جھکڑ کہ الٰہی توبہ۔ ماما کی ماری بچی کو گلے سے لگائے چلی جا رہی تھی۔ آپ ننگی ہوئی۔ دوپٹہ اُتار چارتہ کیا اور لڑکی کو اڑھایا کہ لو کے جھونکوں سے کچھ تو بچے، دونوں ہاتھوں سے چھپائے کلیجے سے لگائے چپکے چپکے پڑھ پڑھ کر پھونکتی جاتی تھیں اور کہتی جاتی تھیں کہ "الٰہی میری بچی کی خیر"، کس دقت اور آفت سے وہ کٹھن رستہ طے کیا ہے کہ خدا کی پناہ جھٹ پٹنا وقت ہوگا جب ہم وہاں پہنچے۔ قبروں کے ڈھیر اور خاک کے تودوں کے سوا کھانے پینے کو اللہ کا نام تھا نہ بچی۔ ادھر تو پڑی جا۔ پہر کی دھوپ دوپہر میاں کا جلتا بھلستا دوپہر گرمی کے دن رات کا وقت ہوا بند۔ بچے یوں ہی پھول پان ہوتے ہیں۔ کوڑہ میں کھاج مفلسی میں آٹا گیلا۔ لڑکی کو پیاس ہوگئی۔ اب پانی کے واسطے اس بچی کا بلبلانا ایک چیخ آسمان اور ایک زمین۔ تم ابھی بچہ ہو کیا سمجھو گی۔ مگر مجھکو آج کی گھڑی تک یاد ہے کہ اس ڈیڑھ برس کی مینچلی کی ماما نے ماں کی جان پر بنا رکھی تھی۔ ہاتھ لگائے پریشان پھر رہی تھیں اور ایک ایک سے پوچھتی تھیں۔ کہوں بہنی یہاں کہیں پانی بھی ملجائیگا بھلا وہاں پانی کہاں ہے بی سلمتی جو دن دہاڑے کوٹھری میں اکیلی جاتی ڈرتی تھیں اندھیر گھپ جنگل بیابان جدھر منہ اُٹھا نکل کھڑی ہوئیں۔ اس ننھی سی جان پر اپنی جوان جان قربان تھی۔ چور کا کھٹکا نہ سانپ کا ڈر۔ بچی کو کندھے سے لگا گاؤں کی طرف چل پڑیں کسی اللہ کے بندے نے رحم کھا کر پانی دیا۔ جب ہاتھ لوٹی ہیں۔ گود میں بچی ایک ہاتھ میں مٹی کا لوٹا پانی بھرا ہوا بشمہ بشمہ کر یہاں پہنچیں۔ بچی اتنی دیر جو بلکی بالکل ملکان ہوگئی اوپر سے پانی اوپر سے ٹھنڈی ہوا اور سب سے بڑا اماں کا پکھوا آنکھ لگ گئی ہم سب بھی پڑ کر سو گئے مگر اس اللہ کی بندی کو پلک سے پلک جھپکانی حرام تھی۔ ٹانگیں شل ہاتھ پاؤں تختہ۔

کمر پڑا۔ ایک رُخ بیٹھے بیٹھے گود بھی تھک گئی۔ بہتیرا ہی کہا مگر اس کے دل نے گوارا نہ کیا کہ بچی بےچین ہو۔ وہ آفت اور مصیبت کچھ بھی یاد نہ رہی بچی گود میں کیا تھی گویا خدائی کی نعمت تھی۔ جھک جھک کر پیار کرتی تھی اور بلبلا بلبلا کر دعائیں مانگتی تھی۔ رات بھر تو لڑکی خاصی اچھی طرح سوتی رہی۔ صبح کو بھی اچھی تھی۔ دوپہر سے بگڑ گئی۔ خدا جانے لو لگی پیاس ہوئی شام تک تو ہاتھوں میں تھی مغرب کی نماز کا وقت تھا اور لڑکی ماں کی گود میں آنکھیں بند کیے پڑی تھی۔ ماں کی نگاہ بچی کے چہرہ پر تھی جب بے بسی کے عالم میں کراہتی تھی تو کلیجہ پر ماتا کی چھریاں چلتی تھیں۔ منہ پر منہ رکھ دیتی تھی۔ رو رو کر ہچکی تھی اور گڑ گڑا گڑگڑا کر کہتی تھی۔

"میرے اللہ مجھ دکھیاری پر رحم کر۔ اے اللہ میری بچی کو اچھا کر دے"۔

دعا مانگ کر چپ بیٹھ رہی اور دم کر رہی تھی کہ لڑکی نے آنکھ کھول دی۔ اس وقت کی حالت بیان کے قابل نہیں کس محبت سے چمٹی اور رو کر کہا کہ

"اے سلمہ میں ماں نہیں لونڈی ہوں" ابھی ماں کی التجا ختم ہوئی تھی کہ لڑکی کو ایک ہچکی آئی اور ماں کی صورت کو تکتی ہوئی ہمیشہ کے لئے گود خالی کر دی۔ ادھر ادھر کی عورتیں تو وہیں آس پاس گاؤں کو چلی گئی تھیں۔ بس ہم گنتی کے پانچ آدمی رہ گئے تھے۔ ہر چند سب نے سمجھایا مگر اس مصیبت زدہ نے بچی کو گود سے نہ اتارا اور رات بھر مُردے کو کلیجے سے لگائے رہی۔ میں نے جب صبح کی نماز کا سلام پھیرا ہے دیکھتی کیا ہوں گم سم بیٹھی لڑکی کے منہ کو ٹکٹکی باندھے تک رہی ہے۔ میرا پاس جا کر بیٹھنا تھا کہ ایک چیخ ماری اور یہ کہکر بیہوش ہوگئی۔

"ہائے آپا اُٹھو اب میری بیگم کو جنگل میں سلا دو"۔

سمجھ نہیں سکتی ہوئی سن یہ ہے ماں کی ممتا ماؤں ہی کا دل جانتا ہے جیسی جیسی مصیبت اُٹھائی پڑتی ہے۔ سینہ کا پیٹا پھٹا اور ماں کا خون خشک، ہاتھ پاؤں مار لیے ماں کے گود میں

آ گیا اور خون چلوؤں بڑھ گیا۔ اپنے تئیں گیلا اُسے سوکھا۔ آپ گھُلے سکھ ذرا جی بے مزہ ہوا اور جان پر بن گئی۔ دوائی ٹھنڈائی چھانی اور بنائی۔ پیسی اور پلائی۔ کیا کیا بتاؤں ایسی خدمت گزار عورت جس کو ماں کہتے ہیں اسی لائق ہے کہ جب بیٹیاں پل پلا کر بڑی ہو جائیں تو سامنے کھڑی ہو کر زبان چلائیں۔ زمین کا پیوند ہو جائیں ایسی ناگنی اور کیسی بیٹیاں، دنیا میں روپیہ پیسہ عیش آرام کہنا یا نا کپڑا لتہ سب چیزیں میسر آجاتی ہیں مگر نہیں ملتے تو ماں اور باپ۔ آؤ تم کو ایک کہانی سناؤں۔

ایک دن لڑتی ہوئی دو عورتیں
آئیں عادل شاہ کے دربار میں

ایک ننھے بچے پر تکرار تھی
دونوں اس معصوم کی تھیں مدعی

شاہ نے ہرچند سمجھایا اُنہیں
تاکہ جو قصہ ہو وہ سچ سچ کہیں

پھر بھی لیکن یہ کہا ہر ایک نے
میرا بچہ ہے عنایت ہو مجھے

آخرش کچھ سوچ کر شہ نے کہا
ہم ابھی آتے ہیں تم ٹھہرو ذرا

کہہ کے یہ تشریف اندر لے گئے
اور اس بچہ کو بھی لیتے گئے

کوئی دس بارہ منٹ میں لوٹ کر
آکے بیٹھے بادشہ پھر تخت پر

ایک خادم کی بغل میں ساتھ تھا
ایک صندوق آبنوسی خوشنما

شہ نے وہ صندوق رکھا روبرو
اور یہ کی عورتوں سے گفتگو

اب بھی گر دونوں نے دعویٰ کیا
تو بڑا نقصان ہوگا دونوں کا

بند ہے وہ بچہ اس میں دیکھ لو
کس کا ہے تم دونوں میں سے سچ کہو

جس کا ہے لے وہی ایمان سے
ورنہ پھر کیا فائدہ نقصان سے

باوجود اس کے کہا ہر ایک نے
میرا بچہ ہے مجھی کو دیجئے

زیر دربار ایک دریا بہتا تھا
بادشاہ نے خادموں سے یہ کہا

پھینک دو دریا میں اس صندوق کو
اور پھر ان دونوں کو بھی ڈال دو

پھینک کر صندوق شاہ کے حکم سے
آئے خادم عورتوں کے واسطے

ایک تو بس جیتے جی ہی مر گئی
ایک غم دریا میں فوراً جا پڑی

اور جا لیٹی اسی صندوق سے
تا کہ اس کو ڈوبنے بہنے نہ دے

شاہ نے فوراً نکلوایا اُسے
اور یہ تاکید کی خدام سے

لا دو اس بچہ کو اندر سے ابھی
اصل میں اس بچہ کی ماں ہے یہی

شہ نے اس کا بچہ اس کو دے دیا
اور اس میں یہ سنایا فیصلہ

مستحق بچہ کی ہے یہ نیکبخت
دوسری کو دی سزا کی قید سخت

دے کے بچہ ایک کو رخصت کیا
دوسری کو قید میں ڈلوا دیا

تم نے دیکھا؟ کیسی کودی دوڑ کر
مامتا کا ایسا ہوتا ہے اثر

جان کا اپنی نہیں بالکل خیال
لیکن اس بچہ کا تھا از بس ملال

ماں کے رشتہ سے بڑا رشتہ نہیں
ماں سے بڑھ کر چاہنے والا نہیں

جاگنا راتوں کو بچہ کے لئے
اور پھر تا گود میں لے کے اُسے

بے مزہ ہو کچھ اگر بچہ کا جی
پھر نہ پوچھو اُسکے دل کی بیکلی

اور بچہ دودھ پیتا ہو اگر
اور اس کے پیٹ میں ہو کچھ کسر

یا اگر ہو جائے بچہ کو زکام
تو اُسے دنیا کی سب چیزیں حرام

کھانے میں پینے میں دن میں رات میں
جاگنے میں سونے میں ہر بات میں

الغرض ہر وقت ہے اس کو خیال
یہ نہ ہو تکلیف پائے میرا لال

کس کو ہے ماں کی محبت میں کلام
بس میاں راشد کرو قصہ تمام

(۸)

دن آرہے ہیں اور جا رہے ہیں۔ عمروں کو وفا زمانہ کو قیام روز روز صبح اور روز

روز شام ـ کل کی بات ہے ـ بی نسیمہ کے دودھ چھٹنے کی طیاریاں تھیں ـ آج ماشاء اللہ سات بھر کران گنے میں ـ پڑھنے اور یاد رکھنے کا وقت اصل میں تو اب ہی تھا ـ مگر سنجیدہ وہ سمجھدار اور ہوشیار عورت جس کے پرچھاویں پڑنے سے آدمی تمیزدار ہو جائے ـ بھتیجی کے پڑھانے لکھانے سے غافل نہ تھی ـ پانچ ہی برس کی کو اس نے ایسے رستہ پر لگا لیا کہ جو دیکھتا وہ واہ واہ کرتا اس نے اپنی بنگالہ کی مینا کچھ ایسے ڈھنگ سے اٹھائی اور ایسے رنگ سے سدھائی کہ خدا ساری دنیا کی بیٹیوں کو ایسی اُستانی نصیب کرے ـ پورے پانچ برس کی بھی نہ ہوئی تھی کہ اس نے بسکٹ کی ننھی ننھی سی ٹکیاں بنا کر حرف لکھوا لیئے ـ صبح ناشتے کا وقت آیا اور آٹھ دس ٹکیاں آگے ڈال کر کہا ـ حرف بتاتی جاؤ اور کھاتی جاؤ ایک مہینہ ہی بھر میں الف سے لیکر ی تک سارے حرف ایسے ذہن نشین ہوئے کہ بس ہیں کیا ایک ہزار میں چھپا دو تو جو حرف کہو الگ نکال لائے ـ حرف اچھی طرح پہچان چکی تو سنجیدہ نے اپنے ہاتھ سے گڑیاں بنائیں ماتھے پر نام لکھے ممنی کا خانم گڈے کا احمد ـ گڑیا کا رحمت ـ کسی کا کلن کسی کا سوسن کسی کا مریم ـ کسی کا اسلم ـ گھر بنایا تو ایسا کہ اس اتنی سی تمام منزل میں ضرورت کی تمام چیزیں ـ سرکنڈے کی تیلیوں کا نیکھا پٹا پٹی کے پردے ـ نواڑی پلنگ ـ بان کی چارپائیاں ـ ٹھرکا ـ گھڑونچی ـ لوٹا ـ صراحی ـ توا پھکنی کرچھا کڑاہی ـ گرمی کا سامان الگ ـ جاڑوں کا اسباب جدا ـ ہر چیز پر نام لکھا ڈھنگ سے رکھی قرینے سے لگی ـ غرض پڑھنے پڑھانے کا تو اس نے ابھی نام بھی نہ لیا ـ اور کھیل ہی کھیل میں کمال کیا کہ چار حرف تک کے لفظ کیسے مشکل کیوں نہ ہوں ـ مجال نہیں کہ اٹک جائے ـ رات کو ساتھ لیکر لیٹتی ـ تاروں کا ذکر کرتے کرتے دوزخ جنت زمین آسمان سب کے معنی بتا دیئے ـ دن کو پاس لیکر بیٹھی کھانا پینا ملنا جُلنا ہر ایک کے متعلق تمام حالات سناتی گئی ـ لڑکی ذہین ایسی کہ جو بات ایک دفعہ سن لی ایسی ذہن نشین ہوئی کہ پھر نہ بھولی ـ سات برس کی نسیمہ تو اُردو کی تیسری اور چوتھی ماشاء اللہ فرفر پڑھتی تھی تصویروں کا

شوق بچوں کو قدرتی طور پر ہوتا ہی سنجیدہ یہ نئی ترکیب کرتی تھی۔ تھانوں پر سے چٹھیاں اتاریں اور ہر چٹھی کے نیچے موٹی موٹی تین چار سطریں لکھدیں۔ دو ایک باتیں منہ زبانی بتا کر ایسی چاٹ لگا دی کہ جب تک سارا حال نہ پڑھ لیتی چین نہ پڑتا تصویروں کا شوق نئی کتابوں کا ذوق نسیمہ تو کتابوں کو ایسی لپٹی کہ سنجیدہ کا بھی جی اُکتا گیا۔ دن ہو یا رات صبح ہو یا شام۔ جب دیکھو کتاب ہاتھ میں نگاہ حرف پر۔ ایک دن صبح کے وقت نسیمہ میٹھی پھوپھی کو سبق سنا رہی تھی۔ اتفاق سے ماں بھی نکل آئی۔ دودھ پیتا بچہ گود میں تھا۔ بیٹی کو پڑھتا دیکھ پاس آ بیٹھی۔ نند نے پان بنا کر دیا۔ بیٹی نے پڑھنا شروع کیا۔ " با ادب با نصیب بے ادب بے نصیب۔ خوش نصیب ہیں وہ لڑکیاں جو بڑوں کا ادب کرتی ہیں اور رشتہ تک کی بوڑھیوں کا کہا نہیں ٹالتیں۔ گھر بھر میں اُنکی واہ واہ اور کنبہ بھر میں اُن کی تعریف ہوتی ہی۔ جو دیکھتا ہی وہ کہتا ہی کیسی سعادتمند بچی ہی۔ کیسے ہی خفا ہو کتنی ہی فضیحتیاں کرو۔ جا بیجا کچھ ہی کہو مگر کیا مجال جو کسی بات کا بھی جواب دے اتا ہو یا ماما۔ دادی ہو یا نانی بزرگوں کا ادب عین شرافت کی نشانی ہی۔ حیف ہی اس لڑکی پر۔ کسی بڑھی بوڑھی نے کوئی بات کہی اور اس نے ٹکڑا توڑ کر جواب دیدیا۔ لڑکیو اگر آج تم بزرگوں کا ادب کروگی تو کل تمہارے چھوٹے تمہارا ادب کرینگے۔ اگر اس وقت تم نے ہی نالائقی اور ناہنجاری سے اُنکی بے توقیری کی تو یاد رکھو اس سے زیادہ تمہاری بے عزتی ہوگی۔ اے اس کتاب کی پڑھنے والی بچیو! بڑوں کی خدمت کرو اُنکا ادب کرو۔ دعائیں لو مرادیں پاؤ۔ پھولوگی پھلوگی۔ خوش و خرم رہوگی جب کسی بزرگ کے سامنے جانے کا اتفاق ہو یا وہ کسی ضرورت سے نکل آئے اس سے اوجھل ہو کر اپنی اوڑھنی سنبھالکر اوڑھو۔ بلکل ٹھیک طرح سے لگاؤ۔ یہ نہیں کہ یا تو کھلا سر ننگا۔ اوڑھنی کا چیتھڑا کندھے پر۔ لڑکیوں کا سب سے بڑا جوہر شرم و حیا ہے بعض لڑکیوں میں بدتمیزی سے پان کھانے کا سخت عیب ہوتا ہی۔ کپڑے ٹھیک

کر لینے کے بعد یہ دیکھو کہ پان کی سرخی باچھوں تک تو نہیں آ رہی۔ ہونٹ بیرہوٹی ہو رہے ہیں تو کلی کر و منہ صاف کرو اور نہایت ادب سے آہستہ آہستہ چلکر سامنے آ ؤ۔ جھک کر سلام کرو اور سامنے سے ہٹ جاؤ۔ یہ بھی عیب کی بات ہے کہ بس وہیں کیل گئے۔ وہ بلائے تو پاس جاؤ۔ سوال کرے تو جواب دو۔ بغیر بلائے سر پر سوار ہونا اور گھس کر بیٹھنا بڑی بیہودہ بات ہے۔ اگر کسی بات کا جواب دینے کی ضرورت ہو تو نیچی نگاہ کرکے ادب سے جواب دو۔ آنکھوں میں آنکھیں ڈالکر تڑاق پڑاق باتیں کرنی بھی عیب میں داخل ہیں۔ پاس بیٹھنے کا اتفاق ہو تو اتنی احتیاط ضرور کرنی چاہیئے کہ بولنے میں چھینٹیں منہ سے نہ اڑیں اگر کسی مجلس میں کوئی بزرگ کسی کام کو کہے تو اس کے حکم کی تعمیل شرافت کی عین دلیل ہے۔ اگر چند بیویاں بیٹھی کسی کا ذکر کر رہی ہیں تو سُنی ان سُنی کردو۔ خواہ مخواہ دخل دینا اور فضول باتیں کرنی سخت نالائقی ہے۔ ایک بہت بڑا عیب لڑکیوں میں لترے پن کا دیکھا گیا ہے۔ اس کی برائی اس سے اور اس کی اس سے خدا ہیلے مانسوں کی بیٹیوں کو اس سے بچائے۔ پہلے پہل تو لوگ بہت عزت کرتے ہیں کہ یہ مخبر ہے اِدھر اُدھر کا حال معلوم ہو گا۔ مگر تھوڑے ہی دنوں میں جہاں قلعی کھلی بس وہ جھوٹی عزت رخصت ہوئی۔ بلکہ الٹی ذلت حاصل ہوتی ہے۔ کھانا کھانے میں بہت سی باتوں کی احتیاط چاہیئے۔ خصوصاً آواز سے چپڑ چپڑ کرکے کھانا پرلے سرے کی بدتمیزی ہے نوالہ اس طرح چباتا چاہیئے کہ برابر والے کو بھی آواز نہ آئے۔ یہ نہیں کہ منہ میں نوالہ لینے کے واسطے زبان آدھ گز باہر آ جائے۔ جس برتن میں کوئی دوسرا شخص کھا رہا ہو اس میں بھی کھانا اچھا نہیں لیکن اگر ضرورت مجبور کرے تو تمیز کے یہ معنی ہیں کہ اپنے آگے سے کھاؤ نہ یہ کہ دوسرے کے آگے سے اٹھا اٹھا کر اپنا پیٹ بھر لیا۔ ایسے کھانے سے بہتر نہ کھانا جو دوسرے نام رکھیں۔ مانگے تانگے پر فخر کرنا اکثر لڑکیوں میں دیکھا گیا ہے۔ اور یہ ایسا بڑا عیب ہے کہ خدا کی پناہ دوسرے کی چیز پر غرور اور پرائی چیز پر ناز کرنا محض بیوقوفی ہے۔ اپنے پاس چیز

نصیب نہیں مگر دوسروں کی لیکر اترانا عام دستور ہوگیا ہے جو سخت بے شرمی اور بیحیائی کی بات ہے۔ اگر کسی کی کوئی چیز کھوئی گئی تو نقصان کا نقصان ہوا اعتبار کا اعتبار گیا۔ شرمندگی ہوئی سو الگ، دوسرے کے پلاؤ قورمے اور زردہ بریانی سے اپنی روکھی سوکھی دال دلیہ ہزار درجہ بہتر۔ جو کچھ خدا نے دیا اس پر قناعت اور جس حال میں رکھا اس پر صبر سب سے بڑی انسانیت اور سب سے بڑی نعمت ہے۔ بنارس سے کوئی چودہ کوس پر ایک بستی ہے وہاں کے نواب صاحب کے ہاں بیٹے کا بیاہ رچا۔ دور دور سے لوگ آنے شروع ہوئے۔ رئیس کے ہاں کی خوشی۔ بیٹے کا بیاہ۔ روپیہ۔ ارمان۔ دل۔ ساچق والے روز تو تِل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ صدر دالان میں نواب صاحب کا کنبہ اور بغلی کمروں میں بیگم صاحب کی میکے والیاں اتری تھیں۔ نواب صاحب کی سگی بھانجی تھی تو لڑکی مگر لڑکی کیا آفت کی پرکالہ تھی۔ جب دیکھو کلا آرم منہ میں گلور ہی ٹھسی۔ گوارن لڑکی کو یوں تاک کاجل آئینہ سامنے رکھا ادھرا دھر پھری اور شکل دیکھنے بیٹھ گئی۔ چلنے کا دھیا کا اور آفت کہ جدھر نکل گئی قیامت۔ عطر اتنا غضب کہ ذرا سی دیر برابر میں بیٹھنا مصیبت۔ چال ایسی، ڈھال ایسا۔ سب بیویوں نے منہ جوڑنا شروع کیا مگر وہ شیخی خوری اسی طرح چاروں طرف اتراتی پھرتی تھی۔ دو مامائیں ساتھ تھیں۔ ایک کے ہاتھ میں خاصدان دوسری کے پاندان۔ دم بدم پان اور گھڑی گھڑی آئینہ۔ بدتمیزی کی یہ کیفیت کہ سفید اندا سی دیوار پیک کے دھبوں سے گلنار بنا دی۔ اجلی سفید صاف شفاف چاندنی پائی جو گرا تو گیلی جوڑا اس پر اوندھی کاجل کی ڈبیا جگہ جگہ خاصے بڑے بڑے کالے چکتے پڑ گئے۔ چاہیے کہ لڑکی اپنی اس ناواقی پر کچھ پشیمان ہوتی۔ لاحول ولا قوۃ۔ خیال تو یہ تھا کہ دستور کے موافق ڈولی یا پالکی سے اتر پہلے سب سے مل ملالی ہوگی۔ مگر بی بی کی عصمت کے وقت معلوم یہ ہوا کہ کمبخت کو اتنی بھی توفیق نہ تھی کہ کسی بڑے کے واسطے دو انگلیاں بھی ماتھے پر رکھتی۔ بیگم صاحب کے پاس گئی تو کس کا سلام اور کیسا ادب۔ دیدہ ہوائی آنکھ میں صفائی انگنائی

ہی میں سے آواز لگائی کہو بی ممانی اچھی ہو۔ کھلکھلاتی چلی جھومتی جھامتی آئی اور آلتی پالتی مار برابر میں آن بیٹھی۔ اسی عمر کی ایک اور لڑکی رشتہ میں بیگم صاحب کی دور پرے کی بھتیجی گو غریب تھی مگر باحیا سلیقہ شعار۔ چاندی کی بالیاں ننگے ہاتھ خالی پاؤں ہوں تو ہوں مگر ایک جوہر شرافت اس کے پاس ایسا تھا کہ لاکھوں کا زیور قربان ہو جائے ایک کونے میں بکی سکڑی کونڈے پڑی تھی اس شیخی خوری مغرور لڑکی کو اتنی تاب کہاں کہ غریب لڑکی برابر میں بیٹھ جائے پاؤں کا ایک ٹھوکا ایسا دیا کہ مسکین سرک کر الگ جو بیٹھی اس پر بھی ٹھنڈک نہ پڑی تو کہنے لگی۔ اے ہے ممانی یہ کیا ستم بیجڑا کارخانہ کر رکھا ہے پہلے ہم لوگوں کو کہلا دیا ہوتا پھر ان بیچاریوں کو بٹھاتیں۔ دیکھو تو سہی اس لڑکی کے کپڑوں میں سے کیسی بو آرہی ہے میرا تو جی بھی متلانے لگا۔ ماشہ دو ماشہ عطر بھی نصیب نہیں تھا تو شادی میں آنیکی کیا ضرورت ماری جاتی تھی اور پھر یہ بیحیائی کہ برابر گھسکر بیٹھتا۔ بیگم صاحب کو بھلا کا یہ کہنا ناگوار تو بہت معلوم ہوا۔ مگر سسرال کا معاملہ سگی نند کی لڑکی اپنے گھر کی مہمان کچھ سوچ ساچ دم بخود رہ گئیں۔ ہاں اور بیویوں کو یہ نکتوڑے بہت ہی زہر معلوم ہوئے مفلس غریب بے ماں کی بچی وہاں سے اٹھ الگ کونہ میں جا بیٹھی۔ اسکی حسرت و بیکسی دیکھکر ایک بڑی بی کو غصہ آگیا۔ کہنے لگیں۔ لڑکی ذرا اپنی ہستی کو دیکھکر بات کر تونے تو موئے کافروں کو بھی مات کیا۔ امیری اور غریبی کسی کی ذات نہیں ہے۔ جس جگہ سے تونے اس وقت ایک بے ماں کی بچی کو اٹھا دیا۔ تجھے خبر ہے یہ کس کا دربار ہے اور یہ صحنک کس بیوی کے نام کی ہے یہ اس باپ کی بیٹی ہے جو مسلمانوں کے سر کا سرتاج ہے وہ بیوی ہے جس کا نام فاطمہ زہرا جو خود دکھیاری مصیبت کی ماری تھی۔ دو دو تین تین وقت کے فاقوں میں بھی جو کچھ میسر آیا وہ حاجتمندوں اور مسکینوں پر قربان کر دیا اور اپنی نیکیوں کا نمونہ ایک ایسی یادگار چھوڑ گئی کہ آج مسلمان بیویاں اس کے نام پر فخر کرتی ہیں۔ اے شیخی میں چور اور دولت میں مغرور لڑکی تونے سچے دربار سے ایک ایسی اصل نسل سیدانی کو اٹھا دیا جو تجھ سے زیادہ حقدار ہے۔ دنیا فانی

اور یہ دولت آنی جانی ہے اری نادان کس چیز پر پھولی۔ خدا سے ڈر اور مرنے کو مرنا سمجھ اس وقت اس یتیم بچی کا دل کیا کہہ رہا ہوگا اس کی آہ بڑے دُکھے ہوئے دل کی فریاد ہے اور ایک ایسے بادشاہ کے حضور میں ہے جو تجھ سے بہت زیادہ اختیار والا اور منصف مزاج ہے میری آج کی بات یاد رکھ اگر اسکو راضی نہ کیا تو برباد ہو جائیگی۔ بڑی بی کی باتیں کچھ ایسی درد بھری تھیں کہ سب کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ مگر پیشتر اس سے کہ ٹوئی تو ہی کمبخت۔ بہتیرا ہی ممانی نے کہا مگر اس کے کان پر جوں نہ چلی۔ اُٹھی اور منہ ہی منہ میں بڑبڑاتی ہوئی سیدھی ہولی۔ سب گنوں پوری کوئی نہ کہو لنڈوری اتنا کچھ اللہ نے دیا تھا مگر شیخی کہاں جاتی وہ تو بغل ہی میں تھی چلتی زنیعہ ہولی زاد بہن سے اینڈوی کے کنگن لیکر ہاتھوں میں ڈال لیئے۔ رات کو پڑ کر سوئی تو نہ کڑوں کا خیال نہ گہنے کی احتیاط یوں ہی پہنے پہنے ڈھیر بڑے ہاتھوں کے کنگن ڈھیلی کیلیں۔ ایک کھلکر گر پڑا صبح اُٹھی تو ہاتھ منہ کنگی چوٹی سرمہ کاجل سب ہی چیزوں کا ہوش اور نہ ہوش تو گہنے کا۔ ماما نے دیکھ کر جتایا تو ڈھنڈیا پڑی۔ شادی کا ہنگامہ سینکڑوں آدمی کھڑے کنگن کیا خاک ملتا ستم یہ ہوا کہ اس دینے والی بدنصیب کے بھی کنگن میکہ کے نہ تھے سسرال کے کنگن چڑھاوے کے آئے ہوئے نقصان ہوا وہ الگ شرمندگی ہوئی سو جدا بیٹیو! اس واقعہ سے تمکو سبق لینا چاہیئے۔ کبھی کسی کے مانگے کی چیز کا استعمال نہ کرو کہیں شادی میں جاؤ تو بڑوں اور چھوٹوں سے ملکر جو جگہ تمہارے واسطے تجویز ہوئی وہاں بیٹھنا بچھونا بچھا ؤ اس بات کی سخت احتیاط کرو کہ تمہاری وجہ سے مکان میں پیسے وغیرہ نہ بڑیں میزبان کا بچھونا خراب ہو۔ جو کچھ خدا نے تم کو دیا ہے وہی پہن اوڑھ کر جاؤ۔ ملو تو اس طرح کہ جو دیکھے وہ خوش۔ رہو تو اس طرح کہ جو بلائے وہ باغ باغ۔ جدا ہو تو اس طرح سے کہ دوبارہ ملنے کی آرزو باقی رہی۔ جو کچھ مانگا تو م جہلا میسر ہے اسکو نگاہ میں رکھو سوتے وقت سب چیزیں اُتار کر کسی بڑی بوڑھی کے سپرد کردو۔ بالیوں کی کونجیں پونچیوں کی گھنڈیاں۔ کڑوں کے موگرے۔ بازو بند۔ جوشنوں کے ڈورے۔ مگر مرکیوں کا کانٹا ان سب چیزوں کی طرف سے اطمینان

کر لو کہ ٹھیک ہیں اور گرنے والی نہیں۔ صبح اٹھتے ہی منہ ہاتھ دھونے کے بعد جن زیورات کو پہنا ہے اس کی جانچ کرو۔ بدصورت لڑکیوں پر کبھی نہ ہنسو۔ ممکن ہے کہ اُنکی سیرت تم سے بہت اچھی ہو۔ کسی کو حقارت اور نفرت سے دیکھنا بڑی بھاری غلطی ہے۔

ایک لڑکی کا ذرا کالا تھا رنگ — اور اس کے بھائی کا گورا تھا رنگ

کھیلتے تھے ملکے وہ دونوں بہم — کچھ نہیں تھا اُن کے دلکو رنج و غم

ایک دن اُنکو کہیں گھر میں پڑا — اتفاقاً ایک آئینہ ملا

دیکھی صورت اسمیں دونوں نے جو ہیں — کھلکھلا کر ہنس پڑا لڑکا وہیں

اُسکے ہنسنے کا سبب وہ پا گئی — اور اپنے دل میں شرمندہ ہوئی

آئی پھر روتی ہوئی وہ ماں کے پاس — اور یوں کہنے لگی ہو کر اُداس

بھائی کو بلوا کے اماجان ابھی — کہدو آئینہ نہ دیکھیں وہ کبھی

ماں نے اس کی جو بہت تھی ہوشیار — پونچھ کر آنچل سے آنسو کرکے پیار

اس کی ٹھوڑی کو پکڑ کر یہ کہا — کون اس صورت کو کہتا ہے بُرا

خاصی اچھی شکل ہے اے میری جان — کچھ نہ کرنا اپنے دل میں اسکا دھیان

اور اگر ایسا ہی تم کو ہے خیال — اور صورت کی برائی کا ملال

تو کرو بیٹی ہمیشہ نیک کام — تاکہ ہو دونوں جہاں میں نیک نام

صورت اچھی گر نہیں تو شرم کیا — سیرت اچھی چاہیئے اے باحیا

اور پھر بلوا کے لڑکے سے کہا — تم کو دعویٰ ہے بہت کچھ حسن کا

کیوں ہنسے تھے تم بہن کی شکل پر — کیا برائی اسمیں آئی تھی نظر

یہ جو صورت ہے تمہاری چاند سی — ہے نہیں تا تو ہے کچھ کچھ ماند سی

گر کسی کی شکل ہو سچ مچ بری — تو بھی اس میں کیا خطا اُس شخص کی

اور جسکو اچھی صورت دے خدا — اسکو بھی کچھ حق نہیں ہے فخر کا

ہاں مگر جو کوئی اپنے ہاتھ سے — اپنی صورت کو بنائے آپ سے
شرم بھی جائز ہی بیشک فخر بھی — یہ نہیں ممکن مگر بیٹا کبھی
کام اچھے کرکے تم اے میرے چاند — اپنی صورت کو لگا دُو چار چاند
اسکو بخشا ہی خدا نے جو شرف — یہ نہو لگ جائے اس میں کچھ کلف

اچھی صورت سے ہیں اچھے اچھے کام
ختم کر راشد حکایت والسلام

(۹)

یہانتک پہنچکر نسیمہ ٹھٹکی تو ماں نے ایک ٹھنڈا سانس بھرا اور نند سے کہا اے ہے آپا۔ اس غریب لڑکی کا حال سُنکر تو میرا جی بہت ہی کڑھا مگر ایک بات کہتی ہوں۔ لڑکیوں کے پڑھانے لکھانے سے فائدہ کیا۔ اُنکو کہیں نوکری نہیں کرنی۔ روٹی نہیں کمانی۔ سارے جہان کا حال تباکرا ور دیدہ دلیل کرنا ہی۔

نند۔ اللہ کا شکر ہی میں بھی مسلمان ہوں اور تم بھی۔ ہمارے پیغمبر صاحب نے فرمایا ہو کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت پر فرض ہی۔ نسیمہ کی ماں تم بھی کیا بچوں کی سی باتیں کرتی ہو۔ پڑھنے سے اور عقل آئے گی یا دیدہ دلیل ہوگا۔

بھاوج۔ پیغمبر صاحب کے فرمانے کی تو مجھے خبر نہیں۔ مگر میرے ابا اللہ بخشے آخر اتنے بڑے مولوی تھے۔ لیکن ہمیشہ یہی کہتے رہے کہ لڑکیوں کا پڑھانا بہت ہی بُری بات ہے۔

نند۔ میں تمہارے والد کی شان میں تو کچھ نہیں کہتی مگر جن بزرگوں کا یہ خیال تھا وہ غلطی پر تھے۔ وہ بات کی تہ کو نہ پہنچے اور مسلمانوں کو جان بوجھکر کنوئیں میں دھکیل دیا مائیں ہیں جاہل بچوں کی تربیت اچھی نہ ہوئی۔ خاصی بھلی چنگی قوم کا ناس ہو گیا پیغمبر زادیاں اور پیغمبر صاحب کے زمانہ کی مسلمان عورتیں علم کا دریا تھیں۔ یہ تو موٹی سی بات ہے کہ

علم آدمی کو آدمی بنا دیتا ہے۔ پڑھ لکھکر تو عورتیں خدا کو خدا سمجھنے لگیں گی۔ گناہ سے بچیں گی۔ برائی سے پرہیز کریں گی۔ ایمان کو ایمان، عزت کو عزت، بڑوں کو بڑا چھوٹوں کو چھوٹا ہر چیز کی اصلیت معلوم ہو جائیگی۔ دیدہ دلیل کی جو کہتی ہو تو کیا ان پڑھ عورتیں جلتی ہوئی نہیں ہوتیں۔ جاہل تو ایسی ایسی چاتر ہوتی ہیں کہ بڑی بڑی پڑھی لکھیوں کے کان کاٹیں تم کو کچھ بسنت کی بھی خبر ہے۔ کبھی اخبار دیکھو اور دنیا کا حال سنو تو معلوم ہو کہ مسلمان کتنے ذلیل ہو گئے۔ روز بروز بدتمیز نالائق جھوٹے کمینے ہوتے جاتے ہیں۔ یہ کیوں ہو رہے ہیں اس وجہ سے کہ عورتیں جاہل ہیں اور گودیں ہیں دنیا بھر کے عیب بچوں میں پیدا کر دیتی ہیں

بھاوج۔ واہ بوا واہ عورتیں جاہل ہیں تو مردوں سے واسطہ یا وہی کہاوت ہے کہ "کمہار پہ بس نہ چلا گدھیا کے کان اینٹھے"۔

نشد۔ (ہنسکر) ہاں ہاں بہت بڑا واسطہ ہے۔ بچوں کا سب سے پہلا مدرسہ سمجھو یا لیت سمجھو جو کچھ بھی ہے ماں کی گودی ہے جو سنیں گے وہ جانیں گے جو دیکھیں گے وہ سیکھیں گے۔ اماں کی یہ حالت کہ نہ خدا کی نہ رسول کی تہذیب سے کوسوں دور جہالت میں چکنا چور عقل نہ ہوش برکت نہ نور۔ چہرہ پر پھٹکار صورت پر خدا کی مار۔ نالائق طریقے بیہودہ اطوار وہی اثر بچہ پر ہو گا یا کچھ اور۔ بچپن کی پڑی ہوئی عادتیں قبر تک ساتھ جاتی ہیں اور کسی طرح چھڑائے نہیں چھٹتیں۔ جھوٹ مکر دغا بے ایمانی۔ بس اسکا نام مسلمانی رہ گیا ہے۔ تم بھی تو مسلمان ہو تمہارا دل یہ نہیں چاہتا کہ مسلمان دنیا میں عزت حاصل کریں اور اس مصیبت سے چھٹکارا پائیں۔ کل ہی تو میں نے اخبار میں پڑھا ہے جیلخانہ کے قیدیوں میں اسی فیصدی مسلمان ہیں یعنی سو میں اسی باقی بیس میں اور سب قومیں۔ یوں سمجھو کہ اگر شہر میں پانچ آدمی پکڑے جائیں چور دغا باز بے ایمان ہوں تو ان میں چار مسلمان ہیں کیسے شرم کی بات ہے اگر آج لڑکیاں پڑھ لکھکر ان دقیانوسی ڈھکوسلوں سے کسی طرح چھٹی پا جائیں تو چاہے ہم ہوں یا نہوں مگر ایک پچاس برس بعد جو جیتا رہے گا وہ

دیکھ لیگا کہ ایمان جس پر انسانیت کا دارومدار ہے کیا درست ہوتا ہے اور جب ایمان یعنی
آدمی کی طینت ٹھیک ہے تو دنیا اور دین دونوں اچھے۔ مجکو تعجب اور افسوس ہوتا ہے
کس طرح لوگ دوسروں کو دہوکا دیکر اپنا کام کر لیتے ہیں، انسانیت کے معنی یہ ہیں کہ جو بات
آدمی اپنے واسطے پسند نہ کرے دوسرے کے لئے بھی روا نہ رکھے نہیں تو وہی کہاوت
ہو گی اپنا پوت اور کا ڈھینگرا۔ تعلیم سے بچے کے خیال چاہے لڑکا ہو یا لڑکی کچھ نہ کچھ
کیا بہت کچھ درست ہو سکتے ہیں۔ خدا وہ دن کرے کہ مسلمانوں کی لڑکیاں پڑہنے
لکھنے لگیں۔ پھر تم دیکھنا ان ہی گودوں سے ایسے بچے نکلیں کہ واہ واہ اور سبحان اللہ
کہو کیا سمجھیں۔ سچ ہے یا جھوٹ۔

بھاوج۔ سچ جھوٹ تو میں جانتی نہیں۔ مگر ہاں یہ ضرور کہوں گی سو میں کہوں ہزار
میں کہوں کہ اگر ایسا ہی پڑہانا ہے تو قرآن شریف پڑہا دو۔ نماز سکہا دو بس اس کے
آگے ٹھیک نہیں۔ لکھنا سکہانے کی تو میری صلاح ہرگز نہیں ہے۔ کون سے دفتر لکھنے
ہیں لکھنا آتا ہے تو جس کو جی چاہا لکھ بھیجا۔

نند۔ جی نہ ہوا پاگل ہوا کہ جس کو جی چاہا لکھ بھیجا۔ بے پڑھے لکھے جی چاہا تو
جہاں جی چاہا نکل کھڑے ہوئے ایک اسی بیہودہ خیال نے ہم کو کچھ سے کچھ بنا دیا۔
بیوی علم تو اور بری باتوں سے روکتا ہے۔ یا الٹا الزام لگاتی ہو۔ میرا اتنا سمجھانا
بھی بیکار گیا۔ اچھا اور ایک بات بتاؤ میاں بیوی کا رشتہ کیسا ہوتا ہے سینکڑوں
باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ دوسرے سے بتانے کے قابل نہیں۔ اگر میاں پردیس میں ہے اور
لکھنا نہیں آتا تو اول تو ایک ایک کی منت خوشامد کرو دوسرے تمام دنیا میں اپنی بھید کا
ڈھنڈورا پیٹو۔ گھر کا بھیدی لنکا ڈہائے۔ ہے غرض کے وقت تو کچھ نہ معلوم ہوا لیکن جب سر پہ
آپڑی تو آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ بولو بیوی ہاں تا کا کچھ تو جواب دو۔ چپ رہنے کی سہی نہیں ہے۔

بھاوج۔ ہاں یہ تو سچ ہے۔ مگر آپا پڑہنے لکھنے سے ذرا عقل زیادہ تیز ہو جاتی ہے۔ اور

پھر وہ رہی کی سوجھتی ہے۔

نند۔ پھر عقل زیادہ ہونا بھی عیب ہے۔ برا تو ماننا نہیں۔ اس اپنے گوشت کے لوتھڑے ننھی ہی کو دیکھ لو کیا چیز نہیں ہے۔ آنکھ، ناک، کان، ہاتھ پاؤں انگلیاں کسی کی ہوں پانچ۔ اس کی جہہ خفا ہو گی تو ہو لینا۔ ایک پڑھنے کی وجہ سے جانور ہو گئی۔

بھاوج۔ اس کی تقدیر کیا کروں۔ میں آپ اس کے ہاتھوں نالاں ہوں۔ باتوں ہی باتوں میں سب کچھ کہہ دیتی ہوں مگر وہ تو اس کان سنا اور اس کان اڑا دیا۔ چکنا گھڑا بوند مار پڑی پھسل گئی۔ موئے کتے کی کیا اور ہو گی اور اس کی نہیں غیرت ہو تو سب کچھ ہے۔ جب اُتار لی منہ کی لوئی تو کیا کرے گا کوئی۔ مسلمان کی بچی اور کبھی خدا کو سجدہ نہ کرے۔ کہاں سے دل میں خوف ہو تو کرے۔ کوڑی کوڑی پر قسم بات بات میں قرآن۔ جوان لڑکی پھٹی کٹی۔ موٹی تازی کھانے کو سب سے پہلے موجود۔ کام کے نام موت بس بی آپا اب میں جاتی ہوں۔ دیکھو کتنی دیر ہو گئی۔ اُن کے آنے کا بھی وقت ہو گیا۔ جاؤں کھانے کا ٹھیک ٹھاک کروں۔

(۱۰)

بھاوج مزاج کی کیسی ہی ضدی کیوں نہ ہو مگر نند نے آج ایسا آڑے ہاتھوں لیا کہ دو ہی باتوں میں سٹی بھول گئی۔ کچھ بات کی بچ کچھ مرے ہوئے باپ کی غیرت کا خیال منہ در منہ قائل نہ ہوئی تو کیا دل میں تو اتنا سمجھ ہی گئی کہ نند جو بات کہہ رہی ہے وہ پاؤ تولے اور پاؤ رتی کی۔ دور کیوں جاؤں پہلے اپنی ہی لڑکیوں کو نہ دیکھوں۔ کہنے کو تو دونوں ایک ہی پیٹ کی اولاد میں ایک ہی ماں کا دودھ پیا ایک ہی گھر میں ہیں، ہیں بھی ایک ہی محلہ میں پلی بڑھیں۔ مگر زمین آسمان کا فرق ہے۔ نہ بیگم یہ گستاننگ۔ وہ آدمی یہ جانور کہنے کو جو چاہے سو کہہ لوں مگر ایمان کی بات یہ ہے قصور میرا ہی ہے۔ ایک تربیت اچھی نہ ہونے سے لڑکی ہاتھ سے جاتی رہی ڈیڑھ گز کی زبان ساتویں آسمان پر مزاج لڑکی کیا

فرعون بے سامان ہے۔ نرگس کی دشمن سوسن کی قاتل۔ باکھی ہے وہ شاکی تاباں ہے وہ مالال پھوہڑپکی ناخوش باوا بیزار خدا کی قسم اس مردار نے تو میرا دم ناک میں کر دیا۔ ننھیال اور ددھیال ایک بھی تو خوش نہیں۔ پھر یہ کیسی آفت ہے کنبہ تو کنبہ اور محلہ تو محلہ۔ شہر بھر میں نام اچھل رہا ہے بیچاری دھوبن لینے میں نہ دینے میں آس نہ پاس۔ پرسوں بیٹھے بٹھائے اُسی کی جان کو آگئی۔ زبان ہے کہ الامان الحفیظ۔ سینکڑوں کوسنے اور ہزاروں نصیحتیاں۔ بچہ نہیں نادان نہیں۔ پاگل نہیں سڑن نہیں۔ یہاں تو خیر جیسی گزرنی تھی گزر گئی اور جیسی گزرنی ہوگی گزر جائے گی۔ مجھکو تو آگے کا اندیشہ ہے۔ کون بھریگا اور کیا کریگی نسیمہ کی طرف سے ٹھنڈی ہوا آرہی ہے۔ الٰہی دنیا بھر کی خوبیاں ہیکو۔ دودھوں نہائے پوتوں پھلے۔ باپ کی اچکن میں کھڑے کھڑے ایسا بخیہ کیا کہ میرے تو باپ سے بھی نہ ہو۔ سگھڑ ہے زبان مسکین تمیزدار ٹرنی تک جو چاہیں کہدیں کیا مجال جو اُلٹ کر جواب دے۔ کیسا دل خوش ہوا ہے جب بھری محفل میں ملانی جی نے کہا ہے کہ میرا تو منہ نہیں جو نسیمہ کی تعریف کروں۔ مجھہ اندھی بہندی کا جیسا خیال رکھتی ہے۔ رونگٹا رونگٹا دعا دیتا ہے۔ محلہ بھر اپڑا ہے اور ایک سے ایک افضل اور اعلیٰ اللہ رکھے کھاتے پیتے مگر کوئی بات بھی نہیں پوچھتا۔ لیکن وہ اتنی سی بیگم دلی کہوں فرشتہ کہوں جب تک مجھکو کھانا نہ بھیجدیگی اپنے منہیں ڈالنا حرام۔ کون کسی کو پوچھتا ہے اس عمر میں وہ دل ہے کہ میں نے تو اتنی عمر میں دیکھا نہیں یہ کرتہ اور پاجامہ اسی کے ہاتھ کا ہے جان سے مال سے ہاتھ سے پاؤں سے ہر وقت اور ہر لحظہ تیار اور موجود گھڑی بھر کو نکل جاؤں تو زردہ پہ زردہ۔ پانچوں وقت نماز کے بعد دعا مانگتی ہوں الٰہی دنیا کا عیش اس بچی کو نصیب ہو۔ عزت آبرو تو خدا کے ہاتھ ہے مگر میرے ساتھ تو اس نے ایسا سلوک کیا کہ میرے منہ نے باپ دادا کی لاج بڑوں کی عزت سادات کی نشان اس کے دم سے باقی رہ گئی۔ در در بھیک مانگتی تو ٹکڑا نصیب ہوتا۔

رات کا وقت گھر بھر پڑا سوتا تھا اور وہ نیکبخت پلنگ پر لیٹے لیٹے کبھی ہنس رہی تھی

کبھی رو رہی تھی۔ ان دونوں کے جھگڑوں سے چھٹی پائی تو بڑی کا دھیان آیا۔ پردیس کا خیال آتے ہی ایک جھگڑا بند ہو گیا۔ سوچنے لگی کہ جمعہ جمعہ آٹھ۔ جمعہ پندرہ۔ جمعہ بائیس ہفتہ تیئس اتوار چوبیس پیر پچیس منگل چھبیس آج ستائیسوں دن ہے خط نہ پتر خیر نہ خبر کس سے پوچھوں کیا کروں پر ہوتے اُڑ کر جاتی دیکھ آتی۔ ننھے کا جی بے مزہ لکھا تھا خبر نہیں اب کیسا ہے۔ خراب خراب باتیں بُرے بُرے وہم دل میں آ رہے ہیں۔ خدا کرے اچھی ہو۔ گرمی کا موسم، دن ایسے، پہلی گرمی۔ بچہ کا ساتھ خدا اپنا فضل رکھے۔ دو حرف لکھوا کر بھیج دیتی تو یہ پریشانی نہ ہوتی مگر اس بیچاری کا قصور ہی کیا پرائے ہاتھ کی محتاج کہاں جائے کس سے لکھوائے میاں دورے پر گیا ہوگا۔ غریب اسی ادھیڑ بن میں تھی کہ لوٹا بیٹی نے بلبلانا شروع کیا۔ سات دن سے آنکھیں دکھ رہی تھیں بہتیرا ہی سب نے کہا دو دن گھر الگا لے۔ تیسرے دن تارا سی آنکھیں ہو جائیں گی۔ مگر وہ کس کی سنتی تھی۔ پھوپھی نے ہرچند سمجھایا کہ ادھی کی پھٹکری کر چھے میں رکھ کر بھون لو۔ پھول جائے تو سرمہ سی پیس کر گلاب میں حل کر لو اور چھان کر شیشہ میں بھر لو۔ پرکاقلم میں بھیج دوں گی۔ دو تین ہی دفعہ کے ڈالنے میں دیکھنا کتنا فرق معلوم ہوتا ہے۔ اگر کسی معلوم ہو تو اسکو بھی جانے دو۔ ایک پیسہ میں پوست۔ پھٹکری۔ چھوٹی ہڑ بہیڑہ یہ چار چیزیں منگوا کر دو پوٹلیاں باندھ پانی میں ڈال لو۔ وہ پھیرتی رہو۔ دیکھنا ایک ہی دن میں آنکھیں چندن سی ہو جائیں گی۔ چاکسو تو لگتا بہت ہے کھو میں رات کو آکر سفیدہ بھر دو ذرا سی تکلیف تو ہو گی صبح اُٹھتے ہی یہ کھٹک وٹک کچھ بھی نہ رہیگی۔ اگلے برس میری آنکھیں کیسی ڈوبڈبا آئی تھیں ڈاکٹر کی دوا دو تین ہی دفعہ ڈالی تھی بالکل صاف ہو گئیں۔ آنکھوں کا معاملہ ہے کھٹائی میں ڈالو غرض اپنی اپنی جگہ سب ہی نے سمجھایا۔ مگر منجھلی بیگم کی سرکار میں کہنا بیسود اور سمجھانا بیکار۔ کیسا علاج اور کسکی دوا۔ چاہیئے کہ نون مرچ بادی ثقیل کسی چیز کا تو پرہیز کرتی۔ توبہ۔ سب ہی کچھ کھایا اور سب ہی کچھ پیا۔ ستم یہ کیا کہ ادھر تو کھائی پرائی اُوپر سے پیا ڈٹ کر پانی۔ دوپہر کو آئی کا جھمن اس سے نبواسے کچا لو اور وہ بھی امرود کے

کھانا تھا کہ آنکھوں میں دیے پڑ گئے تھے، سونے لگی تو آنکھوں کا حال کچھ اور ہی تھا۔ دم بھر کو چین نہ آیا لیٹی، اٹھی، بیٹھی۔ تڑپی، آخر رونا شروع کیا۔ ماں پہلے ہی لیٹی بیٹی کی تقدیر کو جھینک رہی تھی۔ غصہ تو آ گیا تھا۔ مگر خدا نے ہی کچھ سمجھ دیدی کہ چپکی پڑی رہی۔

رات تو خیر جوں توں کر کے گئی صبح کو نسیمہ کی ماں خاصی اچھی طرح اٹھی منہ دھویا زردہ کھایا۔ ترکاری بیٹھی بنا رہی تھی کہ سر چکرانے لگا سمجھی زردہ ہرا ہو رہا ہے۔ گرمی کا وقت دماغ کو چڑھ گیا۔ مگر سر نے تو وہ گھمیری لی کہ خدا کی پناہ۔ گود کے بچہ نے ضد شروع کی تو ایسی کہ اللہ دے اور بندہ لے۔ وہ ایڑیاں اور وہ ٹھنیاں۔ ہر چند دودھ دیا بہلایا۔ کھڑی ہوئی لیے لیے پھری ہسینیاں بجائیں کنڈیاں کھٹکھٹائیں۔ چمکارا پیار کیا میاں کہا دولہا کہا سب ہی کچھ کہا اور سب ہی کچھ کیا مگر وہ ہار نی کس کی سنتا تھا گھر بھر کو سر پر اٹھا لیا۔ چکروں نے پہلے ہی جان پر بنا رکھی تھی۔ بچہ کی ضد اور مرے کو مارے شاہ مدار ہو گئی۔ کھڑی ہو کر ٹہلے تو ذرا تالو سے زبان لگ جائے۔ جہاں بیٹھی اور پھر وہی چیخم دہاڑ۔ سر کہے کہ ذرا ہلی اور دم نکلا۔ بچہ کہے کہ ذرا دم لیا تو جینا دو بھر کر دونگا بھائی کا چیخنا بلکنا سنکر نسیمہ آئی۔ دیکھتی کیا ہے کہ بچہ پچھاڑیں کھا رہا ہے اور ماں سے ہلا نہیں جاتا۔ بیٹی کی صورت دیکھکر ماں کی جان میں جان آئی کہنے لگی نسیمہ دیکھ تو سہی میری تو جان نکلی جا رہی ہے اور یہ ہے کہ کسی عنوان نہیں مانتا۔ کیونکر کھڑی ہوں۔ ذرا ہلتی ہوں تو بھیجہ نکلا پڑتا ہے۔ خدا کے واسطے اسکو اپنے ہاں لیجا۔

نسیمہ۔ میرے تو سبق کا وقت ہے۔ ذرا قرآن شریف پڑھ لوں تو پھر لے لوں گی۔

پھوپھی بھی بھتیجے کے یہ فیل سنکر کھڑکی میں آ کھڑی ہوئی تھی بھتیجی کا جواب سنکر دنگ رہ گئی۔ اس سے تو کچھ نہ بولی مگر آپ آ کر لڑکے کو لے لیا۔ بچہ کی نقط ضد تھی پھوپی نے جو کندھے سے لگا کر لگاتار پھیرے کئے منہ رکھکر سو گیا۔ الگ سے جھولے میں لٹا چار پانچ جھونٹے دیے بھاوج پاس آ بیٹھی۔ درد بدستور تھا ماما کو بلا پیسہ دیا دہیلے کے مچکن سکے

پھول منگوائے پیکر لگانے تھے کہ درد کا پتہ بھی نہ تھا۔ سبق پڑھ پڑھا چکی تو نسیمہ بھی ماں
کے ہاں آئی۔ مگر پھوپی اس کی صورت دیکھتے ہی وہاں سے اُٹھ کھڑی ہوئی اور کھڑکی کھول
اپنے ہاں۔ بچہ تو سو ہی گیا تھا۔ نسیمہ بیٹھی ماں کا سر دباتی رہی کھانے کا وقت آیا تو ماں
کہنے لگی بس بیٹی تو کھنڈی رہ۔ اب جا کھانا کھا پھوپھی راہ دیکھ رہی ہوں گی۔ گھر آئی تو
پھوپی کا منہ پھولا ہوا۔ کچھ دیر تک تو وجہ سوچتی رہی جب کوئی بات سمجھ میں آئی تو کہنے لگی
کھانا تیار ہے نکالوں۔

پھوپی۔ تم کو بھوک ہو تو کھالو۔ میں تو ابھی نہیں کھاؤں گی۔

نسیمہ۔ کیوں؟ آپ کو بھوک کیوں نہیں ہے۔

پھوپھی۔ اس بحث سے کیا حاصل۔ میں تم سے بات بھی کرنی نہیں چاہتی۔ تم
برابر بولے جاتی ہو۔

نسیمہ۔ مجھے اپنا قصور معلوم ہو جائے کہ مجھ سے کیا خطا ہوئی۔

پھوپھی۔ مجھے کیا خبر نہیں میں سب سن رہی تھی۔ ایسی کڑ بیٹی الٰہی دشمن کو
نصیب نہ ہو۔ ماں کی یہ حالت کہ درد کے مارے بات تک نہ کیجائے۔ کتنی خوشامد سے
اس نے کہا۔ بیٹی ذرا اسکو لے لے اور تیرا دل نہ پسیجا۔ بے سود ہیں وہ بیٹیاں جو اسطرح
بھر منہ ماں کے ہاتھ میں ٹکا سا جواب دیدیں۔

نسیمہ۔ آپ نے خیال نہیں کیا۔ میں نے کیا عرض کیا تھا وہ سبق کا وقت تھا
اس لئے میں نے کہا پڑھ کر لے لوں گی۔

پھوپھی۔ ہاں، ہاں میں نے سن لیا تھا۔ سبق تھا نماز تو نہ تھی کہ قضا کا ڈر ہو۔
تھوڑی دیر ٹھہر کر پڑھ لیتیں۔ ہاں کھانے کو ذرا دیر ہو جاتی۔

نسیمہ۔ اے ہے پھوپھی اماں مجھے تو کھانے وانے کا بالکل ہی خیال نہ تھا۔
اگر یہی قصور ہے تو اماں جان سے ابھی معاف کروا لیتی ہوں۔ میں سچ عرض کرتی ہوں

صرف پڑھنے کی وجہ سے اس وقت عذر کیا ورنہ ایسی خطا ہرگز نہ ہوتی۔
پھوپی۔ پڑھنے کا تو میں جواب دے چکی۔ تم کو یہ سوچنا چاہیئے تھا کہ اس وقت کی تعمیل فقط ماں ہی کا حکم نہیں۔ ایک حاجتمند کی مدد بھی ہے۔ تم نے اپنا ذاتی فائدہ ان دونوں باتوں سے بہتر سمجھا۔ کس کام کا وہ آدمی جو اپنے فائدہ کی وجہ سے دوسرے کی پرواہ نہ کرے۔
نسیمہ وہ لڑکی جس نے آجتک کسی کی آدھی بات نہ سنی ہو پھوپھی کا اعتراض سنتے ہی بے اختیار ہو گئی۔ بس تھا تو ٹے دیکر اپنی آنکھوں پر۔ کھانا چھوڑ چھاڑ الگ کونہ میں جا بیٹھی اور لگی پھوٹ پھوٹ کر رونے۔ ماں سے زیادہ چاہنے والی پھوپھی جس نے آٹھ نو برس میں کبھی بھتیجی کو موں تک نہ کی۔ کہتے تو اتنا کہہ گئی مگر بچی کے آنکھ سے آنسو نکلتا تھا کہ اس کی اپنی آنکھوں میں دنیا اندھیر ہو گئی۔ مگر سمجھدار عورت دور اندیش آدمی دل بہت تڑپا اور جی بہت ململایا۔ لیکن خوب جانتی تھی کہ اگر اس وقت اسکو چمکارتی ہوں تو یہ نازبرداری میرے واسطے نہیں اسی کے واسطے اندھیر ہو گی طبیعت بھر آئی تو کمرہ میں جا آپ بھی رو آئی۔ مگر اس کے سامنے آئی تو خاصی اچھی طرح۔ نسیمہ رو دھو چکی تو آکر پھوپی کے قدموں پر گر پڑی اور کہنے لگی میرا قصور معاف کر دیجئے۔ بھتیجی کا آکر گرنا تھا کہ تڑپ اُٹھی سر اُٹھا کر کلیجہ سے لگا لیا۔ اور کہا میرا تو کچھ قصور نہیں۔ جاؤ اپنی اماں سے معاف کراؤ۔ میں بھی پیچھے پیچھے آتی ہوں۔ اماں غریب ان قرینوں سے کیا واقف وہ تو اس بیٹی کی ماں تھی جس نے آجتک کبھی کہا ہی نہ مانا۔ اسکو یاد بھی نہ تھا کہ میں نے کیا کہا اور اس نے کیا کیا۔ مگر نسیمہ کی اس فرمانبرداری سے دل باغ باغ ہو گیا۔

(۱۱)

بات رفع دفع ہو گئی وقت گزر گیا۔ سنجیدہ اس وقت تو چپ ہو گئی مگر رہی تاک میں کہ کب موقع ملے اور میں اسکو ٹٹولوں۔ برسات شروع ہو گئی تھی ایکدن رات کے وقت لڑکی بالیاں جھولا جھول رہی تھیں۔ پہلے بیاہی لڑکیوں نے ملہار گائے پھر چھوٹی چھوٹی

بچیوں نے یہ گیت شروع کیا۔

نیم کی نبولی پکی ساون بھی کبھی آوئی گا

جیوے میری ماں کا جایا ڈولی بھیج بلاوئی گا

دونوں پھوپھی بھتیجیاں برابر لیٹی سُن رہی تھیں اور جھولے کی لڑکیاں لہک لہک کر گا رہی تھیں دیوار بیچ گھر تھا صاف آواز آ رہی تھی۔ سنجیدہ نے بھتیجی سے کہا نسیمہ تم نے گیت سُنا۔

نسیمہ۔ جی ہاں۔ مجھے پہلے سے بھی معلوم ہے۔

پھوپھی۔ کچھ اس کا مطلب بھی سمجھتی ہو۔ کہنے کو تو ایک معمولی سا گیت ہے۔ مگر ذرا غور کرو اور بہن بھائیوں کی محبت کا اندازہ کرو۔ بھائی جیسی چیز بھلا کہیں دنیا میں نصیب ہوتی ہے۔ یہ بیچاری لڑکی اپنی سسرال میں ہے۔ جہاں میکے کی چڑیا تک نصیب نہیں۔ نیا نیا بیاہ اجنبی آدمی غیر لوگ رہتے رہتے جی اکتا گیا اور میکے والوں کی صورت دیکھنے کو آنکھیں ترس گئیں ماں اور باپ دونوں کا سایہ سر سے اٹھ چکا ہے۔ جن کے دم سے میکہ تھا جب ہی چل بسے تو اب کون بات پوچھنے والا رہا۔ بچپن کے دنوں کو یاد کر رہی ہے گھر جھوٹا گھر والے چھوٹے جن کے ساتھ کھیلی بڑہی اٹھی بیٹھی انکی باتیں خواب خیال ہو گئیں کوئی اتنا بھی نہیں کہ وہاں والوں کی خبر تو لادے۔ جس گھر میں اس وقت ہے وہاں نیم کا درخت لگا ہے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں میں بیٹھی پچھلے زمانہ پر آنسو بہا رہی ہے۔ اس رنج و غم کی حالت میں جب کلیجہ پر چھریاں چل رہی ہیں اور چاروں طرف نظر دوڑا رہی تھی خیال آیا کہ ماں مر گئی تو کیا ماں جایا موجود ہے، ساون کے مہینہ میں جب بھاوج کے واسطے جھولا پڑیگا اس وقت تو بھائی مجکو یاد کریگا۔ نند بھاوجیں بیٹھکر جھولیں گی۔ اتنا سوچی تھی جو اوپر نگاہ گئی تو پکی پکی نبولیاں دکھائی دیں۔ یہ کسی سے سن رکھا تھا کہ نبولی ساون کے قریب پکتی ہے۔ بے اختیار ہو کر کہتی ہے۔

نیم کی نبولی پکی ساون کبھی کبھی آوئی گا۔

یہانتک تو وقت آگیا کہ نبولی پک گئی کبھی کبھی تو ساون بھی آوے ہی گا یعنی میں کب تک اس طرح ترسونگی۔ اور اپنے عزیزوں کے دیدار سے محروم رہونگی۔ ساون آیا اور میکہ پہنچی۔ اس یقین کے ساتھ ہی بھائی کی محبت کا جوش دیکھو پہلے اس کی درازی عمر کی دعا مانگی۔ پھر اپنی خواہش ظاہر کی۔

جیوے میری ماں کا جایا ڈولی بھیج بلاوہی گا

تم نے یہ مثل سنی ہو گی۔ بہن سو برس کی اور بھائی پانچ برس کا۔ بہن کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو چھوٹا سا بھائی بھی اس سے رشتہ میں بڑا ہی اسکا مان رکھنے والا اس کی ناک رکھنے والا کیسی خوش نصیب ہیں وہ لڑکیاں جنکو اللہ نے یہ نعمت دی۔ اور کیسی بدنصیب ہیں وہ لڑکیاں جو اس نعمت سے نفرت کریں۔ بھائی جیسی چیز بھلا کہیں نصیب ہوتی ہی اپنا دم ہی تو سب کچھ میسر ہو جائیگا۔ مگر یہ چیز کہاں۔ شاید ہی کوئی دن جاتا ہو گا کہ میں تمہارے چھوٹے چچا کو نہ یاد کرتی ہوں۔ کیسے ہنستے ہوئے دروازے میں گھستے تھے اور وہیں سے کہتے تھے آپا کدھر ہیں۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے برسات کے دنوں میں رومال بھر کر امرود لائے کنجڑے کو کیا غرض پڑی تھی کہ وہ دھو دھلا کر دیتا کیچڑ میں لتھڑے مٹی میں سنے ہوئے میرے حوالے کئے۔ میں حکیم جی کے ہاں چھٹی میں جارہی تھی۔ کارچوبی دوشالہ سر پر تھا انہوں نے رومال الٹا میں جھولی میں سب امرود دیئے۔ سچ کہتی ہوں وہ کیچڑ کارچوب سے زیادہ عزیز تھی۔ دوشالہ خراب ہو گیا تو ہو گیا۔ اب بھی اس جیسے چار موجود ہیں مگر اس محبت سے لانے والا پیدا نہیں نہ اماں ابا قبر سے اٹھکر آئیں گے نہ بھائی پیدا ہو گا۔ چھوٹے بہن بھائیوں کی خدمت تو عین سعادت ہے۔ ہم کو پال پوس کر اس لئے بڑا کیا کہ ہم ماں کا ہاتھ بٹائیں۔ دکھ درد میں ساتھ ہوں جیسی ہماری خدمت کی ہی اسکا بدلہ تو ممکن نہیں مگر انسانیت کے معنی یہ ہیں کہ چل پھر کر اٹھ بیٹھکر جس طرح بھی ہو اور جتنا کچھ بھی ہو انکے شریک ہوں۔ مجھے تعجب نہیں سخت رنج ہوا کہ اس وقت تم جیسی سعادتمند بیٹی اور

ایسی کٹر۔ ماں کا حکم بھائی کی خدمت اور انکار۔ وہ بیچاری تو اس معاملہ میں پہلے ہی
بدنصیب ہے ایک ہی وہ ہزاروں کوس پڑی ہے مہینوں خیر صلاح کی خبر نہیں دوسری صاحب
ہیں نورٌ علیٰ نور۔ ماں مرتے مرجائے اور اس کی بات پوچھنی حرام۔ بہن بھائی تو دوسرے
درجہ پر ہیں اس کا بس چلے تو ایک کو سنکھیا دوسرے کو زہر آج ہی گھر بھر کا صفایا کر دے۔
رہیں تم سو خیر کبھی امرت کبھی زہر۔ مہربان ہوئیں ماماؤں تک کی دعائیں لے لیں۔ پھروان
ہوئیں تو ماں جائے تک کی پرواہ نہیں۔ بات کرو تو ایسی کہ دنیا بھر تعریف کرے اور
کام کرو تو ایسا کہ جو دیکھے وہ خوش ہو۔ چند روز میں یہ میکہ کا زمانہ خواب خیال ہو جائیگا
نہ ماں خدمت کی طلبگار ہوگی نہ بہن بھائی عنایت کے خواستگار۔ ماشاءاللہ سمجھدار ہو۔
اس وقت کی قدر کرو اور موقعہ کو ہاتھ سے نہ دو۔ یہ وقت پھر آنے والا نہیں۔ بہت جلد
ختم ہونیوالا ہے۔ ایسے کام کر جاؤ کہ تمہاری محبت کا سکہ سب کے دلوں پر بیٹھ جائے۔ دلوں
میں گھر کرو اور منجھلی بہن کی ریس کرو۔ جو ماں جیسی عاشق زار کی دشمن اور باپ جیسے شفیق
کی قاتل۔ اگر احتیاط نہ کروگی تو آج کی میری بات یاد کر کہنا روؤگی اور پچھتاؤگی۔ بس
اب رات زیادہ آگئی سو رہو۔

(۱۲)

برسات نکل چلی۔ گلابی جاڑا شروع تھا۔ شبرات سر پر آئی۔ محلہ کے لڑکے لڑکیوں
نے صلاح کی کہ ہر سال بیسیوں روپے آتشبازی میں اٹھتے ہیں اب کے سب سے پہلے
اکھٹے کرلیں اور قاضی جی کے ہاں سے آتشبازی بنوالیں۔ کسی نے روپیہ کسی نے اٹھنی کسی نے
چونی کسی نے دونی جمع کرکرا گندھک بارود کوئلہ لوچون سب چیزیں دن سے منگوالیں۔
تین چار دن سے سب لڑکیاں صلاح کر رہی تھیں کہ کچھ نہ کچھ چندہ نسیمہ سے بھی وصول
کرنا چاہیئے مگر ادھر تو سنجیدہ کا خوف ادھر نسیمہ کے مزاج سے ڈر ہمت نہ پڑتی تھی آخر
ایک دن دل کڑا کرکے دوپہر کے وقت ادھر تو پھوپھی بھتیجیاں کہانی سے فراغت

یا سینا پرونا لیکر بیٹھیں ادہر مین لڑکیاں پھڑی جو تی ٹوٹے گنتے گنتے کے چھلکے چوستی ہوئیں دعا نہ سلام۔ بات نہ کلام۔ کچھ دیر تک تو گم سم کھڑی رہیں اور پھر کہنے لگیں۔ لاؤ بی نسیمہ آتشبازی میں چندہ دو۔ ابھی نسیمہ کچھ جواب نہ دینے پائی تھی کہ پیچھے سے دو اور آ دھمکیں محلہ کا محلہ گمراہ اور آوے کا آوا اندرہا۔ پچھلی دو پہلی سے بڑھ گئیں چبوترے پر پھسکڑا مار لگیں چندہ مانگنے۔

نسیمہ۔ تم اندر آ جاؤ۔ میں سمجھی نہیں کیسا چندہ۔

ایک لڑکی اب کے ہم سب لڑکیوں نے ملکر یہ تجویز کی ہے کہ باہر سے منگوانے کے بدلہ گھر ہی میں آتشبازی بنالیں۔ ایک روپیہ کی کمی ہے تم بھی شریک ہو جاؤ۔

نسیمہ۔ مجھے ان چیزوں سے بالکل رغبت نہیں اور اُلٹی نفرت ہے۔

سنجیدہ تعجب ہے۔ تم لوگ ایسی محنت سے تو گھر گھر پھر کر چندہ وصول کرو اور ایسے فضول کام میں صرف کرو۔ بہت سی ضرورتیں ایسی ہیں کہ وہاں ہیچ۔ آتشبازی تو نہایت خوفناک چیز ہے۔ ہر سال دو ایک آدمی اس کی نذر ہو جاتے ہیں۔ یہی روپیہ اگر کسی نیک کام میں لگایا جائے تو کیسی اچھی بات ہے نہیں تو اگر خالی بھی بلاؤ تو مشکل سے آئیں۔ اگلے برس اخبار میں دیکھا تھا کہ اسفند یار خاں وزیر سردار پور کی اکلوتی بچی انا کے ساتھ ڈیوڑھی میں آ رہی تھی انا تھی کمبخت لڑکی کو اکیلا چھوڑ دار وغہ سے باتیں کرنے لگی۔ ڈیوڑھی میں چل رہی تھی ڈبیا۔ طاق تھا نیچا بچی ہاتھ میں اُٹھا اندر لے آئی۔ انگنائی تک پہنچی ہو گی۔ لو کرتہ میں لگ گئی بھین بھوادا کا کرتہ چٹکی بجاتے بجاتے بھر بھر ہو گیا۔ بلبلا اٹھی جب تک لوگ آئیں چربی نکل چکی تھی۔ میں تو کہتی ہوں کہ ڈبیا تک ایسی جگہ رکھواؤ کہ بچوں کا ہاتھ نہ پہنچے نہ یہ کہ آتشبازی میں چندہ دینے دوں۔

(۱۴)

ادہر تو یہ گزری اور اُدہر ماں بیٹیوں میں خاصی اچھی جھوڑ ہو گئی۔ کمبخت کچھ معاملہ

بھی تو نہیں فقط اتنی سی بات پر کہ اندر گھر کی لگی بندھی کاچھن چھپیا پھر کر ترکاری لائی۔ چاروں طرف سے بچے ٹوٹ پڑے۔ منجھلی بیگم بھی تشریف لائیں۔ چھوٹے موٹے بچے تو صورت دیکھتے ہی نفر و ہوئے۔ بیچ کی راس کے اِدھر اُدھر دبک گئے۔ جو رہ گئے اُن میں سے کسی کے چٹکی کسی کے تھپڑ کسی کے گھونسا کسی کے لپڑ۔ غرض جھٹ چھٹا کر دو تین بچے ہوں گے۔ وہ بھی سہمے ہوئے اور ڈرے ہوئے۔ صاحبزادی نے پہلے تو دس بارہ گھلی گھلی جامنیں چکھکر دیکھیں پھر اُن کا بھاؤ پوچھا۔ کاچھن نے کہا بیگم جو چاہے دیدو بھلا میں تم سے بڑھتی لوں گی۔

منجھلی۔ پھر بھی آخر معلوم تو ہو۔

کاچھن۔ دو آنہ سیر بک ہی ہیں وہی دوں گی۔

منجھلی۔ جھوٹی لپاٹن۔ لوٹنے کو یہی گھر رہ گیا ہے۔ دنیا جہان میں تو بکیں ٹکے سیر تو کہے دو آنے۔ ایسی ایسی نامرادیں یہاں آن مرتی ہیں جنکو رزق نہ موت بہت دنوں تک آسامی بناتی رہی اب یہ داؤں یہاں چلنے والا نہیں۔ بے ایمانی تو دیکھو دُگنے نہ تگنے اکھٹے چوگنے اور موئی جامنوں میں جامنیں بھی تو نہیں اینٹ پتھر کچی کچی اُٹھا لائی ٹکے سیر کے بھی تو لائق نہیں۔

کاچھن۔ سرکار زبردستی تھوڑی ہے نہ لو۔

منجھلی۔ چل مردار نہ کیوں لو۔ پہلے تو بچوں کو لگا دیا۔ اب لگی باتیں بنانے۔ لے تول آدہ سیر۔

زیادہ تہیں فصل کا میوہ سمجھکر کاچھن ایک ڈھیری لے آئی تھی جو سا کر کے ڈیڑھ پونے دو سیر ہونگی اس میں سے آدہ پاؤ یا تین چھٹانک تو بانگی میں ختم ہوئیں۔ باقی میں سے آدہ سیر چھانٹیں تو اس طرح کہ جامنوں کی جان نکال لی۔ کوڑا چھوڑا ایک پیسہ آگے پھینک لگی چلنے۔

ایمان کی بات یہ ہے کہ سندر بیس بائیس برس کی کاجھین منجھلی کی دادی تک کو سودا کھلائے ہوئے ۔ بھلا منجھلی کے منہ کیا لگتی ۔ مگر بہیٹر کی لات گھٹنوں تک بن بھر ٹخ ٹخ کرتی در در پھرتی اور گھر گھر جھانکتی تو شام تک چار پانچ آنے بچ جاتے ۔ دوآنہ کا نقصان دیکھکر چپ سناٹے میں آگئی ۔ پیسہ پھیر دیا اور کہنے لگی ۔ بیوی میری بچی نے نہ کہا ئیں تم نے کہا ئیں پیسہ رہنے دو ۔

منجھلی ۔ چڑیل زیادہ پھیلے گی تو اتنی جوتیاں ماروں گی کہ عمر بھر یاد کریگی ۔

ماں ۔ لڑکی دیوانی ہوگئی ہے اس کا مال ہے چاہے دے چاہے نہ دے ۔ جوتیاں مارنے کی کیا بات ہے ۔ بات بیچاری ذات نہیں بچی ۔ زبان کا ٹانکا ہی ٹوٹ گیا ہے ۔

بیٹی بس ۔ بی بس ۔ میں تمہارے منہ کے لائق نہیں ہوں آئیں بڑی بیچاری وہاں سے حمایت لینے ۔

ماں بیچاری تو اتنی سی بات کہکر چور بن گئی ۔ بیٹی نے جو جو کچھ منہ میں آیا سب ہی کچھ کہہ ڈالا ۔ اور تو کچھ بن نہ آئی ۔ میکے سے تین آدمی آچکے تھے کہ بھاوج پردیس سدھا رہی ہے آکر ملجاؤ ۔ ڈولی منگوا چلی گئی ۔ ایک بج چکا ہوگا ۔ میرزاہد گھر میں گئے چاروں طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا بیوی کا پتہ نہیں ۔ بیٹی سے پوچھا اس کو اس سے اچھا موقع اور اس سے بہتر وقت کون سا ملتا جو ماں سے بدلہ لے ۔ چھوٹتے ہی کہنے لگی خالہ حمیدن کے ہاں گئی ہیں ۔ خالہ حمیدن وہ بشر تھیں جن سے اور میرزاہد سے تین ساڑھے تین برس مقدمہ لڑا ۔ دونوں ایک دوسرے کی جان کے دشمن اور خون کے پیاسے ۔ آمد و رفت میل ملاپ ملنا جلنا سب بند ۔ حمیدن کا نام سنتے ہی میرزاہد کے تن بدن میں آگ لگ گئی ۔ عقلمند اچھی طرح جانتا تھا کہ میرے سامنے صبح سے تین آدمی بلانے آچکے ہیں اور بیوی کہہ چکی ہے کہ ذرا کھانا دے دلا لوں تو آتی ہوں ۔ مگر بیٹی کا کہنا خدا معلوم قرآن تھا یا حدیث کہ فوراً ہی ایمان لے آیا ۔ پہنچنا تا ہوا باہر نکلا تو اُدھر سے ڈولی آرہی تھی اُترنے سے پہلے

ہی پوچھاڑ شروع کر دی۔ آگے آگے بیوی پیچھے پیچھے آپ اندر پہنچی تو بیگناہ چپکی کھڑی
میاں کا منہ تاک رہی ہے کہ یہ فرما کیا رہے ہیں۔ بات نہ چیت۔ واسطہ نہ غرض۔ غصہ
کا ہے کا اور خفگی کس کی۔ لڑکی ناہنجار اتنی کمبخت اور مردار کہ ماں آٹھ آٹھ آنسو رو رہی ہے
اور آپ گردن ٹمکا ٹمکا کر ٹھٹے لگا رہی ہے۔ پھر والد بزرگوار اتنے بڑے سمجھدار کہ پوچھا نہ
گچھا اور بیوی کو گھر سے نکالنے تک پر آمادہ ہو گئے۔ غصہ کی کوئی حد اور خفگی کی کوئی
انتہا۔ کچھ دیر تک تو بدنصیب چپکی کھڑی دیکھتی اور سامنے بیٹھی روتی رہی مگر جب دیکھا
کہ اب میاں کے منہ سے شرافت کے پھول جھڑنے لگے تو وہاں سے اٹھ کوٹھری میں گھس
اندر کنڈی لگا بیٹھ گئی۔ بہن دوڑی آئی تو کیا دیکھتی ہے کہ بھائی غصہ میں آگ۔ بھاوج
کوٹھری میں بند اور بھتیجی دربے میں باغ باغ۔ بھاوج سامنے تھی نہیں بھائی سے پوچھنا مناسب
نہ سمجھا۔ لے دیکے بھتیجی ہی باجی نظر آئی۔ اس سے پوچھا تو وہ کیا کہتی ہے۔ جیسا کیا ویسا
پائیں۔ صبح کی گئی اب آئی ہیں اور پہنچیں کہاں اسی حمیدن کے ہاں۔

بھائی۔ آپا! تم نے بھی بیویوں کے یہ ڈھنگ دیکھے ہیں۔ وہ مردار حمیدن میری جان کی
دشمن جس نے مجھکو بھیک تک منگوا دی اس کے گھر ملنے گئیں اس سے زیادہ اور کیا ستم ہوگا۔

بہن۔ تم نے خود جاتے ہوئے دیکھا۔ انہوں نے آپ کہا یا کسی سے سنا۔

بھائی۔ نہ میں نے دیکھا نہ انہوں نے کہا۔ منجھلی کہہ رہی ہے۔

سنجیدہ۔ گو میرزا ہد جیسے بھائی کی بہن تھی مگر زمانہ دیکھے ہوئے اور منجھلی جیسی بھتیجی برتے
ہوئے۔ سنتے ہی تاڑ گئی کہ یہ صاحبزادی نے گل کھلایا ہے۔ بھائی کو دھیما کر اپنے ہاں
لے گئی۔ کوٹھری کی کنڈی کھلوا اندر گئی تو بھاوج نے کہا آپا۔ یہ اس مردار نے مجھ سے
بدلہ لیا ہے۔ میں تو حمیدن کی صورت سے بھی واقف نہیں۔ سلیم کی دلہن رات کو
ہرات جا رہی ہیں ان سے ملنے گئی تھی۔ کھڑی سواری گئی اور آئی اتنا قصور ہوا تھا سندر
کی جان کو آ رہی تھی۔ میں نے منع کیا۔ اس کے بدلہ اس کمبخت نے یہ آفت ڈھائی۔

خیر میں تو کچھ نہیں کہتی۔

سنجیدہ نے بھاوج کی رام کہانی سُن اُسے تو وہیں چھوڑا اور بھائی کو جاکر وہ ٹھیک بنایا کہ وہ بھی یاد کرتا ہوگا۔ مگر دور اندیش عورت۔ بھائی کو شرمندہ کیا بھی تو اسطرح کہ بھتیجی پر زیادہ بات نہ آنے دی۔ ورنہ مرد اور غصہ میں بھر اخدا معلوم کیا کر بیٹھتا۔ بھائی شرمندہ صورت اپنے اوپر نفرین اور لعنت بھیجتا ہوا باہر گیا تو ماں بیٹیاں اور پھوپھی بھتیجیاں چاروں ایک جگہ بیٹھے تھے۔ سنجیدہ نے منجھلی سے تو بات کی نہیں مگر نسیمہ کی طرف دیکھکر کہا۔

(۱۴)

دنیا میں جھوٹ سے بڑا عیب کوئی نہیں اور آجکل لڑکیوں میں عام طریقہ ہے کہ اس کی بالکل ہی پرواہ نہیں کرتیں ان بیوی کا تو کچھ نہیں بگڑا ایک بات تھی منہ سے نکال دی نتیجہ یہ ہوا کہ گھر میں خون خرابے پڑ گئے۔ جھوٹا آدمی سب کی نظروں میں ذلیل خوار ہوتا ہے۔ یاد رکھو کہ دنیا کی کسی بات پر ہمیشہ پردہ نہیں پڑا رہتا کسی نہ کسی وقت کیسا ہی بھید کیوں نہ ہو ظاہر ہو کر رہتا ہے۔ جھوٹی بات کا پہلے پہل تو سب یقین کر لیتے ہیں لیکن جب کھل جاتی ہے اور پتہ چل جاتا ہے اسوقت سے جھوٹے کی وقعت بالکل جاتی رہتی ہے اس کی سچی بات کا بھی کوئی اعتبار نہیں کرتا۔ خدا نہ کرے کسی لڑکی میں یہ عیب ہو جس محفل میں ذکر ہوتا ہے سب ایک منہ ہو کر کہتے ہیں وہ تو بڑی لپاٹن ہے۔ اگر تم سے کوئی قصور بھی ہو جائے اور تم کو یہ یقین ہو کہ اس کے اقرار میں بڑی آفت اور سخت مصیبت کا سامنا ہے تو بھی آنکھ بند کر کے صاف صاف کہدو سانچ کو آنچ نہیں۔ تو یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ قصور تو ظاہر ہو کر رہیگا۔ البتہ اس قصور کے ساتھ جو اتفاقیہ ہو گیا یہ دوسرا قصور جھوٹ کا اور کھلا۔ جو جان بوجھکر کیا اور دیدہ و دانستہ بولا۔ قصور جتنے ہیں سب معاف کرنیکے قابل مگر جھوٹ ایک ایسا قصور ہے جو کسی حال میں معاف نہیں ہو سکتا۔ جو

لڑکی سدا سچ بولے اُسکی عزت سبحان اللہ سب اس سے محبت کرتے ہیں مجکو اس وقت ایک بات یاد آئی۔ آنحضرتؐ صلعم کے بعد جو مسلمانوں میں چار بادشاہ ہوئے ہیں جنکو خلیفہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ رسولِ خدا کے جانشین تھے یعنی ابوبکر صدیقؓ عمر فاروقؓ عثمان غنیؓ علی مرتضیٰؓ۔ ان میں سے دوسرے خلیفہ عمر فاروقؓ جن کے رعب سے بڑے بڑے بادشاہ تھراتے تھے اُن کے زمانہ کا ذکر ہے ایک دن بھرے دربار میں جب کہ چاروں طرف عہدہ دار جمع تھے اور بزرگ آدمی موجود۔ ایک شخص ایک دوسرے شخص کو پکڑے حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا۔ امیر المومنین (مسلمانوں کے سردار) اس شخص نے میرے باپ کو مار ڈالا۔ حضرت عمر نے اس پکڑے ہوئے شخص سے پوچھا۔ اس نے اپنے جرم کا اقرار کیا اور کہا یہ سچا ہے۔ میں ایک پتھر مارا تھا ایسا لگا کہ مر گیا۔ جب مجرم نے اقرار کر لیا تو مقدمہ صاف تھا گواہ موجود تھے۔ حکم ہوا کہ بدلہ لیا جائے اور قاتل کو موت کی سزا دی جائے جلاد حاضر ہوا تو مجرم نے کہا۔ خلیفۃ المسلمین (مسلمانوں کے خلیفہ) چار روز کی اجازت دیدیجئے۔ میرے پاس ایک یتیم بچہ کی امانت ہے جو اس کا باپ مرتے وقت میرے سپرد کر گیا تھا وہ ایسی جگہ دفن ہے۔ جس کا حال میرے سوا کسی کو معلوم نہیں اب میں مرتا تو ہوں ایسا نہ ہو بن باپ کے بچہ کا مال میرے ذمہ رہ جائے اور میں پکڑا جاؤں حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر کوئی تیری ضمانت دے تو چلا جا۔ یہ حکم سنتے ہی اس کی مسرت بھری نظر سب سے پہلے جس پر پڑی وہ ایک بزرگ آدمی تھے اُن سے کچھ کہا نہ سنا حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ یہ میری ضمانت دیں گے۔ اب اُن بزرگ کا حال سنو وہ کون تھے۔ پیغمبر خدا کے دوست اور اُن کے ساتھ رہنے والوں میں۔ فاروق اعظم یعنی حضرت عمرؓ نے انکی طرف دیکھا۔ وہ فرمانے لگے کہ ہاں میں ضامن ہوا۔

قاتل چھوڑ دیا گیا۔ تین دن گزر گئے۔ چوتھے دن ٹھیک اسی وقت دربار فاروقی گرم تھا مدعی نے جسکا باپ مارا گیا تھا عرض کیا۔ امیر المومنین قاتل کو آپنے چھوڑ دیا میرا آپ سے

لے لوںگا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر قاتل ابھی حاضر نہ ہوا تو ان بزرگ پر قصاص ہوگا انکو نہی سزا دیجائے گی۔ یہ حکم سنتے ہی سب دنگ رہ گئے۔ دفعتہً قاتل ہشاش بشاش حاضر ہوا اور کہنے لگا امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین، الحمد للہ میں امانت سے سبکدوش ہوا۔ جلاد کو حکم دیجئے کہ اپنا کام کرے۔ اس شخص کی یہ گفتگو سنکر ادہر تمام درباری اُدہر خود حضرت عمرؓ سب سناٹے میں تھے۔ پوچھا کہ یہ بزرگ تیرے کون ہیں جنہوں نے ضمانت دی! اُن بزرگ سے پوچھا کہ آپ کو اس کی حاضری کا کیونکر یقین ہوا جو ضامن ہوئے!

قاتل مسکرایا اور کہنے لگا کہ فاروق اعظم تعجب نہ کیجئے۔ میں نظر پڑتے ہی سمجھ گیا تھا کہ مسلمان اور اتنے بڈھے ضرور رسول اللہ کی خدمت کی ہوگی۔ ایک مسلمان کو مدد دینے میں دریغ نہ کریں گے۔ اب ان بزرگ کی باری آئی۔ فرمانے لگے میں نے اس شخص کو اس دن سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ مگر جس وقت اس نے مجھکو ضمانت میں پیش کیا ہے مجھکو یہ یقین تھا کہ مسلمان ہے مسلمان ہوکر جھوٹ نہ بولیگا۔ درباریوں میں سے ہر شخص نے اس قاتل کی سچائی پر تعریف کے نعرے بلند کئے اور درخواست کی کہ اسے چھوڑ دیجئے قتل کا روپیہ ہم ادا کرتے ہیں۔ مگر مدعی نے خون بہا لینے سے انکار کیا اور کہا ایسے سچے شخص کو میں نے اپنے باپ کا خون معاف کیا۔

یہ صرف سچ بولنے کا نتیجہ ہے۔ چاہے جان جاتی رہے۔ مگر زبان سے جھوٹی بات نہیں نکلنی چاہیے۔ پھوپھی کی اس گفتگو کا کوئی نتیجہ یا اثر لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ منجھلی جس کا نام تھا اسکو اتنی بھی خبر نہ ہوئی کہ یہ بات سے بڑی پھوپھی کہہ کس کو رہی ہے۔ چین سے بیٹھی ہنستی رہی۔ بہت جی گھبرایا تو اُٹھی چبوترے کا ایک آدھ چکر لگایا اور پھر وہیں آن بیٹھی۔ ایمان کی پوچھو تو خود پھوپھی ہی کو کیسا یقین اور کس کا شبہ ہم و گمان تک نہ تھا کہ یہ کان دھر کر میری بات سنے گی۔ اس کی غرض اور خواہش جو کچھ تھی سو یہ کہ کسی طرح دل کی بھڑاس نکال لوں۔ کہہ چکی تو بچی کو ساتھ لے اپنے گھر چلی گئی۔

لڑکیوں کے واسطے غیرت اور حمیت بڑی چیزیں ہیں۔ خدا نہ کرے کہ کسی بیٹی پر منجھلی کا پرچھاواں پڑے۔ اس دن کے بعد سے ماں غریب نے تو بات کرنی ہی چھوڑ دی مگر ہاں ممتا کا جوش یا موقع و محل کی مصلحت اتنا ضرور کیا کہ میاں کے کان تک اس کی بدعنوانیاں نہ پہنچائیں اور الٹا اس دن کا الزام بھی پورا نہیں تو آدھا بانو نے اپنے ہی سر تھوپ لیا۔ یہ اس کی غلطی ہو تو ہو مجبوری کچھ بھی ہو تاہم بھی کہیں گے کہ اگر علم ہو جاتا تو باپ اپنی ناہنجار بیٹی کا آئندہ یقین نہ کرتا اور اگر زیادہ نہیں تو اتنا فائدہ منجھلی کو بھی ہوتا کہ وہ پھر کبھی اتنی بڑی جرات نہ کرتی۔ سچی بات یہ ہے کہ ادھر تو رہی تعلیم سے کوری۔ ادھر ماں نے توجہ کی نہیں صحبت ملی خراب چھوٹی چھوٹی عادتیں میل کا بیل بن گئیں۔ اگر خدا سمجھ دیتا تو کچھ بڑی بات نہ تھی کہ ماں شروع ہی سے ان نالائق لڑکیوں کو گھر میں نہ گھسنے دیتی۔ صبح ہوئی اور محلہ بھر کی بدتمیز ناہنجار نیاں خنیاں کوئی بھٹیارے والی ہے تو کوئی سقنی ادھر ادھر سے آ جٹتیں۔ وہاں نسیمہ نماز سے فارغ ہو قرآن شریف پڑھ رہی ہے اور یہاں آنکھ مچولی ہو رہی ہے۔

(۱۵)

میر نو بھٹیارے نے ایک دن اپنے پیر بھلکی شاہ کی دعوت کی۔ سیر بھر گوشت ڈیڑھ سیر چاول بیوی کو لا کر دیے۔ وہ بیچاری گوشت کو چینی سے ڈھانک چاول پوٹلی میں باندھ پیاز لینے کوٹھری میں گئی۔ لڑکی چاول کھول تین چار مٹھیاں جھولی میں ڈال آٹھ دس بوٹیاں اچھی اچھی چھانٹ منجھلی کے ہاں پہنچی۔ ماں کوٹھری میں سے نکل کر دیکھتی ہے تو چاول اور گوشت دونوں غائب برقع اوڑھ پیچھے پیچھے آئی تو بی منجھلی ہنڈکلیا چولھے پر رکھے آگ پھوں پھوں کر رہی تھیں۔ بیٹی کو تو خیر جو منہ میں آیا سناتی رہی مگر منجھلی کو بھی ساتھ ہی ایسی کھری کھری کہیں کہ کوئی دوسرا ہوتا تو چینی بھر پانی میں ڈوب مرتا مگر بے غیرتی ہو تو اتنی کہ اس کے بھاویں بھی نہیں۔ بھٹیاری جیتی بیٹی تو اتنا فائدہ تو ہوا کہ بات جھٹک آدھی ہی

اونی پونی چاول گوشت لے لوا گھبرا گئی۔ مگر منجھلی کیا جو کنے والی بشر تھیں ماں کی آنکھ بچا کوٹھری
میں گھس کر گڑ گئی۔ چاول، کھانڈ جو ہتے چڑھا نکال لائی ماں جو کسی ضرورت سے اندر گئی تو کیا
دیکھتی ہے چاول پھیلے ہوئے گھی گرا ہوا۔ کھانڈ کی ہنڈیا ٹوٹی ہوئی سمجھ تو فوراً گئی مگر بیٹی
کی جان کو صبر کر چپکی ہو بیٹھی۔ منجھلی کس کی بیٹی اور کس کی پوتی لیکن نصیبوں بیٹی شروع ہی سے
کچھ ایسی صحبت میں بیٹھی کہ جو کام کیا وہ بے ڈھنگا اور جو بات کی وہ بے تکی کھیل کھیلے تو کمینت
ذلیلوں کے رئیس کی تو موئے فقیروں کی ہاتھ میں کانٹا گود میں تڑ۔ پاؤں ہے کہ زمین پر چھپا چھپ
چل رہا ہے سر پر چھپیا ہاتھ میں گنّے بغل میں پنکھا گنڈیریوں کی آواز لگ رہی ہے خدا کا کرنا
کیا ہوتا ہے کہ ایک دن سقنی والی نے کہا آؤ بی منجھلی بیگم چور چور کھیلیں تم تو بنو چور سمّو میں
سپاہی اور ہم صاحب دیکھو وہ جو تمہاری الماری میں نارنگیاں رکھی گئیں ہیں اس طرح
چراؤ کہ ان کے فرشتوں کو بھی خبر نہ ہو۔ منجھلی بیگم کو کیا عذر تھا یا ان کے بہانے پٹاری
پاس آئی اور اٹھتی دفعہ نارنگیاں جھولی میں ڈال رفو چکر۔ کھیل کا تو تھا بہانہ مطلب تھا
نارنگیاں کھانا مفت کا مال ان مولوں کیا برا تھا تینوں چاروں نے ملکر سوں ختم کیں۔
مزا یہ تھا کہ کوئے تھے ناگپور کے وہ بھی بازار کے نہیں، سوغات کے رات کو میرزا ہر نے
مروانے میں منگوائے۔ گھر والی جاکر دیکھتی ہے تو الماری صاف۔ نارنگیوں کے بدلہ اللہ کا
نام سمجھیں کیا اپنا سر۔ کونہ کونہ چپہ چپہ ڈھونڈھ ڈالا سوئی تو تھی نہیں جو چھپ جاتی۔
ادھر میاں ہیں کہ آدمی پر آدمی تقاضے پر تقاضا ادھر بیوی ہیں کہ چور بنی بیٹھی ہیں جب
کچھ سمجھ میں آئی تو دوڑی دوڑی نند کے پاس آئیں اور لگیں قسمیں کھانے کہ آیا چل جائے
زبان جو ایک پھانک کبھی کھائی ہو یہ سب منجھلی کی بھینٹ چڑھیں۔ اب بتاؤ کیا کروں
میں تو ایسی ذلیل عمر بھر نہیں ہوئی۔ دونوں نند بھاوجیں ایک دوسرے کا منہ دیکھنے
لگیں۔ میرزا ہد لاکھ بیٹی سے الگ رہتے ہوں مگر اس کے گنوں سے اچھی طرح واقف
تھے۔ دیر پر تو غصہ آیا تھا مگر جب بالکل ہی ناامیدی ہوئی تو سمجھ گئے

دل ہی دل میں جل بھن چپ ہو رہی۔

(۱۶)

ہونی شدنی رمضان کا مہینہ تھا چوتھا پانچواں روز ہوگا نسیمہ اُگالدان لینے ماں کے ہاں آئی چلنے لگی تو بہن نے بُلا اپنے پاس بٹھا لیا پانچ چھ لڑکیاں اور بھی تھیں نسیمہ کا بھی انکی باتوں میں دل لگ گیا۔ ایسی بیٹھی کہ دوپہر ہوگئی اور اُٹھنے کا نام نہیں پھوپھی نے آکر دیکھا تو انجو رالی کلّو سے گھٹ گھٹ کر باتیں ہو رہی ہیں بلا کر ساتھ لے گئی اور گھر لیجا کر کہا بیٹی تم اگالدان لینے گئیں تھیں یا وہاں بیٹھنے۔ یہ رذیل بدتمیز لڑکیاں مجھے تو ایک آنکھ نہیں بھاتیں تمہیں انکے پاس بیٹھنا کیا ضرور تھا۔ بھلے کے پاس بیٹھے جیائے ناگر پان برے کے پاس بیٹھے کٹائے ناک اور کان سوائے اس کے کہ اُنکی خراب عادتوں کا اثر تم پر بھی پڑے اور کوئی فائدہ مجکو نظر نہیں آتا۔ خربوزے کو دیکھکر خربوزہ رنگ پکڑے آدمی کو دیکھکر آدمی ڈھنگ پکڑے تم کو اُنکی بیہودہ حرکتیں دیکھکر اُن سے بچنا اور پرہیز کرنا چاہیے نہ یہ کہ اُنکی رفیق بنکر اُن ہی میں گھس بیٹھو۔ تھالی گری جھنکار ہوئی کیا خبر بھری تھی یا خالی دیکھنے والے تو یہ سمجھیں گے کہ یہ بھی اُن ہی جیسی ہے۔ خالہ کلثوم کا حال سن چکی ہو۔ ایک تیلن کی صحبت نے عزت آبرو سب پر پانی پھیر دیا۔ بہتیرا ہی سب نے منع کیا۔ مگر جب دیکھو یہیں گھسی ہوئی۔ اس کا باپ تھا چور۔ شیخ دھومی کے یہاں ہوئی چوری۔ تلاشی اُنکے ہاں بھی ہوئی۔ مال ملا نہیں۔ پولس کا نام سُنکر وہاں سے بھاگ اپنے ہاں آئی۔ تھانہ دار کو ہوا شبہ وہاں سے اُٹھ سیدھا اُنکے ہاں۔ ایک ذرا سی بات تھی مگر جس وقت خالہ کے گھر کی تلاشی ہوئی ہے محلّہ بھر نے دانتوں میں انگلیاں دے لیں یاد رکھو بُرے کی صحبت میں بیٹھنے سے سوا برائی کے اور کچھ نہیں ملتا۔ اگر ایک رومال میں تھوڑے سے پھول رکھو تو رومال پھول نہیں ہو جاتا۔ مگر پھولوں کی صحبت کا اتنا اثر ضرور ہوتا ہے کہ رومال میں بھی خوشبو پیدا ہو جاتی ہے کبھی گلدستے کو غور سے دیکھو۔

خوش رنگ پھولوں کے ساتھ گھانس پھونس پر بھی عجیب رونق ہوجاتی ہے۔ ذرا اپنے ہاتھ دیکھنا۔ سونے کی پونچیاں اور یہ معمولی ڈورا۔ مگر سونے کی وجہ سے اس ڈورے کی وقعت کچھ اور ہی ہو رہی ہے۔ ساتھ ایسے لوگوں کا اختیار کرنا چاہیے جو سچے ہوں اور اچھے نہ یہ کہ مکار اور نا ہنجار۔ لڑکی ہو یا لڑکا۔ پڑی ہوئی عادت اور لپکا پھر چھٹائے نہیں چھٹتا۔ تمہاری آپا کیوں بگڑیں صحبت ہی کی وجہ سے ناس ہو گیا اور کچھ رات دن جب دیکھو یہی کمینی لڑکیاں موجود ہیں۔ محلہ میں اتنے بھلے مانس ہیں کبھی اُن میں سے بھی کسی لڑکی کو آتے دیکھا۔ میں تو اس دن گڑیا کے بیاہ میں یہی دیکھ رہی تھی کہ بڑی سے چھوٹی تک جو تھی وہ ایسی ہی۔ نام کو کسی اشراف کی لڑکی نہ تھی سچ پوچھو تو موری کا کیڑا موری ہی میں خوش رہتا ہے۔ خود منجھلی کا دل انہیں میں لگتا ہے۔ وہ بھلے مانسوں کی تند کیا جانے بیٹی اب کبھی جا کر نہ بیٹھنا۔

(۱۷)

سنجیدہ کی چچا زاد بہن پڑھی لکھی عربی فارسی کی خاصی اچھی عالم فاضل پانچ برس کے بعد بیت اللہ سے واپس آئیں۔ آکر دیکھتی ہیں تو محلہ میں کچھ رنگ ہی اور چھایا ہوا ہے کیا کواری اور کیا بیاہی جو لڑکی ہے نہ ہب سے غافل خدا سے لاپرواہ۔ کیسی نماز اور کیسی خیرات کہاں کا روزہ اور کدھر کی زکوٰۃ۔ دن ہو یا رات بیہودہ خرافات۔ بچہ ہو یا جوان فرعون بے سامان ان بیچاری کے تو دیکھکر کان کھڑے ہو گئے۔ تین چار دن تو خون کے سے گھونٹ پیکر چپ ہو گئیں۔ جمعہ کے روز ظہر کے بعد وعظ کے بلاوے بھیج دیئے۔ دور دور سے بیویاں آکر جمع ہوئیں۔ استانی جی نے وعظ شروع کیا۔

"بہنو بیٹیو! میں تم سب کی بہت احسانمند ہوں کہ اپنے اپنے کام کاج بند کئے اور میری درخواست پر یہاں جمع ہو گئیں۔ چلو اس بہانہ سے ملاقات تو ہو گئی۔ اس لحاظ سے تو میں ضرور خوش ہوئی کہ تم سب کو ابتک میرے ساتھ وہی محبت ہے جو چلتے وقت تک تھی لیکن یہ دیکھکر مجھکو بڑا افسوس ہوا کہ میں نے پچیس ایک پانچ ہی برس کے عرصہ میں

نہ وہ آسمان رہا نہ زمین سب چیزیں بدل گئیں۔ میں نہیں چاہتی کہ لڑکیاں پرانی لکیر کی فقیر
بنی رہیں۔ زمانہ کا رخ دیکھ کر کام کرو مگر نہ ایسا کہ دوسرے کی ریس میں اپنی اصلیت ہی کو
بھول جاؤ۔ کوا چلا ہنس کی چال اپنی چال بھی بھول گیا۔ کون کہتا ہے کہ انگریزی جوتی پہننی
حرام۔ مگر ہاں یہ میں کہتی ہوں اور کھلم کھلا کہتی ہوں کہ نماز کے وقت گراموفون سننا ناجائز
قطعی۔ نام لینے سے کیا فائدہ مگر کل ایک کواری لڑکی کو دیکھا کہ آب رواں کا کرتہ۔ باریک
اوڑھنی۔ نیک بختو معاف کرنا تمہارے کان ننگے تمہارے پاؤں خالی تمہارے ہاتھ سونٹے
سے ہوں تو ہوں مگر تمہارا سب سے بڑا زیور شرم و حیا عفت و عصمت ہے یہ وہ چیز ہے کہ سینکڑوں
ہزاروں کیا بلکہ لاکھوں کروڑوں روپے کے جواہر اس پر سے قربان۔ برا نہ ماننا اس
آب رواں سے گاڑھے کا کرتہ اور دھوتر کی چادر ہزار درجہ بہتر ہے۔ سب کو معلوم ہے کہ میں تعلیم نسواں
کی ہمیشہ موافق رہی ہاتھ پاؤں سے جو کچھ بھی ہوسکا اور جتنا بھی کچھ ہوسکا اسی میں لگی لپٹی رہی
دو چار حرف جو آتے تھے اس کے بتانے میں کبھی دریغ نہ کیا مگر میں نے یہ کبھی نہیں کہا
کہ مذہب کو پیٹھ کے پیچھے ڈال دو۔ سن لو اور یاد رکھو کہ جن قوموں نے دنیا میں ترقیاں کیں
اور جن لوگوں کو آج ہر قسم کی عزت حاصل ہے وہ بھی یہی کہتے ہیں اور کہتے کیا ہیں انکو کہنا پڑتا
ہے کہ مذہب سے الگ آدمی جانور سے بدتر ہے۔ تعجب ہے کہ تم سب کی سب اپنی ترقی اور صلاح
کی اتنی کوشش کر رہی ہو کہ اس چار دن کے عرصہ میں جب سے میں آئی ہوں دو جلسے سن
چکی ہوں مگر کیا تم اس کو ممکن سمجھتی ہو کہ اپنے سچے مذہب کو چھوڑ کر کسی لائق ہو جاؤ
اور اچھی بن سکو جب اتنی موٹی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی تو تم کیا خاک ترقی کر سکتی
ہو لڑکی ہو یا بڑی عورت بلا ایمان کے ایک پھول ہے جس میں نام کو خوشبو نہیں نہ وہ بات
کرنے کے قابل نہ اس کی بات سننے کے لائق میں مسلمان ہوں اور میرا عقیدہ ہے
کہ دنیا کی درستی جب تک نہ ہوگی دین درست نہیں ہوسکتا۔ میں دنیا سے لاپرواہ ہونا اور دین
کی آڑ میں پناہ لینی سخت گناہ سمجھتی ہوں۔ کیا کروں میرا سچا مذہب میری مقدس

کتاب مجکو یہی بتا رہی ہے کہ ہم دعا کریں الٰہی دین اور دنیا کی خوبیاں ہمکو دے اب دنیا
کی خوبیوں سے علیحدہ رہنا اور محض دین ہی دین پر صبر کرلینا پرلے سرے کی احسان
فراموشی اور حد درجہ کی غلطی ہے اب یہ تمکو یقین ہوگیا کہ میں ہرگز ہرگز اس خیال کی
نہیں ہوں کہ دنیا کو فانی بتا کر تمہیں اس کے کاموں سے روکوں لیکن اے اللہ کی بندیو
ذرا آنکھ ملا کر بات کرو جلسہ کے واسطے تو گھر کو نہایت آراستہ و پیراستہ کیا فرش فروش
دری چاندنی میز کرسیاں خوب بچھائیں اور خوب سجائیں مگر کبھی اس گھر کے آراستہ کرنیکا بھی
خیال آیا جہاں سدا سدا رہنا ہے بڑا خطرناک سفر ہے اور جانا ضرور راہ کٹھن منزل کڑی سنگ
نہ ساتھی اکیلی جان اللہ نگہبان ڈولیاں لگی کھڑی ہیں اور جانے والیاں صبح شام چلی جا رہی
ہیں بہنو تمہارے اوپر دنیا میں دو قسم کے حق ہیں ایک خدا کا اور دوسرا بندوں کا اگر خدا کے حق
ادا کرنے میں غفلت کرو گی تو سزا کے بعد یا سزا سے پہلے غرض اس کے معاف ہونے کی امید
ضرور ہے اور اس لئے ہے کہ ایک ایسے زبردست بادشاہ کی خطا ہے جو بہت بڑا رحم کرنیوالا ہے اور
جس کے حق سے ادا ہونا آسان کام نہیں اس لئے جہانتک ہوسکے کوشش کرو کہ کوئی فرض باقی
نہ رہجائے اور یہ یقین رکھو کہ وہ مالک حقیقی شفیق رفیق عزیز رحیم سب ہی کچھ ہے اپنے فضل و
کرم سے بیڑا پار کردیگا اب رہا دوسرا حق یعنی بندوں کا۔ وہ بڑی ٹیڑھی کھیر ہے۔ ماں باپ
بہن بھائی عزیز اقارب ہمسایہ پڑوسی نوکر ماما سائل فقیر وغیرہ وغیرہ غرض جتنے آدمیوں
سے کچھ بھی واسطہ ہے اگر ان میں سے کسی کا ذرہ بھر حق رہ گیا اور کسی کو رتی بھر بھی تکلیف
پہنچ گئی تو اس بات سے بالکل نا امید ہوجاؤ کہ وہ نکتہ نواز ہے اس کو اپنے معاملہ میں چوک ہو
نہ درست مگر پرائے معاملوں میں وہ رحم نہ کریگا۔ کیسے خوف کا وقت ہے کہ خدا جیسا مہربان
جو ہر وقت اور ہر حال میں مددگار ہے اس نے اگر بندوں کو کسی معاملہ میں نا امید کیا ہے تو
صرف اس ہی معاملہ میں اب بتاؤ اس سے زیادہ ذمہ داری کا کام اور کونسا ہوگا ذرا مجھے بھی تو
بتاؤ تم میں سے کتنی لڑکیاں ایسی ہیں کہ ماں باپ ان سے راضی بہن بھائی ان سے خوش عزیز و نیز مہربان

یوں پر رحم ہمسایہ سے نیکی حاجتمندوں سے سلوک سچ پوچھو تو مجہہ سمیت کواریاں اور بیاہیاں
اں ادہیڑ بیاہیاں یہاں تو جتنی بیٹھی ہیں سب نورٌ علیٰ نور۔ جھوٹ مکر دغا ہو کا الٹے ہاتھ
ہی۔ کسی سے فریب کسی سے چال ایسکو بھڑکایا اسکو لڑوایا۔ یہاں لگائی وہاں بجھائی
غرض صبح سے شام تک یہی شغل اور یہی کام۔ کمزور پر غصہ آیا تو کہا جانے کو تیار۔ جانور
سے مزاج بگڑا تو مارنے لڑنے کو آمادہ۔ کیوں میری بچیو! اسی برتے پر ترقی کی کوشش اور
اسی بوتے پر اصلاح کے جتن۔ پہلے اپنے تئیں درست کرو پھر دوسروں پر نظر ڈالنا پہلی
ضرورت تو یہ ہے کہ آدمی بنجاؤ پھر یہ سب باتیں معلوم ہونگی ابھی تو یہ حالت ہے کہ اپنی غرض
ہوئی تو چماری تک کی خوشامد کرلی۔ دوسرے کا کام آکر اٹکا تو سیدھے منہ بات کرنی
گناہ۔ پرسوں کے جلسہ میں ایک بات سنکر بہت ہی افسوس بلکہ صدمہ ہوا مسلمانوں
کی بیٹیاں مسلمانوں کی پوتیاں مسلمانوں کے گھر رہیں مسلمانوں کے ہاں پلیں مگر اچھا اسلام
کو بٹہ لگایا سنتی ہوں۔ اُدھر برابر کی مسجد میں مغرب کی نماز ہو رہی تھی ادھر جلسہ میں
گراموفون بج رہا تھا۔ خیال تو کرو چند اللہ کے بندے دن بھر کے تھکے ہارے کام کاج
سے فراغت پاکر اپنے معبود حقیقی کے حضور میں سچے دل سے عبادت کو حاضر ہوں اور تم
اسی حالت میں داغ کی غزل کے مزے لوٹو۔ آخر بتاؤ تو سہی تم نے مذہب کو کیا ہنسی ٹھٹا سمجھ
رکھا ہے۔ مرنا ہے رہنا نہیں اور مرنے کے بعد ایک دربار میں پیش ہونا ہے۔ جانتی ہو وہ کیسا
دربار ہے ایک منصف حقیقی تخت عدالت پر ہو گا۔ یہ سب تمکنت اور یہ تکلے کی بل کی طرح نکل جائیگے
یہ مال متاع دولت حشمت جس نے فرعون بنا دیا ہے یہیں کی یہیں رہ جائے گی ایسی چیز جمع
کرو جو وہاں بھی ساتھ جاسکے۔ میری بیٹیو وہ بڑا نازک وقت ہوگا نہ کسی کی سفارش
کام آئے گی نہ کوئی مددگار ہوگا۔ مظلوموں کی دعا لو کہ یہاں بھی پھولو پھلو اور وہاں
بیڑا پار ہو۔ عصر کی اذان ہو رہی ہے جاؤ اور احکم الحاکمین کی درگاہ میں سر جھکا کر
سچے دل سے توبہ کرو اور مصمم ارادہ کرلو کہ جب تک دم میں دم ہے ایسی زندگی بسر کریں گے۔

کہ دیکھنے والے تعریف اور سننے والے واہ واہ کریں"۔

(۱۸)

عصر کے وقت تو استانی جی نے وعظ ختم کیا مغرب کی نماز سے فراغت پاکر بیٹھیں تو خیال آیا سب سے مل لی مگر چھوٹی بیگم نہیں آئیں اُن سے ملنے کو بہت جی چاہتا ہے چلوں میں خود ہی کیوں نہ چلی چلوں۔ تین گھر بیچ چوتھا گھر چھوٹی بیگم کا تھا وہاں پہنچیں تو بڑی بیگم بیٹھی پان کھا رہی تھیں استانی جی کو دیکھتے ہی نہال نہال ہو گئیں۔ اُٹھیں عزت سے لائیں خاطر سے بٹھایا۔ خاطر مدارات ایسی کہ بچھی جاتی تھیں۔ آؤ بھگت اتنی کہ پان پر پان اور زردہ پہ زردہ ادہر اُدہر کی باتیں ہو چکیں تو استانی جی نے کہا "بچی، کہاں ہے آج وعظ میں بھی بہت دیکھا ملنے کو جی تڑپ رہا ہے۔ میں نے کہا چلو میں ہی چلکر مل آؤں۔

بیگم صاحبہ۔ وعظ میں جانے کو کہہ تو وہ بھی رہی تھی مگر میں نے مناسب نہ جانا۔ سیانی بیٹی کو کہاں کہاں لئے پھروں۔

استانی جی۔ میری نظر میں تو ابھی وہی بچہ ہے۔ کل ہی کی تو بات ہے کہ پاؤں پاؤں پھرتی تھی۔ بڑی ہو گئی تو کیا ہرج تھا وہاں تھا ہی کون غیر۔ آپس ہی کی لڑکیاں بالیاں جمع ہو گئی تھیں اور اگر غیر بھی ہوتا تو کیا تھا۔ مجھے تو کوئی نقصان نہیں معلوم ہوتا۔

بیگم صاحبہ۔ یہ تو آپ کا فرمانا درست ہے مگر پھر بھی ہوشیار لڑکی کا باہر نکالنا خاص کیا۔

استانی جی آپ نے اس میں کیا خرابی دیکھی۔

بیگم صاحبہ۔ کچھ بڑوں ہی سے یہ رسم چلی آتی ہے کچھ توڑنا نہ دیکھا ہے ہم کا جو رکھی

استانی جی۔ ایک تو یہ خرابی سمجھی ہو گی کہ غیر محلہ پرایا گھر انجان لوگ۔ سیانی لڑکی کا ناواقف لڑکیوں کی صحبت میں جانا اچھا نہیں۔ یہ وجہ تو بہت معقول ہے۔ مگر وہ اپنا ہی محلہ دیکھا بھالا گھر جانے بوجھے لوگ اور جب آپ خود ساتھ تھیں تو کیا قباحت تھی دوسری خرابی یہ ہو گی کہ جب لڑکی بڑی ہوئی تو نسبت ناتے کا وقت آیا اور گو دیکھیں گے تو عیب و ہنر

سے آگاہ ہوجائیں گے۔ صورت شکل کو پرکھ لیں گے۔ کالی بدصورت ہو تو سب کو معلوم ہوجائیگا کون قبول کریگا؟ سو بیگم صاحب معاف کیجئیگا اس سے زیادہ بے ایمانی اور کیا ہوسکتی ہے کہ بیٹی کا عیب اس کی بدصورتی کھلنے نہ پائے اور کسی نہ کسی طرح گھیر چھپاک کر دو بیسے کے سر منڈھ دینے ناخوش نہ ہوجیئیگا۔ یہ میں آپ ہی کہہ رہی ہوں کہ سمجھدار لڑکی کا غیر عورتوں کی صحبت میں آزادی سے جانا اچھا نہیں اتنی ڈھیلی ڈوری ہرگز نہیں چھوڑنی چاہیئے۔ مگر اتنی قید بھی اچھی نہیں تو مسلمانوں کا کام نہیں۔ یہی میں آج وعظ میں بیٹھے ہی تھی کہ جس طرح ہو ایمان درست کرو۔ کواری لڑکیوں کو بدتمیز عورتوں اور بے ڈھنگی لڑکیوں کی صحبت سے بچانا بیشک بہت دوراندیشی کی بات ہے۔ لیکن آج کے وعظ میں نہ لانے کا سبب تو معلوم نہیں ہوتا اور کچھ ہو تو مجھے خبر نہیں۔ بیگم صاحبہ میرا خیال تو یہ ہے کہ بیٹی کے بیاہ کے وقت بیٹے والیوں کو خوب اچھی طرح بیٹی کو دیکھ لینے کی اجازت دیدینی چاہیئے تاکہ پیچھے بے ایمانی کا الزام نہ لگے اور سچ پوچھئے تو معاملہ کے معنی بھی یہی ہیں۔ اب اجازت دیجئے دیکھئے اگر موقع ہوا تو کل دل پھر آؤں گی۔ میری طرف سے دعا کہدیجئیگا۔

اس وقت تو استانی جی چلی گئیں مگر اگلے زمانہ کی آدمی دل کی صاف دھن کی پابند صبح کی نماز سے فراغت پا قرآن شریف پڑھ پھر آگئیں۔ اترتے ہی دیکھتی ہیں تو لڑکی بیخبر پڑی خراٹے لے رہی ہے۔ استانی جی کی صورت دیکھتے ہی بڑی بیگم صاحبہ نے بیٹی کو جگایا اور کہا بہنی استانی جی صاحبہ رات کو بھی تشریف لائیں اب بھی آئیں تم اٹھو ہاتھ منہ دھو کر ملو۔ کل سے جی اچھا نہیں ہے اس واسطے لیٹی ہوئی ہے۔

لڑکی اٹھی تو سہی مگر کس طرح؟ تیوری چڑھی ہوئی۔ مزاج بگڑا ہوا آکر بیٹھی۔ ادھر ادھر کی باتوں سے چھٹی ہوئی تو استانی جی کیا چرکنے والی باتیں فرمانے لگیں!

بیٹی۔ مجھے بڑا تعجب ہے مغرب کے وقت سے پڑ کر سونا اور سوا پہر دن چڑھے سو کر اٹھنا چھوٹی بیگم تم نے تو وہی مثل اصل کردی۔ چراغ میں بتی پڑی لا ڈو میری

تخت چڑھی، نیند کیا ہوئی بلائے جان ہوگئی، نور ظہور کا وقت نماز نہ قرآن حمد انہ رسول۔ پڑے اینڈ رہی ہیں۔ ایسی سستی بھی کس کام کی لڑکیوں کا کام یہ ہے جاڑے کی پہاڑ سی راتیں اگھر کے کام دھندوں سے چھٹکارا پایا۔ عشا کی نماز پڑھ کوئی کتاب لے بیٹھیں آپ پڑھی دوسروں کو سنائی۔ دس گیارہ بجے سوئے نماز کے وقت اٹھ بیٹھے سویرے اٹھنے سے بڑا فائدہ تو یہ ہے کہ دن بھر آدمی چونچال رہتا ہے آلکسی نام کو پاس نہیں آتی۔ دل خوش رہتا ہے ہاتھ پاؤں میں چستی بدن میں پھرتی کام میں مستعدی۔ یہ سب باتیں سویرے اٹھنے کی بدولت ہیں۔ اب تم اتنے دن چڑھے اٹھی ہو۔ دیکھ لینا دن بھر ہاتھ پاؤں ٹوٹیں گے۔ چکر اور جمائیاں سستی اور انگڑائیاں ہر وقت موجود۔ جی چاہیگا تو یہ کہ کب موقع ملے اور پڑ کر سوؤں۔ اس کے علاوہ ایک بڑا درست نقصان ایسا ہوا کہ اگر ہزار روپے خرچ کر ڈالو تو بدلہ نہیں ہوتا۔ نماز فجر جس کو تم نے محض غفلت سے نیند میں کھو دیا ایسی چیز ہاتھ سے گئی جو اب عمر بھر ملنے والی نہیں۔ دین سے یوں گئیں دنیا سے یوں گئیں۔ اگر تم کو اس کی عادت پڑ گئی تو آج میرے کہنے سے اتنا کرو کہ کل صبح کی نماز پڑھ لو۔ پھر دیکھنا دن کیسا گزرتا ہے بیٹی برا نہ ماننا۔ بس بیگم صاحب اللہ بیلی۔

(۱۹)

زمانہ اُڑا چلا جا رہا ہے اور عمریں کہیں کی کہیں پہنچ رہی ہیں۔ نسیمہ کا چھوٹا بھائی دو برس کر تیسرے میں لگا تو ختنہ کی شادی ٹھہری۔ تین بہنوں میں ایک بھائی چار بہنوں میں ایک بچہ جتنی اللہ آمین ہوتی کم تھی۔ بہت کی جرأت ہے دھوم دھام سے تیاریاں ہوئیں۔ میاں بیوی کی صلاح سے تجویز یہ ہوئی کہ تین دن کی مہمانداری دو دن گود بیٹھا ایک دن عام مکان پر سفیدی ہوئی دروازہ پر ٹھاٹر بندھا ہے۔ شادی کا دن آیا تو مہمان آنے شروع ہوئے۔ ڈولی پر ڈولیاں اور گاڑی پر گاڑیاں۔ گرمی کا موسم آدمیوں کی بھرمار۔ کرایہ کی چیخ پکار۔ میزبان اور مہمان سب گھبرائے ہوئے تھے۔ بچے کی رات کا

مکان بیویوں کی کچ پچ شام کا وقت ہوا بند کوٹھا اور سائبان انگنائی اور دالان کھچا کھچ بھر گئے۔ مزا یہ کہ بس اب بھی نہیں۔ ڈولیاں بند نہ گاڑیاں ختم۔ مرد ہیں کہ دروازہ پر چیخ رہے ہیں ۔ آوازوں پر آوازیں اور تقاضوں پر تقاضے۔ کان پڑی آواز نہ سنائی دیتی تھی نسیمہ کی ممانی شاہ پور کے محلّے سے آکر اتریں۔ ڈیوڑھی میں نند تھی اس سے ملکر آگے بڑھیں۔ ادھر نسیمہ نے ماں سے آکر کہا اب تو اوپر بھی جگہ نہیں۔ ماں ہنسکر کہنے لگی بیٹی! میں تو بلاوے بھیجکر پچتائی۔ اب کہاں اپنی چندیا پر بٹھاؤں کچھ دلوں کے بخار سمجھ ہو تو نئی ممانی کی سمجھ میں یہ آئی کہ میرا آنا نند کو ناگوار گزرا۔ پیچھے پیچھے بیٹی اس سے پوچھا پھوپھی جان کیا کہہ رہی تھیں۔ بیٹی کیا آفت کا پرکالا تھی۔ عادت سے مجبور موقع کی منتظر تھی کیا ہی ہم تو پہلے ہی جانتے ہیں ہم غریب یہ امیر ہمارا ان کا میل ہی کیا۔ اور امیر غریب کا رشتہ کیسا۔ یہ سینکڑوں مہمان بھرے پڑے ہیں وہ اُنکے اپنے ہیں سر آنکھوں پر بٹھائیں گی۔ ہماری ڈولی کے چار آنہ بھی دوبھر ہیں اب میں کیا کہوں تم سُن تو رہی تھیں کہاروں نے پیسے مانگے۔ وہ لگیں خفا ہونے کہ کسی طرح بس ہی نہیں چہے وہ اترا چلا آرہا ہے۔ تم ہی بعزت ہو خدا کی قسم میں تو کھڑے پانی نہ پیوں۔ تمہارے دل میں ڈال کیوں کر ڈالدوں۔ تقدیر کی ذلت ہے وہ ہو رہی ہے۔ آپ ذلیل ہو اپنے ساتھ اوروں کو کرو۔ ــ لو اب کہاں بیٹھتی ہو کہیں جگہ بھی دکھائی دیتی ہے۔ کسی نے آکر جھوٹ موٹ بات بھی نہ پوچھی۔

ماں ۔ ہم کوئی آپسے تھوڑی آئے ہیں دو دفعہ رحیماً آئی ایک دفعہ بھائی خود آئے ہم کیا گرے پڑے ہیں۔ جا سلیم سے کہدے کہاروں کو ٹھیرالے چلو اُٹھئے۔ فقیر ہیں تو اپنے گھر کے ہیں۔

انگنائی میں کھڑے ہو کر اللہ کی بندی بہتیرا ہی چیخی چلائی اور مطلب صرف اتنا کہ ان سینکڑوں میں خدا کسی کو اتنی توفیق دیگا کہ پوچھے بی کیا ہوا۔ مگر شادی کا

ہنگامہ بچوں کی چیخم دہاڑ۔ بڑوں کا غل غپاڑہ۔ طوطی کی آواز نقار خانہ میں سنتا کون تھا۔ پوچھنا تو در کنار کسی کو خبر بھی نہ ہوئی۔ بات تو کچھ ایسی بڑی نہ تھی ذرا باتوں میں ٹل صاف ہو جاتا۔ مگر اس فتنی نے کچھ ایسے کان بہرے اور ایسا پڑھایا کہ ساتھ ہی لیجا کر ملی آدمیوں کا تانتا اب بھی لگا ہوا تھا کسی کو یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ بیوی کیوں آئیں اور کیوں گئیں۔ رات گزر گئی صبح اُٹھکر جو گھر والی کو خیال آیا تو کہنے لگیں بھابی تو ایسی بڑ کر ڈھیر ہوئیں کہ بھانجے کو آکر دیکھا تک بھی نہیں اب چاروں طرف ڈھنڈیا پڑ رہی ہے۔ بھابی کہیں ہوں تو ملیں کوئی کہتا ہے آئیں کوئی کہتا ہے نہیں۔ نند بیچاری سینکڑوں قسمیں کھا رہی ہے کہ میں خود ڈیوڑھی میں ملی ہوں دونوں ماں بیٹیاں ساتھ تھیں۔ اتنی بڑی عورت کا مہمانوں میں سے غائب ہو جانا جہاں ہنسی کی بات تھی وہاں تشویش کی بھی۔ منجھلی اُٹھکر کیا فرماتی ہیں۔ اماں بی الماری میں تو دیکھو چھپ گئی ہوں۔ عورتوں نے تو بہت ٹھٹھے لگائے مگر نند بیچاری حیران پریشان کہ یہ ستم ہوا کیا۔ آئی اور آئی بھاوج کہاں غائب ہو گئیں۔ ماما کو بھیجکر دکھوایا تو معلوم ہوا کہ گھر میں بیٹھی آلو چھیل رہی ہیں۔ میاں کو بھیجا تو یہ عقدہ کھلا کہ بھاوج سوجی پھولی بیٹھی ہزاروں باتیں سنا رہی ہیں۔ نند بیچاری اور کیا کرتی شادی کو اسی طرح چھوڑ چھاڑ ماما کو ساتھ لے بھاوج کے ہاں پہنچی۔ وہ تو رات ہی سے بھری بیٹھی تھی صورت دیکھتے ہی ایسی تانگ لی کہ کچھ کہتے سنتے بن آئی انکار پر انکار کر رہی ہے اور قسموں پر قسمیں کھا رہی ہے مگر بھاوج ہے کہ وہی کہے جاتی ہے میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے کوئی اور کہتا تو میں جھوٹ سمجھ لیتی۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بحث رہی بڑی مشکلوں اور منتیوں ہزاروں منتوں اور خوشامدوں سے خدا خدا کر کے غصہ فرو ہوا۔ اُدہر تو یہ گزری اِدہر مہمان بیچارے بند سے بند سے سوکھ گئے آنتڑیاں قل ہو اللہ پڑھ رہی ہیں۔ مختصر یہ کہ دوپہر ڈھلے کہیں ایک بجے کے قریب بھاوج کو سمجھا بجھا ساتھ لیکر گھر آئی۔ شادی تو خیر ہونی تھی ہو ہی گئی۔ شام کو مہمان رخصت ہوئے مگر نسیمہ

کی ماں لاکھ بھاوج سے صفائی کر چکی تھی لیکن دل میں کچھ ایسی شرمندہ شرمندہ رہی کہ زمین میں گڑی ہی جاتی تھی۔ چلنے کا وقت آیا تو کہنے لگی۔ بھابی روز روز تو کوئی کسی کے آتا نہیں کبھی کبھار گھر سے نکلنا ہوتا ہی۔ اب آج جا کر کیا کرو گی اس ہنگامہ میں تو بات کرنے کی فرصت ملی نہیں کل چلی جانا نند کے اصرار پر تو بھاوج رہتی یا نہ رہتی مگر نسیمہ نے جھٹ جھٹ کر ممانی کو ایک رات اور ٹھہرایا۔ کھانے سے فارغ ہوئے تو استانی جی کہنے لگیں بوا تم نے بھی کمال کیا پوچھا نہ گچھا۔ بات کو سمجھیں نہ بوجھیں جو اپنی سمجھ میں آیا یقین کر بیٹھیں غلط فہمی سے تو دنیا میں بہت بڑے بڑے نتیجے پیدا ہوتے ہیں عقلمند ہی کا کام یہ ہی کہ اگر کسی عزیز کی طرف سے رنج پہنچے تو اس کو خوب اچھی طرح تحقیق کر لے بلکہ خود اسی عزیز سے دریافت کرنا چاہیئے بارہا ایسا ہوتا ہی کہ کہنے والے کا مطلب کچھ اور ہوتا ہی سمجھنے والا کچھ اور سمجھ جاتا ہی اور پھر بیچ کے لگانے والے جو بات کا بتنگڑ بنا دیں انکو اسی میں مزا آتا ہی۔ اپنے دل میں کھوٹ ہی تو بس بات جم گئی اور خواہ مخواہ کا رنج پیدا ہو گیا کچھ آپ کھچے کچھ دوسرا کھچا دلوں میں پوری رنجش ہو گئی رفتہ رفتہ دونوں ایک دوسرے کی صورت سے بیزار۔ بولنا چھوڑا ملنا چھوڑا آنا چھوڑا جانا چھوڑا۔ خدا سمجھ دے تو اسی وقت بات کو طے کر لے اور جا کر دریافت کرے کہ میں نے تمہاری طرف سے یہ سنا ہی۔ سچ ہی یا جھوٹ مردوں کی تو میں کہتی نہیں مگر عورتوں میں یہ بات عام طور پر دیکھی ہی کہ قصور دونوں میں سے ایک کا نہیں اور ایک دوسرے کو دشمن سمجھ رہی ہیں اچھی بوا ماشاء اللہ آٹھ بچوں کی ماں اتنا تو سمجھا ہوتا کہ رذیل سے رذیل اور ذلیل سے ذلیل بھی تو گھر پرائے کو نہیں نکالتا۔ نہ یہ کہ اللہ آمین کا بچہ متھنوں کی شادی اور سگی بھاوج کا آنا گوارا نہیں تیری قربان جائیے تمہاری عقل کے اور صدقے تمہاری سمجھ کے۔ اور خیر تم نے کمال کیا سو کیا صاحبزادی بلند اقبال نے اور بھی غضب کر دیا۔ کنواری لڑکی اور لگائی بجھائی۔ شرافت تو یہ ہی کہ جیسکی سنی جہاں سنی وہیں چھوڑ دی۔ یہ نہیں کہ سنی ایک

جڑیں چار۔ لڑکی شاباش۔ حیف ہے ایسی بیٹیوں پر جو دلوں میں بسر ڈلوائیں۔ پھر غیر بھی تو نہیں۔ نہ بھاوجیں آخر کیا ہاتھ آیا سینکڑوں آدمیوں میں عزت کس کی گئی جس نے سنا تبرا بھیجا۔ لڑکی ہے کہ آفت کا پرکالا۔ بیٹھے بٹھلائے کیا آفت برپا کی ہے۔ بیٹی روتی کیوں ہے؛ یہ کلنک کا ٹیکا تو عمر بھر کو لگ گیا۔ اب آنسو بہانے سے کیا حاصل۔ خدا ایسی بیٹی سے بچائے۔

(۲۰)

نسیمہ کی ماموں زاد بہن جس نے یہ گل کھلایا تھا تھی تو کنواری مگر ماں کی لاڈو، نانی دادی کی چہیتی۔ دو تین گھروں میں ایک بچی مگر کیسی بے ڈھنگی اور پھوہڑ کہ خدا کی پناہ۔ ماں بارہ مہینے کی بیمار تو پہلے ہی سے تھی۔ برسات کے تھے دن پروا ہوا کھایا باسی خشکہ ٹھنڈے بادی چاول جوڑ جوڑ میں درد ہو گیا۔ جاڑوں میں ہوئے مسہل اور پھر کیا غسل اعضا کمزور تو تھے ہی پانی پڑتے ہی دونوں ٹانگیں رہ گئیں نہ اٹھنے کی ہمت نہ چلنے کی طاقت۔ بہت دل کیا تو کھسک کھسکا چبوترے پر یا گھسٹ گھسٹا چوکی پر۔ گھر میں لے دیکر گھر والی سمجھو منتظم سمجھو داروغہ کہو جو کچھ تھی صاحبزادی برخوردار۔ مگر لڑکی کیا جانور تھی۔ مہینوں چین سے گھر میں آئے مگر جب دیکھو خاک اڑ رہی ہے۔ ماں چلنے سے معذور خفگی سے مجبور بیٹی کی طرف سے کچھ ہو نہ ہو دونوں یکساں ماماؤں کی جوتیوں کو کیا غرض تھی کہ مصیبت بھگتیں اور گھر بنائیں گھر تھا تو گھر والی کے دم سے وہ اس قابل رہی نہیں۔ لڑکی پھوہڑوں کی بادشاہ بے ڈھنگیوں کی سردار۔ گھر کیا بازار تھا۔ چار ہی دن میں یہ کیفیت ہو گئی کہ گھسنے کو جی نہ چاہے۔ جس ماں کی یہ کیفیت کہ بچھونے پر سلوٹ ہے تو بےچین اس کی بیٹی کا یہ حال کہ دنوں اور مہینوں گھر میں جھاڑو نہ ملے تو پرواہ نہیں۔ جب انگنائی میں سوئی گرے تو الگ اٹھا لو۔ اب اس میں صاحبزادی کی سہیلیوں اور ماماؤں کے بچوں نے کنوئیں کھود کھود کر گڑھے ڈال دئیے۔ مرغیوں کے بڑے بڑے ڈربوں نے گھر کی حیثیت ذرا کوڑی کی کر دی۔ کہیں کیچڑ کے ڈھیر کہیں خاک کے تودے۔ یہاں

چولہے وہاں ہنڈیاں۔ دونوں کے پتے کوڑا کرکٹ صحن کیا دنیا بھر کا مجموعہ تھا۔ چلکنی وست پناہ
اس میں دانہ کی کنڈیلیاں پانی کے کونڈے مرغیوں کی بیٹ۔ کبوتروں کے پر۔ بورئیے
کے ٹکڑے کپڑوں کے جھیتڑے چاروں طرف وہ جھاڑ جھنکار اٹا ہوا کہ دم بھر بیٹھنے کو جی
نہ چاہے۔ کہنے کو ماشاء اللہ ایک چھوڑ دو دو مامائیں مگر ان بیچاریوں کا کیا قصور۔ کام
لینے والا ہوتا تو وہ کام کرتیں۔ گھر والی کی یہ کیفیت کہ اگر کبھی بھولے بسرے دنیا جاتی
دیکھکر کسی ماما نے چاہا بھی کہ جھاڑو ہاتھ میں لے دو جھٹکے دیدوں تو اس کو جھٹ دوسرا
کام بتا دیا۔ پل بھر کی دیر ہوئی تو سینکڑوں کوسنے پڑ گئے ستم یہ کہ جو کام بتایا وہ الٹا
اور جوابات کی وہ بیٹر ہی۔ ماماؤں کا کیا بگڑتا تھا جس رخ پر ڈالا پڑ گئیں دن بھر بیٹھی مرغیوں
کے دہابے ٹھونتیں اور کبوتر کی کابکیں جھاڑتیں چکنی مٹی کے بورے کچی اینٹوں کے ڈھیر
تغار بنے ہوئے پانی پڑا ہوا۔ پختہ سنگین گھر چار دن میں غارت ہو گیا۔ دیواروں پر نظر
ڈالو تو اینٹیں گری ہوئی چونا جھڑا ہوا۔ کوٹھے کو جا کر دیکھو تو گھاس اگی ہوئی ملبا پڑا ہوا
موری بند قدمچے ٹوٹے جھلنگے کھڑے ٹھاٹر پڑے۔ خدا کی شان نواب چھٹن کی محلسرا اور
دیکھکر جی متلائے۔ دالان کی وہ کیفیت کہ حلوائی کی دکان بھی اچھی ہو گی۔ چاروں طرف
مکھیاں بھنک رہی ہیں۔ بڑی بی کے زمانہ کا بنا ہوا گھر لاکھ کا خاک میں مل گیا تھا۔ گدڑی
چاندنی چادر غالیچے موجود سب چیزیں تھیں۔ لیکن وہی چیزیں جو کسی وقت مکان کی زینت
اور آرائش کا سامان تھیں۔ آج بیٹھنے والے کو بھی لاج لگتی تھی چونے کے دھبے کتھے کے
چکتے۔ سیوں چھلکے ٹوکروں کوڑا۔ ڈھیروں راکھ منوں خاک۔ بڑی بڑی فرشی دریاں
مٹی میں اٹی ہوئی۔ چھپی ہوئی جاجمیں۔ جنگی جنگی چاندنیاں زمین سے بدتر۔ مرزاپور کا
مہین غالیچہ دیکھنے دکھانے کے لائق اور اس کی یہ قدر۔ کہ انگلی لگی اور خاک اڑنی شروع
ہوئی چبوترے کی چوکیاں جیٹھ بیساکھ میں ہوئیں خاک سے گرد آلود۔ اوپر سے پڑا مینہ شیشم
اور سال سب گلگرا اٹا ہو گیا۔ سامان کا یہ حال یہ کچھ قرینہ اور ڈھنگ وہ کچھ کیفدا

کی پناہ۔ اُگالدان اوندھا ہوا پٹاری پھکی ہوئی کتھا گرا ہوا چونہ لپا ہوا۔ نواڑ کے پلنگ بان کی ادوان۔ پلے دورنگے بٹیوں میں کان پھولوں پر قینچیاں پلنگوں پر بوتلیں۔ چاندنی پر آبخورے۔ غالیچہ پر کٹورے۔ کہیں پانی گرا ہوا کہیں رنگ پڑا ہوا۔ کونڈے لڑھکے ہوئے رکابیاں پھیلی ہوئی۔ گھر کیا ایک طوفان بدتمیزی تھا۔ اٹھو تو مصیبت بیٹھو تو آفت۔ جھاڑو نہ بہارو۔ صفائی نہ ستھرائی۔ ہو کہاں سے اور کرے کون۔ نہ کوئی کرنے والا نہ کہنے والا۔ ماں بیچاری عجیب مشکل میں تھی کچھ کرتے دھرتے بن نہ آتی تھی۔ شروع شروع میں تو دوچار دفعہ بیٹی سے کہا مگر وہاں تو چکنا گھڑا تھا۔ بوند پڑی اور بہہ گئی۔ اِس کان سنا اور اُس کان اُڑا دیا۔ خدا نہ کرے کہ کسی کے گھر کی ایسی خاک اُڑے۔ ہوتے ساتے۔ خدا نے سب کچھ دے رکھا تھا۔ ایک بدتمیزی نے وہ گھر کی مٹی پلید کی کہ خدا دشمن کی نہ کرے۔ موئے فقیروں کا بھی تو گھر اچھا ہو گا۔ خدا معلوم کیسی منحوس طبیعت کی لڑکی تھی کہ نہ کبھی دل گھبرایا نہ جی اُکتایا۔ لحاف تو تنک سادے اور پشمین کہنے کو تو مچان پر تھے مگر کس کام کے گرمی جاڑا برسات تینوں ہی موسم گزرے مگر نہ نکال کر دیکھا نہ اُتار کر اوڑھا۔ چوہوں نے کاٹ کاٹ وہ لتارے ڈالے کہ نون باندھنے کو جگہ نہیں۔ رہے صندوقوں کے کپڑے کچھ تو ٹپکے میں گئے رہے سہے کیڑوں نے کھائے اور کیوں نہ کھاتے۔ اکھٹی دو برساتیں آئیں او گئیں مگر دھوپ نہ ملنی تھی اور نہ ملی۔ غرض روپے اور اشرفیوں کی چیزیں کوڑیوں کے مول رہ گئیں۔

غسل خانہ کو جاکر دیکھو۔ کیسی کہلی۔ بین کیں کا صابن منجن۔ میلے کپڑوں کا ڈھیر چھت سے باتیں کر رہا ہے۔ وہ کس طرح اوڑھنی گیلی کرتہ چوڑا پتھر سیلے پڑا گیلا ٹوٹی ہوئی کنگھی ٹوٹا ہوا جھانواں۔ بدبو ایسی کہ ناک نہ دی جائے۔ موری بند۔ پانی بھرا ہوا۔

باورچی خانہ سبحان تیری قدرت، دست پناہ چپکا ہوا پھکنی پھٹی ہوئی۔ چولھے گنتی میں دو

بلکہ تین مگر جو ہیں وہ بے ڈھنگا ایک کا بازو نہیں تو دوسرے کا کولا ندارد۔ آٹا گندھا رکھا ہے تو
مرغیاں پھر پھر چونچیں کھا رہی ہیں۔ دال کیسی شمعو[1] اور کس کا دھونا آدھی سے زیادہ تو کبوتروں
نے کھائی بچی بچائی جیسی جس کی سمجھ میں آئی پانی ڈال چولھے کے حوالے کی روٹی پک کر
تیار ہوئی تو کوئی کچی اور کوئی جلا ایک کھرکنات[2] تو دوسری ٹکر۔ سالن میں گھی تو پڑے
آدھ پاؤ کے بدلے تین چھٹانک مگر ڈھبر ڈھبر قلیا نمک نہ مرچیں ہلاہل تیلا نسوت[3] بھٹیاری
کا شوربا۔ چاول پکے تو کچے پکے برابر کے کنکر۔

اب یہ برتن ان کا یہ حال کسی میں ناک کسی میں زنگ سینیوں کی قلعی مدتوں کے منجھے
کیچڑ میں تیرتے پھر رہے ہیں انگنائی میں پتیلیاں دالان میں تشتریاں موری پر طباق۔
دہلیز میں کٹورے۔ پانی کی گھڑونچی خدا نہ دکھائے۔ مٹکے میلے ٹھلیا چیلی جیسی نہ ڈھکنا
جو آیا غڑپ سے آبخورہ ڈال پانی پی ٹنچ ٹنچا چلتا ہوا۔ گرمی کے دن اور پانی ادہن
جس گھر میں آج سے دو برس پہلے جو کام تھا وہ ڈھنگ کا اور جو بات تھی وہ سلیقہ کی
اسی گھر میں آج ایک بدتمیز لڑکی کی بدولت ہر چیز کو ایسی آگ لگی کہ کبھی نہ سنی ہاتھ ہیکڑا
نہ پاؤں بیکڑا۔ دن بھر ادھر ادھر اچھلتی کودتی پھرتی اور گھر کی طرف خاک دھیان نہ کرتی۔
بھرے ہوئے گھی کے کنستر آٹا دال گیہوں چاول سب الفتوں کے پیٹ میں جاتے۔
کمبخت اپنی آنکھ سے دیکھتی کہ یہ نمک حرام مامائیں بھر بھر پیچے گھی اور بھر بھر جھولی اناج
بلا وجہ بلا ضرورت لا رہی ہیں اور لیجا رہی ہیں اور خاک منہ سے نہ پھوٹتی۔ مالک کا یہ
ڈھنگ دیکھ کر نوکروں نے اپنا گھر بھر لیا تو کیا برا کیا۔ دھیلے کا دہی اور دو پیسے وصول پیسہ
کی چیز اور دو آنہ دام۔ آج کٹورا غائب کل طشتری ندارد بھرا پرا گھر چار دن میں اف ہو گیا
کپڑے اور برتن اوڑھنا اور بچھونا سب غارت نوبت یہاں تک پہنچی کہ چمچہ اور کفگیر

۱ دال دھونے میں احتیاط کہ اس میں کنکر وغیرہ نہ رہنا چاہئے ۲ سوکھی ہوئی ۳ جلی ہوئی [illegible]
تیلا پانی جس میں بوٹی نام کو نہ ہو ۱۲

کچھ نہ رہا۔ بیوی سالن نکالنے کو حیران بیٹھی ہیں۔ ماما دوڑی دوڑی گئی اور پیوہ الائچی کا کچھ یا
ٹکے والی ڈونی لا حوالے کی آدمی کچھ کہو کر سکتا ہی چاہیئے کہ اس پر کچھ کان ہوتے کیا مجال
کرتہ بیتھڑا۔ جوتی لیتھڑا، بدن پر تار نہیں مگر ایسی بے حمیت کہ وہ چیلیرے نہ چھوڑنے سکے
نہ چھوڑے سنجیدہ جو اتفاق سے اس محلہ میں پہنچی تو وہیاں آیا کہ لاؤ آئی تو ہوں یہاں
بھی ہوتی چلوں۔ دیکھتی ہی تو ڈھنگ ہی اور کچھ ہیں۔ ایمان کی بات ہی کہ اگر سنجیدہ جیسی
سچی آدمی کا بیان نہ ہوتا تو ہم یقین بھی نہ کرتے کہ دنیا میں ایسی ایسی لڑکیاں بھی موجود ہیں
پھوہڑ بے ڈھنگی نکمی کام چور سب ہی طرح کی لڑکیاں دیکھی بھی اور سُنی بھی مگر یہ رنگ دیکھا
نہ سُنا تقدیر میں تو کسی کا زور نہیں بہت سی اللہ کی بندیاں ایسی نکلیں گی کہ سینکڑوں
ہزاروں کا میکہ سے لیکر گئیں اور سب سسرال کی نیک لگا سونے جھونے والیاں جن کے
قدموں کے نیچے ماں باپ آنکھیں بچھاتے تھے۔ گھر بار کی ہوئیں تو یہ پتھر پڑے کہ عمر بھر پاپڑ
بیلے۔ سلائیوں اور پیائیوں سے پیٹ پالا۔ رونا تو اُن بدنصیبوں کا ہی۔ خدا نے سب
کچھ دیا مگر ایک اس اُلٹی مت کے ہاتھوں وہ تھڑی تھڑی ہوئی کہ ساری دنیا میں جوتیاں
پڑیں اس بدنصیب لڑکی کو کس چیز کی کمی تھی۔ معقول آمدنی بھرا گھر ماما کی جگہ ماما نوکر
کی جگہ نوکر۔ مگر کمبخت نے سب چیزیں ٹھکانے لگا دیں۔ غضب خدا کا ڈیا نی سوتانبے
کے برتن جا کر جھوٹی چینی کی طشتریاں اور مٹی کے پیالے ہاتھوں میں آگئے۔ مامائیں
نمک حرام اپنے مطلب کی آشنا۔ غرض کی دوست۔ خوب سر سہلایا اور بیچا کھایا۔ وہی
بنی کی ماں جس کا بیگم بیگم کہتے منہ خشک ہوتا تھا دو دو تین تین دن غائب رہتی۔
بنی کے سوگڑی کا ایک نہیں۔ اس نالائق پر تو کچھ بھی پڑتی درست اور بجا تھی ہیں تو
افسوس بیچاری بڑی بی کا ہی۔ بڑھاپے میں کیسی مٹی پلید ہوئی۔ ماما گئی بیٹھ۔ بیٹی کو جو لھے
پاس جانا قسم۔ آٹا گوندھنا کیسا سوندہ سانده تندور پر بھیجدیا۔ نیلا شوربا پانی تیل سے بکھرا
چربی میں پکا۔ جلے ہوئے موٹے موٹے تندور کے ٹکڑے۔ دانت سے چبیں نہ حلق سے اتریں چربا بنا کر

پیٹ میں ڈال لیتیں۔ چوکی ماں گھٹنوں میں سر دیے اور رو رو کر کس سے کہتیں اور کیا کہتیں
جو آئی وہ بھگتی جو پڑی وہ اٹھائی۔ سنجیدہ تو یہ رنگ دیکھ کر دنگ رہ گئی۔ ملا کی کود تکیہ تک
ہے تو سر جھاڑ منہ پہاڑ۔ اٹھنا نہ اٹھانا۔ سلام نہ آداب۔ شیر کی نظر بیٹھی گھور رہی ہے۔ آگے
بڑھی تو جو چیز ہے نورٌ علیٰ نور۔ جدھر گئی تعجب اور جہاں دیکھا افسوس۔ چاروں طرف آنکھیں
پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ خدا خدا کر کے بیچاری بڑی بی دکھائی دیں۔ بیٹھنے کی ٹھگلی جیسے
چوک کا بازار۔ صورت جیسے برسوں کا بیمار۔ توشک ہے تو الٹی نہ سیدھی لحاف ہے تو روئی کے
بوٹے باہر۔ تر نوں کا تکیہ برسوں کی رضائی پرانی کمری میلا کرتہ۔ چیکٹ پڑی اللہ اللہ کر رہی
ہیں۔ سنجیدہ تو صورت دیکھتے ہی بے اختیار ہو گئی۔ اور دوڑ کر گلے جا لپٹی۔ پوچھنا تھا کہ بڑی بی
کا دل بھر آیا۔ برسوں کا جما ہوا مواد نشتر کی دیر تھی لڑکی کا نام آتے ہی لگیں پھوٹ پھوٹ کر رونے
رو چکیں تو ساری رام کہانی سنائی۔ سنجیدہ کا بس چلتا تو وہ اسکو کچا ہی کھا جاتی مگر سمجھدار
عورت سوچا کہ زبان دراز لڑکی کیوں موری میں پتھر ڈالا جو چھینٹیں اڑیں۔ پرائے
شگون کے واسطے اپنی ناک کٹائی کس خدا نے بتائی پیاس لگی پانی مانگا ماما تو چپ ہو گئی
مگر سہیلیوں میں سے ایک لڑکی سات آٹھ برس کی ڈھینگری ننگے سر ننگے پاؤں ناک
بہہ رہی۔ ہاتھ پک ہا پانی پلانے اٹھی گھڑونچی کے نیچے آبخورہ الٹا پڑا تھا جھٹ اٹھا
غڑپ سے ڈال پانی بھر لے آئی۔ بی سنجیدہ دیکھتی رہیں گز کا منہ کا میلا کچیلا ملگجے کو تو پانی
مانگ لیا۔ مگر پانی تو سانپ کی چھچھوندر ہو گیا نہ اگلے چین نہ نگلے۔ گلاس کٹورا الٹا ہوا
آبخورہ اپنی میں تو کراہیت نہیں تھیں تو شرمندگی! اٹھی آبخورہ لے باہر آئی اور ہاتھ دھو پائنتی میں
جی تو یہی چاہتا تھا کہ ماں کے منہ در منہ ایسا ٹھیک بناؤں جو بھلی مانس ہو تو چلو بھر پانی میں
ڈوب مرے مگر پھر سوچا کہ کیوں اندھا ہوتا اور کیوں دو بلائے پیاس نے ور کی لگ رہی تھی تھوڑی
دیر اور بیٹھ رخصت ہوئی۔ مگر چلتے وقت اتنا کہہ گئی۔ استانی جی آنے کو کہہ رہی تھیں وہ آئیں
تو انشاء اللہ میں انکے ساتھ آؤنگی۔ گھر آئی پانی پیا اور استانی جی سے سارا حال کہا

بیاہ کا ذکر سنکر تو ایک استانی جی اور ان کے ساتھ کئی اور سب کے پیٹ میں مارے ہنسی کے بل پڑ گئے سنجیدہ کہنے لگی استانی تو جب جانوں۔ جب اس لڑکی کو ٹھیک کرو کمبخت نے گھر کا گھر دا کر رکھا ہے۔ خدا کی قسم ہو اُس نے تو سب کے کان کاٹے خبر نہیں کس قماش کی لڑکی ہے میرا تو اوپر کا سانس اوپر نیچے کا نیچے رہ گیا اتنا بڑا محلہ ماشاءاللہ بچپیں تیس آدمیوں کا کنبہ اور کوئی آکر جھانکتا بھی نہیں جہاں کسی نے قدم رکھا اور لڑکی نے ٹانگ لی سفید یار غاں سگے ماموں اور ایسے الگ تھلگ جیسے بالکل غیر۔ میں تو کہتی ہوں خدا اسکا پردہ ڈھانکے یہ رسوائی تو نہ ہوگی کسی طرح ماں بیچاری اس مصیبت سے چھٹکارا پائے ایک دم چالیس پچاس روپیہ نقد کرایہ کی آمدنی بہن الگ رہی جہاں بیٹھ جائیں گی لالوں کی لال ہی مرزا ارکی بڑی پاؤں میں ہی جو نہ کہیں جا سکتی ہیں نہ آ سکتیں ہیں دکھ بیماریاں کیا ہوتی نہیں مگر ان کو تو اسی صدمہ نے بٹھا دیا۔ ہلم سے نسبت ہوئی تھی مگر ہوا کس کے سر پر اتنے بال تھے۔

دیوار بیچ گھر تھی رتی رتی اور تل تل سب باتوں کی خبر پہنچتی تھی۔ کانو نیر ہاتھ دھو صاف الگ ہو گئے مجھے تو امید نہیں کہ یہ لڑکی رستے پر آئے استانی جی یہ حال سنکر تھوڑی دیر تو سناٹے میں رہ گئیں۔ پھر کہنے لگیں اے ہے میرا دل تو ان سے ملنے کو آپ ہی چاہ رہا ہے۔ اب تو وقت نہیں رہا زندہ رہی تو انشاءاللہ کل صبح ہی چلوں گی۔

دوسرے دن صبح ہی استانی جی اور سنجیدہ چلنے کو تیار ہوئیں تو نسیمہ نے بھی خواہش ظاہر کی۔ پھوپھی کا منشا تو تھا نہیں مگر استانی جی نے کہا کیا حرج ہے گھڑی بھر تو بیٹھنا ہی ہے ساتھ جائے گی ساتھ آئے گی لے چلو۔ تینوں ڈولیاں آگے پیچھے روانہ ہوئیں اور دم بھر میں وہاں جا پہنچیں پہلے استانی جی اتریں اور ڈیوڑھی میں کھڑی کی کھڑی رہ گئیں سنجیدہ اتری نسیمہ آئی تینوں آگے بڑھیں۔ بھلا استانی جی کو تاب کہاں تھی تو جب سے ذکر ہی سنا تھا خون کے سے گھونٹ پی رہی تھیں۔ بڑی بی سے گلے تو مل لیں اور پھر تو وہ آئیں تو جائیں کہاں کیسی خیر صلاح اور کسکا مزاج لڑکی سے کہنے لگیں ہو میں بھاگ

اُن ماؤں کے جن کے ہاں ایسی ناشدنی بیٹیاں پیدا ہوں اس سے بہتر ہے اس سرے
تک سارے گھر کو آگ لگا دی۔ موئے چماروں حلال خوروں کا گھر بھی تو اچھا ہوگا یہ تو
نہ ہوگا کہ گھستے ہی جی متلا جائے غضب خدا کا یہ پانی پینے کا آبخورا جو غڑپ غڑپ
مٹکے میں پڑے مرغی کے دڑبے پر پڑا ہے انوکھے جانور تمہارے ہی یہاں نہیں پلے دنیا پالتی
ہے مگر یہ اندھیر کہیں نہیں دیکھا کہ چاروں طرف مرغیاں منہ ڈالتی پھریں اور برتن تتر بتر
گھر کیا کنجڑے کی دکان یا گاڑیوں کا اڈا ہے کہ کٹی اور پولیاں گاجریں اور مولیاں دنیا
بھر کے آخور گھر کے اندر یہ چاندنی ہے جس پر پاؤں رکھنے کو جی نہ چاہے سچ ایسا بے ڈھنگا
کارخانہ ہو۔ ذرا گھڑونچی کی صورت تو دیکھو یہ موا مٹکا ہے یا رنگریز کی رانجن گول اور لو
طباق دیکھنا کیچڑ میں کھڑا ہے لے ہے دس بجنے کو ہیں اور اب تک بچھونے اُٹھنے نصیب نہیں
ہوئے۔ یہ ہیں بھی تو زربفت اور کمخواب کے جو دیکھے وہ خوش ہو جائے الٰہی توبہ۔ خدا ایسی پھوہڑ لڑکی
کی صورت نہ دکھائے۔ بیٹی عورت ہے یا پتھر آدمی ہے یا جانور ذرا اپنا ہڈرا تو دیکھ فقیرنیوں
کا سا حال لونڈیوں کی سی گت اور تو اور موئے چھینکے کی بھی کوئی ہستی ہے۔ بے ڈھنگے
لوٹے کلیے ڈھنگا کام اچھی لو سنجیدہ تمہیں خدا کی قسم اُلٹا لٹکا ہوا ہے۔ کیوں بیٹی ذرا جواب
تو دے۔ یہ پرالان میں پوڑیاں بنائی ہیں یا جلیبیاں تلی ہیں کہ کم بختی پھنکار نے
ناک میں دم کر دیا۔ کھانا کھا کر رات کو دسترخوان بھی تو اُٹھانا نصیب نہیں ہوا۔ روٹیوں کے
ٹکڑے جہاں تہاں پڑے ہوئے ہیں یہ گھر ہے یا بھٹیار خانہ۔ میرے تو ہوش اُڑے جاتے ہیں ماشاء اللہ
سب صفتیں موجود ہیں۔ کمرے میں اوپلے سبحان اللہ۔ بیٹی ہاتھوں میں دم نہیں تو چارپائی پر
سونا کیا ضرور۔ یہ جھلنگے ہیں یا اُڑن کھٹولے میرا تو ایک ایک چیز کو دیکھ کر جی اُلٹتا ہے
اور تو اور لو یہ اندھیر بھی دیکھا چٹاری کو تو ملاحظہ کیجیے ایک کلیا تانبے کی ایک مٹی کی
غریبی نہیں نحوست نہیں ہو تو صبر آ جائے ہڑونگی نے اپنے کرتوتوں سے گھر کا گھورا کر دیا۔ دوسری
کی ہوتی تو شکل نہ دکھاتی یہی کرتوت تھے جو ماموں ممانی نے جوتی اوندھا دی! اور سچ بھی ہے میکہ

میں یہ آفت ڈہا رکہی ہے تو سسرال جاکر کیا آگ لگائیگی ننھی نہیں نادان نہیں اس سے چہوٹی
چہوٹی لڑکیاں وہ گہر سنبہالتی ہیں کہ آدمی دیکہتا رہے مٹی کے ڈہنگ سوئی تو میں نہیں کہ چہپ
جائیں۔ نکلی ہونٹوں چڑہی کوٹہوں کس کی شامت آئی ہے کہ جیتی مکہی نگل لیتا۔ کیوں لو!
جہوٹ تو نہیں کہتی آخر تمہارے گہٹنے سے لگی کب تک بیٹہے گی۔ بادشاہ وزیر کی بہنیں بیٹہتیں
یہ تو کس گنتی میں ہیں۔ آج نہیں کل اور کل نہیں پرسوں وقت تو آنا ہی ہے سسرال والی کی
جوتی کو کیا غرض پڑی ہے جو گہر کا ناس کریں گے۔ آپا جان آپکو تو خالہ بستی کی بہو یاد ہوگی
ان ہی کی بہن تہی یا کچہ اور ساس غریب کو خبر ہی نہیں دو برس ہونے آیا ایک ایک کر کے نو جوڑے
غارت کر دیئے روپیوں کا مصالحہ کوڑیوں کے مول بیچ ڈالا وہ تو خدا کو رسوا کرنا تہا کہ گہر پر آیا زری
گوٹے والا۔ لڑکی نے ادہیڑی پاجامہ پر سے چہپا۔ ماما گئی لیکر ادہر سے آ رہے تہے سسرے۔ بیوی
سے آکر پوچہتے ہیں تو اُن کے فرشتوں کو بہی خبر نہیں۔ ماما سے بلا کر پوچہا لگی ادہر ادہر کی باتیں
بنانے۔ خالہ کو آیا غصہ جوتی لیکر کہڑی ہو گئیں۔ پہلے تو بہت دربڑائی مگر چارہ ہی کیا تہا
ہاتہ جوڑ کر سارا حال کہدیا۔ اب تو بی خالہ کا سانس اوپر کا اوپر اور نیچے کا نیچے۔ آکر دیکہیں تو
چوتہی کا جوڑا کارچوب ٹکا مہینہ ڈیڑہ مہینہ کا پہنا اور بیچ کی بیلیں غائب کونوں کے تو بیچ
ندارد بہتیرا ہی چیخیں پیٹیں مگر ہونا کیا تہا۔ بہو تہی زبان کی چٹوری سب ہی کچہ کر ڈالا۔ مگر پہلا
چہٹپن کی عادتیں یوں جاتی تہیں دس دس بارہ قلفیاں ایک سانس میں چٹ کر جاتی
ہار جہک مار میکہ بہجوا دیا۔ اب دیکہ لو اٹہتے بیٹہتے جوتی لات کیا ادہر ہو گئی ہے۔ اُن کا کیا بگڑتا
تہا ایک دفعہ بہیج پلٹ کر خبر نہ لی کہ بہو تہی یا گہر کا کوڑا۔ خدا نہ کرے کہ کسی لڑکی میں لپکا ہو میرے
تو آج دیکہکر اوسان جاتے رہے۔ میں تو کہتی ہوں ایسی لڑکی شاید شہر بہر میں تو ہو گی نہیں۔

(۲۱)

بیٹیوں کے کام یہ ہیں۔ صبح اُٹہکر وضو کیا نماز پڑہی۔ قرآن پڑہا۔ ماما میسر ہوئی تو اس سے
نہیں تو آپ بچہونے طے کئے اندر کوٹہری میں لیجا کر رکہے چارپائیاں اُٹہا کر کونے میں کہڑی

کیں رات کی پھیلی ہوئی چیزیں سمیٹ کر قرینے سے رکھیں۔ جھاڑو دی یا دلوائی صحن
میں پتھر کا فرش ہی تو آپ کھڑے ہو کر دُھلوایا۔ دالان یا کمرے میں جھاڑو بہارو ہو چکی
تو دری چاندنی قالین جو بچھا ہی اسکا ٹھیک ٹھاک کیا مگر جھاڑو دی تو ایسی کہ جھاڑو
معلوم ہو یہ نہیں کہ نیچے مار دیئے پھوہڑ کی جھاڑو سگھڑ کا لیپا جس چیز کے واسطے جو جگہ
مقرر ہی وہ اس جگہ رکھدی تاکہ ڈھونڈھنے میں دقت نہ ہو۔ غرض بیٹی کا سب سے پہلا کام یہ ہی
کہ گھر چند منٹ میں کیا اندر کا بچھونا اور کیا باہر کی انگنائی ایسی صاف ستھری ہو کہ ایک سوئی
بھی گر پڑے تو الگ دکھائی دے۔ جن چیزوں کو دالان اور کمرے سے کوئی واسطہ نہیں ہی وہ
ہرگز نہ وہاں آنے پائیں میز کرسی صندوقچے اور الماریاں دونوں وقت جھاڑن سے جھاڑ
دینی چاہئیں بعض لڑکیوں میں عیب دیکھا گیا ہی کہ اگر کوئی چیز ٹیڑھی پڑ گئی ہی تو بلا سے کچھ
پروا نہیں مگر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ دنیا میں بعض مزاج ایسے بھی ہیں کہ بچھونے میں سلوٹ
بھی دیکھ لیں تو جی اُلٹنے لگتا ہی۔ اگر انکو کوئی چیز ٹیڑھی ترچھی دکھائی دے جائے تو بہت تکلیف
ہوتی ہی۔ اس لئے اگر دیواروں پر تصویریں نقشے یا قطعے وغیرہ ہوں تو انکو روزمرہ جھاڑنے
پونچھنے کے علاوہ یہ بھی احتیاط ضروری ہی کہ ذرہ بھر کجی نہ ہو۔ کپڑے لٹکانے کے واسطے اول
تو کھونٹیاں اور نہیں تو خیر الگنی نہایت مناسب ہی۔ کپڑے ہمیشہ اسی پر لٹکانے چاہئیں
یہ نہیں کہ اُجلی براق اوڑھنی جہاں جی چاہا اُتار پھینکی اور چار دن میں میلی چکٹ ہو گئی
ایک اجلا صاف شفاف تولیہ ایک طرف ضرور لٹکا ہونا چاہیئے تاکہ ضرورت کے وقت ہاتھ
منہ پونچھنے میں تکلیف نہ ہو۔ تولئے کے سوا کسی اور کپڑے اوڑھنی کے آنچل یا کرتے کے دامن
سے ہاتھ منہ پونچھنا بڑی بدتمیزی کی بات ہی۔ دیوار پر کسی قسم کا داغ دھبہ کوئلے
لکیریں پان کی پیک وغیرہ نہایت پھوہڑپن ہے۔ پان کھانے والے کو لازم ہے
کہ کم سے کم ایک اگالدان اگر میز کرسی ہو تو میز کے قریب ورنہ گاؤ تکیہ کے پاس
ایک کونہ میں ضرور رکھدیں۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ کوئی چیز جس کی ضرورت نہ ہو

کمرہ یا دالان میں آنی چاہیئے۔ کوٹھری کے آگے پلنگ بچھانا بھی تکلیف دہ ہے اگر مجبوری ہو تو یہ مناسب ہوگا کہ رات کو بچھا لیا جائے مگر صبح اُٹھا دینا چاہیئے۔ کیونکہ کوٹھری میں جانے کے واسطے بار بار پلنگ پر چڑھنا تکلیف کے علاوہ پلنگ کو بھی جھولا کر دیگا۔ ایک لڑکی کا ذکر سنا ہے کہ صبح ہی اُٹھکر منہ ہاتھ دہو اچھے اچھے کپڑے پہن ماں سے پوچھتی اماں میں کیسی معلوم ہوتی ہوں؟ ماں ہنستی اور کہتی بہت ہی بُری ایک دن لڑکی نے اپنا تکلف چھوڑ گھر کو جھاڑ دی اور سب چیزوں کا ٹھیک ٹھاک کیا پھر اسی طرح خاک میں بھری ہرائی میلے کچیلے کپڑے ماں سے کہنے لگی اچھا اب کیسی معلوم ہوتی ہوں ماں نے کہا بہت اچھی وہ مثل سنی ہوگی گھر کی بیوی کہتے بلکتی گھر کتوں چوگا بیٹی سیانی ہوئی تو گھر کے تمام کام کاج کی وہ ذمہ دار ہے اگر کسی گھر کی حالت خراب دیکھو اور یہ بھی دیکھو کہ وہاں ہشیار لڑکی موجود ہے تو یقین کر لو بہت ہی بدسلیقہ اور بے ڈھنگی ہے بعض لڑکیوں میں یہ عیب دیکھا گیا ہے پان کھایا نہ کھایا تھوکنے کی ضرورت ہوئی، فرش پر بیٹھی ہیں۔ دری کا کونا اُٹھایا تھوک دیا ناک سنکی دیوار سے پونچھدی اس سے زیادہ بدتمیزی اور کیا ہوگی۔ لڑکیونکو ہر وقت ایک رومال اپنے پاس رکھنا چاہیئے۔ مرزا پور میں ایک صاحبزادی کے دیکھنے کا اتفاق ہوا بہت سی بیویاں محفل میں بیٹھی ادہر اُدہر کی باتیں کر رہی تہیں اور اس کے ہاتھ میں ایک تنکا تھا۔ دانت کرید کر دیکھتی جاتی تھی۔ کسی کے سامنے خلال کرنا خاصی اچھی نالائقی ہے بہت آدمیوں کو گھن آتی ہے گو شرم کی وجہ سے کچھ نہ کہیں مگر دل میں تو ضرور بدتمیز سمجھتے لگتے ہیں۔ اسی لڑکی میں ایک دوسری صفت دیکھی ہے۔ پہلے تو یہ کیفیت کہ تنکا مسوڑوں میں ڈالکر نکالتی اور دیکھتی دیوار سے پونچھتی ہونٹوں سے چوستی۔ کبھی میز پوش سے رگڑ دیا۔ کبھی دری میں مل دیا دوسری تعریف یہ کہ ہم سب تو باتیں کر رہے تھے اور اسکو جو خل خل ہنسی سوجھی تو ایک ایک کی صورت دیکھ رہی ہے اور لوٹے جا رہی ہے اسکا اس بیہودگی سے ہنسنا بہت ہی ناگوار معلوم ہوا۔ اتفاق کی بات ہے کہ ایک بیوی ہنسنے لگیں وہ بیچاری تو بس یہی سمجھیں

کہ مجھو ہنسی ہی ہی۔ بہتیرا منع کیا سمجھایا۔ گھر کا مگر اس کی ہنسی ہی بند نہ ہوئی۔ کسی محفل میں اگر شریک ہونے کا اتفاق ہوا یا اجنبی آدمیوں سے ملو تو بلا وجہ ہنسنا اور قہقہے لگانا بہت بُری بات ہے۔ ہاں تو میں کہہ یہ رہی تھی کہ گھر ایسا بناستورا دیواریں ایسی صاف ستھری چاہئیں کہ دیکھنے والے کا دل خوش ہوجائے۔ یاد رکھو کہ تاڑنے والی عورتیں ایک نگاہ میں بھانپ لیتی ہیں گھر کی حالت دیکھکر گھروالی کے سلیقہ کا پتہ لگانا بڑی بات نہیں۔ اپنی تو میں کہتی ہوں مجکو لیجا کر ایسے گھر میں چھوڑ دو جہاں کبھی نہ گئی ہوں ایک نظر ڈالکر گھروالی بیوی کا سارا رنگ ڈھنگ نہ بتادوں تو سہی۔ موٹی سی بات ہی جس کے مزاج میں آپ ہی ستھرائی نہ ہوگی وہ گھر کو کیا بنائیگا۔ بیوی جب کوارپنہ ہی میں ڈھنگ نہ آیا تو سسرال میں جاکر کیا خاک آئیگا۔ غریبی ہو یا امیری کوئی سینکڑوں ہزاروں کا کام نہیں۔ گھر کا ایک دالان یا کمرہ ٹھیک کرکے اتنا انتظام کرلینا کچھ بڑی بات نہیں کہ بچے ادھر نہ جاسکیں اتنا ہو جانے کے بعد انگنائی سب سے پہلے غور کرنے کے قابل ہی۔ کوڑا کرکٹ چھلکے دونے کوئی چیز نہ ہونی چاہیئے نہ یہ کہ دن بھر پلنگ چارپائیاں دھوپ میں پڑی ہیں۔ بعض جگہ دیکھا ہی کہ جہاں ڈھیر کوڑے کا ڈھیر کسی کونے میں لگادیا۔ مناسب یہ ہی کہ دروازے کے پاس ڈالدو یا حلالخوری سے آتے ہی اُٹھوا دو اگر باہر پھنکواؤ تو ذرا فاصلہ پر یہ نہو کہ دروازے پر ڈلاؤ لگا ہوا ہی۔ اندر گھر کے رہنے والوں کو معلوم نہیں ہوتا مگر باہر کے آنے جانے والوں کو سخت تکلیف ہوتی ہی۔ یہ بھی دیکھا ہی کہ دن بھر پڑوائے انگنائی میں پڑے رہی۔ اگر رات کو پلنگ یا چارپائیوں کے نیچے پڑوائے لگانے کی ضرورت ہو تو صبح ہی انکو اُٹھا لینا چاہیئے ایک جگہ کا ذکر کرتے ہوئے تو رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ سیپارے کے ورق سارے گھر میں مارے مارے پھر رہی تھے۔ تکیہ نہ رحل لوگ اوپر چڑھے بیٹھے ہیں اور سیپارہ نیچے پٹخا پڑا ہی۔ غضب خدا کا مسلمانوں کا گھر اور کلام کی یہ عزت جس چیز پر ایمان کا دارومدار وہ پاؤں میں رُلتی پھر رہی ہی۔ دیوار یا کنوئیں میں مٹی الدو موکھوں میں کہدو۔ نخالہ امی کے یہاں کا ذکر ہے

میں بیٹھی تھی اور ماما الحمد کا ورق جھاڑ رہیں پہلی گھر میں ماشاءاللہ اتنی لڑکیاں بالیاں اور
بڑی بوڑھیاں مگر پھوٹیں انکی آنکھیں جو کسی نے بھی دیکھا ہو۔ میں نے ٹوکا تو چاہیے کہ
بی خالہ سب کاموں کو چھوڑ چھاڑ سر سے لگاتیں آنکھوں پر رکھتیں توبہ۔ پرواہ بھی نہ کی۔
ماما سے اتنا کہدیا کہ دیوار میں اڑس دے۔ تم انجانوں کے آگے کہتی ہوں اسی دن میرا
ماتھا ٹھنکا تھا کہ خدا خیر کرے دو تین دفعہ اُن کے ہاں یہی بیحرمتی دیکھی آخر خدا کے
کلام کا ایسا صبر پڑا کہ وہی بھرا ہوا گھر جس میں بڑے اور چھوٹے بچے اور بچیاں آدھی
رات تک چڑیاں سی چہکتی رہتی تھیں۔ ایک چھہ ہی مہینے میں کیسا تباہ ہوا کہ اکیلی ٹٹروں
ٹوں بیٹھی مکھیاں مار رہی ہیں۔ خدا لاٹھی لیکر تو مارتا نہیں کیسی برباد ہوئیں کہ تنکا تک نہ
رہا مال اور جان سب ہی کچھ کھو بیٹھیں۔

ایک اور عیب میں نے لڑکیوں میں دیکھا جو ظاہر میں تو کچھ ایسا برا نہیں معلوم ہوتا
مگر غور سے دیکھو تو بہت ہی تکلیف دینے والا ہے۔ ضرورت کے وقت چیز کہیں سے
اُٹھا لی اپنا کام کر کرا جہاں جی چاہا پھینکدی ایک دفعہ تو مجھی پر یہ مصیبت گزر چکی ہے
برسات کے دنوں میں چراغ جلا کر میں نے اپنے ہاتھ سے دیا سلائی کا بکس دیوارگیری پر
رکھدیا عشاء کے بعد مولوی صاحب کھانا کھانے آئے میں سلیم کو سلا رہی تھی خدیجہ کھانا
دینے اُٹھی۔ چاولوں کو دیکھتی ہے تو ٹھنڈے برف۔ چولھے کو دیکھتی ہے تو آگ بھاپ بکس
لا کر آگ سلگائی اور اس جلدی میں بکس وہیں پھینک پھاٹک بھول گئی۔ پچھلے پہر مینہ
آیا بہتیرا سر پٹخا بکس ہو تو ملے کونہ کونہ دیکھ ڈالا مگر بکس نہ ملنا تھا اور نہ ملا۔ اندھیرا گھپ
جو چیزیں دکھائی دیں اندر پہنچائیں۔ کیڑے پتنگے کا کھٹکا سانپ بچھو کا ڈر اوپر سے دھونتال
مینہ۔ ماچے کا ماچہ نواڑی پلنگ اُٹھا کر جا رہی تھی بیچ میں تھا کھانچہ ٹھوکر جو لگی تو میں نیچے
اور پلنگ اوپر رات تو خیر اس اندھیرے ہی میں جوں توں گزر گئی صبح اُٹھکر دیکھتی ہوں تو نیا
چکن کا تھان شام ہی کا آیا ہوا۔ گیلا چوڑا رکھا ہے ایک بی خدیجہ کی اتنی سی بے پروائی سے

کہ بجس جہاں سے اُٹھایا تھا وہاں نہ رکھا تکلیف کی تکلیف ہوئی نقصان کا نقصان جی جلا سو جدا۔ ایمان یہ ہے تو سب کچھ ہی اتنا قصور میرا بھی ضرور ہے کہ سر پر برابر گھٹا چھائی ہوئی اور سب چیزیں جھوڑ جھاڑ پڑ کر ڈھیر ہو گئی۔ میں نے تو اس دن سے گرہ باندھ لی۔ چاہے اپنی چیز ہو یا پرائی جہاں سے اُٹھاتا وہیں رکھنا اور ہر چیز کے واسطے ایک جگہ مقرر کر لی کہ پھر کبھی ایسی وقت نہ ہو۔

اوڑھنا بچھونا جھاڑو بہارو چیز بست ان چیزوں سے فرصت پا کر اب غسلخانہ اور باورچیخانہ کا خیال کرو غسلخانہ میں سب سے پہلی بات تو پانی کی احتیاط ہے کہ باہر جانے کا راستہ صاف ہو۔ موری اٹی ہوئی نہ ہو۔ دانت صاف کرنے کے واسطے منجن منہ دھونے کے لیے صابن یا کھلی جلا تولیہ ثابت لنگی۔ ٹھنڈا پانی ایک قلعی دار لوٹا ہر وقت موجود رہنا چاہیے نہانے کے واسطے گرم پانی بہت مفید ہے۔ مگر ٹھنڈا پانی سمونے کے واسطے تیار رہنا چاہیے یہ وقت تو نہ ہو گی کہ کپڑے اُتار لیے اب یا بیٹھے ماما کا انتظار کرو یا آپ جا کر پانی لاؤ نہا چکنے کے بعد فوراً صاف تولیہ یا اور کسی کپڑے سے بدن پونچھ لینا چاہیے۔ طرح طرح کا تیل ڈالنے سے آج دھوم تھی۔ کل چنبیلی برسوں انگریزی سر چکٹ جاتا ہے۔ جاڑوں میں چنبیلی کا تیل ڈالکر دھوپ میں بیٹھنے سے فوراً سر چکٹتا ہے۔ اگر عادت نہ ہو تو صابن کے دھونے سے بھی۔ نہاتے ہی تیل ڈالکر سر گوندھ لینے سے بھی سر چکٹتا ہے۔ چکٹے ہوئے سر کو ریٹھے بہت مفید ہیں آنولے اور گوندھ سے بھی نکھر جاتا ہے۔ بال بڑھانے کے واسطے یہ نسخہ اکسیر ہے۔ رات کو ماش کی دال دھو کر بھگو دو اور صبح تھوڑے سے بیری کے پتے ڈالکر پیس لو اور سر دھو لو چالیس دن اس طرح کرکے دیکھو بال کہاں سے کہاں پہنچتے ہیں یہ جو آکاس بیل ہوتی ہے زرد زرد درختوں پر پڑی ہوئی۔ اس سے سر دھونا بھی بالوں کو بہت بڑھاتا ہے۔ بالوں کا ذکر آگیا تو ایک بات اور کہنی پڑی میں نے اپنے ہی شہر اور اپنے ہی محلہ بلکہ یوں سمجھو اپنے ہی گھروں میں دیکھا ہے کہ بعض لڑکیاں دن بھر بکری کی طرح پان چباتی ہیں اور دانت سرخ بیر بہوٹی ہو جاتے ہیں۔ بات کریں منہ سے پیک بونے

میں کھانے میں وہ لال لال دانت بالکل ہی زہر معلوم ہوتے ہیں کیسی بدتمیزی کی بات ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ پھر طرہ یہ کہ پان کا شوق تو اتنا اور دانت نہ مانجھیں دنوں برابر بیٹھکر بات کریں تو منہ سے وہ بو آئے کہ الٰہی تیری پناہ۔ چاہیئے یہ کہ چاہے پان کھاؤ یا نہ کھاؤ مگر صبح اُٹھکر جہاں منہ ہاتھ دھو وہاں دانت بھی مانجھو یہ بھی کوئی منہ دھونے میں دھونا ہوا کہ دو چھپکے مار اُٹھ کھڑے ہوئے۔ لو صاحب منہ دھل گیا۔ منجن اگر انگریزی بنا بنایا موجود ہو تو خیر ورنہ خود طیار کرلینا چاہیئے۔ یہ جو سالن میں گودے کی ہڈی ہوتی ہے اسمیں کالی مرچیں بھر کر جلالو جل جائے تو الگ رکھ لو۔ اب ایک نیم کی ٹہنی لیکر اسکی پتیاں نوچ کر پھینکدو اور اس لکڑی کو آگ میں جلا کر کوئلہ کرلو ان کوئلوں کو اس جلی ہوئی ہڈی کے ساتھ ملا کر پیس لو منجن ہوگیا۔ دانت ایسے صاف ہوں جیسے چینی بلکہ مرچوں سے تمام بادی بھی جھپٹ جائیگی۔ یہ بڑی غلطی ہے کہ جو کوئلہ ہاتھ آگیا اس سے دانت مانجھ لئے بعض دفعہ ایسا کوئلہ ہوتا ہے کہ مسوڑوں میں درد ہو جاتا ہے۔ جڑیں کمزور ہو جاتی ہیں۔

یہ باورچیخانہ دیکھکر تو بیوی اللہ جانے میرے ہوش اُڑے جاتے ہیں باورچیخانہ ہے یا چنڈوخانہ ایک دفعہ ماموں جان کے کوٹھے پر سے دیکھا تھا عین مین وہی نقشہ معلوم ہو رہا ہے۔ چاروں طرف چیزیں تتر بتر پھیلی ہوئی ہیں برتن بھانڈا پڑی پیڑا جھکی چولہا سب ہی چیزیں تو ٹھسی ہوئی ہیں اور تو اور کاک اور رکھانچوں کو بھی یہی جگہ رہ گئی تھی۔ ذرا دیکھو تو سہی پتیلیاں پچکی طشتریاں ٹوٹی کونڈے میں دراڑ۔ توبہ ہے یہ بھید ہماری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آتا ہے بیٹی یہ صراحی میں چنے کی دال۔ یوں کہو سب چیزوں کی پال ڈال رکھی ہے۔ بے پیندی کی گھڑیا بے ٹونٹی کا لوٹا بے گلے کی پتیلی اللہ رکھے سب ہی کچھ موجود ہے۔ یہ چولھے کن قرنوں کے ہیں۔ پیسے نہ پتے ثابت نہ ٹھیک بھٹیارے کا تندور بھی اچھا ہوگا۔ زینب بیچاری اگر سچ پوچھو تو ٹکے کی مزدور ہے صدریاں کرتی اور پیٹ بھر نا اللّے نہیں ملتے نہیں آگئی تو روزی نہیں تو روزہ۔ کل صبح کو میں جا نکلی بیٹھی روٹی پکا رہی تھی۔ ڈھنگ کا چولھا

لیا پتا قرینے کے برتن دُھلے دھلائے۔ یا اندھیر تھوڑی ہی عزت والو نکا گھر روپیہ کی جگہ
روپیہ پیسہ کی جگہ۔ اور یہ گت کہ دیکھی نہ سنی کڑھائی میں اوپلے کرچھے میں کرسیاں بے ڈھنگی کی
حد بدتمیزی کی انتہا۔ ماما آزاد بیوی برباد روک نہ ٹوک کہنا نہ سننا چلو چھٹی ہوئی ماما یہ
کچھ بیوی وہ کچھ بڑی بی بیچاری اس قابل نہیں کرے کس کی جوتی سنے کس کا صدقہ
ماشاءاللہ اتنی آمدنی اور غضب خدا کا مٹی کی بدنی۔ تین کا نام لیٹ بیٹی عورت کی
عورت اُسکا سلیقہ ہی ہنر نہیں تو لاکھ کا گھر خاک لمحہ بھر کا کام ہے ماما نہیں تو آپ ہی ایک دو ہاتھ
چوٹھے پر پھیر لو یہ ہنکار تو نہ برسے گی۔ کوئی بڑی بات نہیں کھانے سے فراغت پائی اور اپنے
سامنے سارے برتن دھلوا منجھوا چوکی پر یا کوٹھڑی میں کانس پر یا ٹوکری میں قرینے سے رکھوا دیئے
بس اتنا کام ہے لو سگھڑاپا ہو گیا۔ برتن کے برتن ٹھیک ہو گئے کام کا کام نکل گیا ہفتہ میں ایک
دفعہ قلعی کروالی۔ اُجلے کے اجلے صاف کے صاف اوپلے یا لکڑیاں اندازہ سے ضرورت
کے موافق نکالیں جو بچیں وہ رکھدیں۔ باورچیخانہ نعمت خانہ ہے ایندھن خانہ نہیں کڑاہی
کھچپا پھکنی دست پناہ، کام ہو چکا کونہ میں رکھدیا۔ پھر دیکھو کیسا صاف باورچیخانہ
ہوتا ہے جہاں جھاڑو دی اور چندن ہوا۔ ہاں اتنی احتیاط ضرور چاہیئے کہ کیچڑ نہ ہو دھوون
وغیرہ جتنا پانی ہے موری پر ڈالو۔ باورچیخانہ کے آگے ڈالنا بہت ہی بدتمیزی ہے۔ جوتا
یعنی برتن صاف کرنے کے واسطے رسی کا ٹکڑا روز تبدیل کر لینا چاہیئے۔ اگر ممکن ہو
تو مہینے دوسرے مہینے باورچیخانہ میں سفیدی کروا دینی بہت اچھی ہے۔ برتنوں کی قلعی میں بے
پروائی کرنے سے بڑا نقصان ہوتا ہے کیاوُ سے کھانا بالکل خراب ہو جاتا ہے نقصان کا
نقصان ذلت کی ذلت عقلمند لڑکیاں برسات کے آنے سے پہلے ایندھن بھر والیتی ہیں
تاکہ گیلی لکڑیاں اور سیلے اپلوں کی پھونکا پھونک سے بچیں۔ یہ ایک اور پھوہڑ پن تو میں نے قریب
قریب سب ہی لڑکیوں میں دیکھا ہے کپڑا رنگنے اُٹھیں اور جس برتن میں چاہا رنگ لیا اسوقت
تو کام نکل جاتا ہے مگر کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دھو لینے سے برتن صاف ہو گیا لیکن اسکا اثر موجود رہا

جو چیز اس میں کبھی وہ کڑوی جو نکالی وہ خراب اور سنو ضرورت کے وقت روغن داغ یا کرچیلا
نہ ملا۔ کٹورا طشتری جو چیز سامنے آئی لے لی اور آگ پر رکھ دی چار دن کا میلا ہوتا برتن گھڑی
بھر میں کالا سیاہ ہو گیا۔ مجھے چاہو کنجوس کہو یا سوم مجکو تو یہ بھی برا معلوم ہوتا ہے کہ آگ دھڑ
دھڑ جل رہی ہے اور چولھے پر کچھ نہیں ایک ادھیلا یوں ہی غارت ہوا کچھ نہو تو پانی کی گڑیا
ہی رکھ دو۔ گرم پانی کسی نہ کسی کام آ ہی جائیگا۔ ایک بات میں کہنی بھول گئی۔ مامائیں
برتن مانجھنے میں بڑی بے پروائی کرتی ہیں بیٹیوں کو چاہیئے کہ آپ اچھی طرح دیکھ بھال لیا
کریں تیلی کلیہ میں ذرا اگر اچھا نہ دیا تو سالن کالا ہو جائیگا اگرچہ دیکھا تو نہیں مگر سنا ہے
کہ بہتیری لڑکیاں ایسی منحوس ہوتی ہیں کہ جلتے چولھے میں سے آگ دینی بہت ہی بری معلوم
ہوتی ہے۔ ایسی کمبختوں کو کیا کہوں اس سے زیادہ نالائقی اور کیا ہو سکتی ہے جنکو مذہب
یہ حکم دے کہ حاجتمندوں کو ہر طرح سے مدد دو اور ان کے وقت پر کام آؤ ان کا یہ
سلوک کیسے افسوس کی بات اور شرم کی جگہ ہے۔ اللہ کا شکر ہے ایک چھوڑ دو دو مامائیں موجود
ہیں مگر یقین کرنا کہ چاہے کھانے کو دیر ہو جائے جب تک باورچیخانہ صاف ستھرا نہ ہو میں تو ایسے
وقت تک پکانا ریندھنا گناہ سمجھتی ہوں۔ کچھ دلی ہی پر موقوف نہیں میں نے تو سب ہی
جگہ دیکھا ہے کہ جہاں کوئی غیر عورت آئی کواری بیٹی اٹھی اور چھپ گئی مگر میں ایک
بات پوچھتی ہوں شکل و صورت کے علاوہ باقی تمام عادتیں ہنر سلیقہ ڈھنگ انتظام
تو گھر کی صورت دیکھکر معلوم ہو جاتا ہے۔ مزاج تو معلوم ہو ہی گیا صورت نہ دیکھی تو نہ
سہی۔ یہ سب جانتے ہیں کہ ماؤں کو چھوٹے بچوں ہی کی خدمت سے اتنی فرصت نہیں کہ
وہ گھر کے کاموں کو دیکھیں۔ جب سیانی لڑکی موجود ہے تو بھلائی برائی سب کی ذمہ دار وہ ہے۔
بیویو تم کہو گی تو سہی کہ استانی اچھی کمبخت آئی کہ کان کے کیڑے ہی کھائے مگر
کیا کروں منہ پر آئی رکتی نہیں اب شروع کیا ہے تو پھر کیوں چھوڑوں۔ باورچیخانہ کا
حال تو سن لیا اب پانی زندگی قائم رکھنے کے واسطے ایک ضروری چیز ہے۔ اسکی کیفیت بھی سنو

اگر اس کی طرف اچھی طرح توجہ نہ ہوئی تو زندگی کو بہت بڑا نقصان پہنچتا ہے ذرا سی بے
احتیاطی میں تو کیڑے پڑ جاتے ہیں جو پینے میں تو خیر گھناؤنے ہی معلوم ہوتے ہیں مگر پیٹ میں
پہنچکر طرح طرح کی بیماریاں پیدا کر دیتے ہیں دیکھو نہ۔ گھڑونچی ٹوٹی مٹکے میلے چپنیاں ندارد
اس پانی سے اول تو پینے والے ہی کی طبیعت کو کراہیت معلوم ہوتی ہے۔ دوسرے
منہ کا کھلا رہنے سے کیڑے مکوڑے مچھر بھنگے جا پڑتے ہیں رات کے وقت اگر پانی پینے والا
بھی ایسا ہی سا ہو تو سب پیٹ کے اندر۔ سب سے بڑے افسوس کی بات یہ ہے کہ گھر کا پانی ایسی
حالت میں ہو کہ آنے جانے والے کا جی پینے کو نہ چاہے۔ یہ پھیرے لیکن گھڑونچی کچھ زیادہ
قیمتی چیزیں نہیں برس میں دو دفعہ بھی بدل لو یا صاف کر لو تو ایسا خرچ نہ ایسی محنت۔
مٹکے بدلنے کو اگرچہ پیسے بھی میسر ہوں تو دھیلے کا گیرو پھیر لینے سے مٹکوں کی صورت ہی
کچھ اور نکل آتی ہے چپنیاں کاٹ کی نہیں تو مٹی ہی کی سہی پانی تو ڈھکا رہیگا۔ بہت
سی بیماریاں صرف پانی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں اگر احتیاط کی جائے اور پانی روزمرہ
چھانکر صاف کیا جائے تو تندرستی کو بہت مفید ہے۔ پانی صاف کرنیکی یوں تو بہت
سی ترکیبیں ہیں مگر سب سے اچھی تدبیر یہ ہے کہ تین گھڑے لیکر دو کے پیندوں میں چھید کر لو
اور پہلے دوسرے یعنی چھید والے گھڑوں میں اجلے صاف شفاف کپڑے کی بتی لگا لو اور
ان ہی دو میں تھوڑا سا دریا کا ریت ڈالدو اور پہلے گھڑے میں پانی بھر کر تینوں گھڑے
اوپر نیچے اس طرح رکھو کہ پانی ٹپک ٹپک کر گرتا جائے۔ اس ترکیب سے رس رس کر پانی تیسرے
گھڑے میں صاف بھی ہوگا اور ٹھنڈا بھی ہوگا۔ بعض لڑکیوں کو پانی کا بہت دھیان ہوتا
ہے جہاں سقہ کے آنیکا وقت ہوا اور انہوں نے باسی پانی چھانکر الگ کیا اور مٹکے
خالی کر دیئے کہ تازہ باسی ایک نہ ہو جائے۔ جسکو تازہ پینا ہوا تازہ پیا باسی پینا ہوا باسی پی لیا
اگر پانی کی احتیاط نہ ہوا اور کوئی ملا جی آنکلا اور اس نے باسی پانی مانگا تو اللہ کا نام تازہ حوالے
کیا اس نے منہ میں لیتے ہی کلی کر دی اگر غیرت ہو تو چلو بھر پانی میں ڈوب مرے کہ گھر میں پانی بھی

ڈھنگ کا نہیں۔ پانی پلانے میں بھی بڑی ہوشیاری کی ضرورت ہے یہ نہیں کہ مٹکا آگے لا کھڑے ہو گئے۔ پہلے یہ دیکھ لینا چاہیے کہ کچھ پڑا تو نہیں ہے۔ خاصکر رات کے وقت ضرور روشنی میں دیکھکر پلانا چاہیے مٹکوں کے انتظام میں اتنی احتیاط اور ضروری ہے کہ بچوں کا مٹکا اُن کے پانی پینے کا برتن الگ ہو۔ کیونکہ وہ دن بھر مٹی کیچڑ میں کھیلتے پھرتے ہیں۔ اُنکے ہاتھوں کا اعتبار نہیں ہوتا اور جس طرح تمکو اوروں کے ہاں جاکر بچوں کے ہاتھ لگانے پر پانی سے کراہیت ہوتی ہے اسی طرح دوسروں کو تمہارے ہاں دیکھکر ہوگی۔ کٹورا۔ آبخورا ڈونگیا سب برتن قلعی دار ہونے چاہئیں۔ کم سے کم دو برتن ایک بھرنے کا ایک پینے کا ہر وقت مٹکے پر ضرور رہیں بہت برا معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی برتن غڑپ غڑپ ڈالا اور اسی سے پانی پی لیا۔ صراحی یا گھڑے کے منہ پر اجلا سفید مہین کپڑا باندھنا بہت اچھا ہے پانی چھن چھن کر نکلتا ہے۔ گرمی میں باسی پانی ہر گھر میں ہر وقت موجود رہنا چاہیے مٹکوں کے پاس کیچڑ کا ہونا بھی بدتمیزی ہے۔ ایک علیحدہ برتن گھڑونچی کے پاس اس غرض سے رکھنا لازم ہے کہ بچا ہوا پانی اس میں ڈالتے جائیں اور دونوں وقت وہ پانی موری پر پھینکدیا جائے پانی کے پاس کیچڑ کرنا جان بوجھکر بیماری پیدا کرنا ہے۔

بیٹی ہنو! میری باتیں تمکو زہر تو لگ ہی رہی ہونگی اور دل میں کہہ رہی ہو گی بس چلے تو اُستانی نامراد کا منہ نوچ لوں کہ گھر چڑھ کر لڑنے آئی اور ڈولی چڑھ کر باتیں بنا گئی۔ مگر بیٹی یہ تو سوچو مجھے کے رکعت کا فائدہ۔ گھر بگڑا تو تمہارا نقصان ہوا تو تمہارا انکو بنیں تو تم بدنام ہو میں تو تم ہی بیچاری لینے میں نہ دینے میں۔ چلتی چلاتی پھرتی پھراتی آئی گھڑی بھر بیٹھ گئی جی چلا منہ کہا چلی۔ مانو نہ مانو سنو نہ سنو تم جانو تمہارا کام۔ کیا کروں نواب صاحب کے جاناہی نہیں تو کہتی اور پیٹ بھر کر کہتی۔ بگڑو گی تو بگڑا کرو ایک تعریف تمہاری اور کبھی سُنی ہے سچ ہو یا جھوٹ مگر اب تو لپ گئی۔ کیوں ایسے کوتاک کئے جو کسی نے کہا۔ جھوٹ کیوں ہونے لگا۔ سب گنوں پوری کوئی نہ کہو لنڈوری ماشاء اللہ ترمن پردل شیر ہے۔ بیٹی بات تو جب ہی ہے کہ کوئی کسر نہ رہجائے

خدا نہ کرے کہ کسی لڑکی کو یہ لپکا پڑے نہ یہ عادت چھٹنے والی نہ گھر پنپنے والا بڑی بوڑھیوں
سے سنا کرتے تھے بھیک مانگنا اچھا اور قرض لینا برا۔ اب جو دیکھا تو سچ ہے لینا ہی ٹھہرا تو قرض
کے نام سے کیوں لو جو دینے کا فکر رہے بھیک ہی نہ مانگ لو جو تقاضے کا کھٹکا بھی جائے یاد رکھو
سمجھدار آدمی اول تو قرض ہی نہیں دیتے اور اگر ایسی ہی مجبوری آ پڑتی ہے تو یہ سمجھکر دیتے ہیں
کہ وصول ہو چکا۔ بیٹی ذرا انصاف کرو جب دینے والے نے یہ سمجھکر دیا تو بھیک نہ ہوئی تو کیا
ہوئی عقل سے کام لو۔ ایسی بے غیرتی بھی کس کام کی۔ جیسے دو ہاتھ پاؤں تمہارے ایسے
دوسرے کے اس غریب نے کسی نہ کسی طرح محنت مشقت سے کمایا۔ خفا کفا سے بچایا اور ہم لینے
کو تیار اس کی تو گاڑھے پسینے کی کمائی اور ہم نے مفت اڑائی دکھ بھریں بی فاختہ اور
کوے میوے کھائیں۔ ہمکو قرض مانگنے کا کیا حق حاصل ہے جس طرح کسی امیر کے ساتھ
نالائق مصاحب لگ جاتے ہیں کہ دھوکا دیکر اپنا پیٹ بھریں جس طرح کسی رئیس کے پیچھے
شہدے چمٹ جائیں کہ چند ہی روز میں ریاست خاک میں ملا دیں۔ جس طرح ریشمین کپڑے
کو کیڑا۔ لکڑی کو گھن کڑیوں کو دیمک لگ جائے اسی طرح آدمی کو قرض لگ جاتا ہے۔ لاکھوں
کی آمدنی کیوں نہ ہو مگر قرض کے پیچھے سب خاک ہے۔ بڑوں کی مثل ہے بیٹیوں والا گھر اور جلیوں والا
چولا کبھی نہیں پنپتا میں کہتی ہوں قرض والی آمدنی بھی کبھی نہیں پنپی ہے۔ نبیے گی بھیک مانگ لے
فاقہ کرلے مگر قرض نہ لے جس نے قرض لیکر تلز بھرنا جانا اس نے دنیا بھر کی مصیبتیں اپنے سر لگئیں۔ غیرت
حمیت عزت حرمت سب گئی گزری ہوگی۔ لہذا ہزاروں باتیں سنا رہا ہے اور کان پائے
سُن رہی ہیں۔ نواب مظفر کی سگی بھانجی نوشابہ کا حال سنا ہے اس قرض کے ہاتھوں مٹی پلید ہوئی کہ
خدا دشمن کی نہ کرے۔ سردار کی بھتیجی اتنے بڑے باپ کی بیٹی چھ سات گاؤں کی تعلقہ دار مگر قرض
کا مرغ ایسا لگا کہ بالکل ہی تین تیرہ کر ۔ ریاست اور امیری سب گئی گزری ہوئی پھر پھر
جھولی اشرفیاں اور بھر بھر ہنڈی روپے ادھر آئے اور ادھر ختم دونوں فصلوں پر سیر و پیہ آنے کی
دیر تھی گھر میں پہنچا اور اندر باہر تقاضگیر موجود۔ بی نوشابہ پلنگ پر بیٹھی تھیلیاں آگے عید آو

لیجاؤ۔ بکریدو آؤ لیجاؤ۔ شام تک پوری بٹ گئی۔ روپیہ کیا ریوڑیاں تھیں کہ تین چار گھنٹوں میں ختم ہوگئیں ایسی ہی کوئی بھاگوان فصل یا مبارک دن ہوتا ہوگا کہ بٹ بٹا کر سو پچاس روپیہ بچے ہوں گے ورنہ ہاتھ جھاڑ کر اٹھتی تھیں اب اکٹھے چھ مہینے اور بی نوشابہ ایک ایک کی خوشامد کر رہی ہیں اتنی بڑی آدمی اور ٹکے ٹکے کے آدمیوں کے آگے ہاتھ پھیلانا۔ کوئی جھڑک رہا ہے کوئی گھرک رہا ہے مگر اس اللہ کی بندی کے کان پر جوں نہیں چلتی تو سوکھی بندی کے ڈنڈ پر لکھی ہے اسکو کہتے ہیں گرہ کا دینا اور جوتیاں کھانی کیسی بے غیرتی اور کس قدر بے حمیتی کہ خدا بچائے اس آدمنی کو دیکھو اور ان ڈھنگوں پر غور کرو۔ آج تیلی چلی۔ کل لوٹا گیا پرسوں کٹورا گیا۔ طباق پر آنا آیا طشتری بکی تو کبھی جڑا۔ صبح سے دوپہر تک ایک ایک کی منت ایک ایک کی خوشامد۔ ملگیا تو خیر نہیں تو جو چیز نظر پڑی وہی بنیئے کے ہاں غرغ اسی ہلوں بلوں میں چھ مہینے گزرے ہاتھ ہیکڑ انہ پاؤں بیکڑ انگے کان سونٹے سے ہاتھ گہنے کے نام چاندی کا تار نہیں۔ فصل کا وقت ہوا اور قرضخواہوں کی صورتیں دکھائی دینی شروع ہوئیں آخر یہ کہ سب گاؤں اور جائداد گروی ہوئی۔ آمدنی تو پہلے ہی جیسی تھی ظاہر ہے سود نکلتا تو کہاں سے تھوڑے دن خوب اللے تللے ہوئے روپیہ کیا ٹھیکریاں تھیں برس کے اندر ہی اندر تیس چالیس ہزار روپیہ ختم ہو گیا۔ ساہوکار ایک سترا آدمی برس ڈیڑھ برس وہ گھنی سادھی کہ گویا کچھ واسطہ ہی نہ تھا اور پھر تو دروازہ کی مٹی لے ڈالی۔ سو در سو دو کے چار اور چار کے آٹھ مجھے تو اچھی طرح یاد بھی نہیں سو [illegible] بوڑھے کر کرا جھٹ نالش داغ دی۔ یہاں کیا دھرا تھا جھٹ کی دس ہزاروں کی جائداد باپ دادا کی نشانی۔ کوڑیوں کے مول نکل گئی۔ کبھی بڑی خالہ کے یہاں جاؤ تو کنوئیں کی سامنے والی حویلی دیکھنا یہ ہی مکان ہے جس کے دروازہ پر ملکی جھومتے تھے آج وہ بھی نہیں۔ سب کچھ نکل گیا ایک بیری والا گھر رہ گیا ایک چار روپیہ کا کرایہ جا ہے اوڑھو چاہے بچھاؤ۔ کال کے دن پونے آٹھ سیر کے گیہوں چار روپے کے دن کے دال سالن تو الگ رہا۔ سنتے ہیں کہ پھنکے اور سوکھی روٹی کے ٹکڑے بھی پیٹ میں پڑ جائیں تو بہت۔ اللہ کی شان نظر آتی ہے جہاں کچھ

ریل میں تھی اب جلانے کا تیل بھی نصیب نہیں۔ اگلے جمعہ کو ملنے گئی تھی۔ نوشابہ جیسی بیگم جس
کے پاس بھولکر بھی غم نہ پھٹکتا تھا ماماں اصیلیں اور لونڈیاں اور چھوکریاں قدموں کے نیچے
آنکھیں بچھاتی تھیں اور سرکار کہتے کہتے منہ خشک ہوتا تھا اب اس حال میں تھی کہ ٹوپی والا
کھڑا دروازہ پر کہہ رہا تھا۔ دونوں کوڑیاں کل دوپہر تک کر دو تولے لو اگلی ٹوپیوں میں جھومر والی
بیلیں تم نے بالکل ہی ناس کر دیں پانچوں پیسے کاٹ کر سو تین آنے نکلتے ہیں لیتی ہو لو نہیں
یقین نہ لو۔ اللہ اللہ یہ وہی پشتوں کی امیرزادی ہے جس کی دادی گھر بیٹھے آدھے رسول آباد پر
حکومت کرتی تھیں اور سارے حسین آباد پر راج تھا آج اسی دادی کی پوتی موئے سڑے ہوئے
ٹوپی والے کے آگے اوجھی اوڑھی پر ہاتھ پھیلاتی ہے۔ خدا جانتا ہے میرے تو آنسو نکل پڑے ننگے سر
ننگے پاؤں کرتہ چکٹ دوپٹہ پھٹا ہوا پاجامہ بغیر پاں کواڑ کے پیچھے کھڑی پانچ پیسوں کے لئے بلک رہی
تھی میں تو جا کر بھی پچھتائی۔ مجھے کیا خبر تھی کہ ایک پانچ ہی برس میں اس کی یہ گت ہو جائیگی۔
میرے چلتے وقت گو وہ بات نہ رہی تھی مگر پھر بھی یہ مدڑا تو نہ تھا۔ کیا سے کیا ہو گیا جن ہاتھوں
سے سینکڑوں ہزاروں اٹھائے آج وہ دو دو دانوں کو محتاج ہیں چلن سے چلتی تو عمر بھر
لاکھوں کی لال بنی رہتی۔ چار کو کھلا کر کھاتی فقط اس قرض کے کارن سب کچھ خالصے لگ گیا
اب کوئی دو کوڑی کو بھی نہیں پوچھتا جس کو لا الہ کا گھر خاک کرنا ہو وہ قرض کی عادت
ڈالے اللہ نہ کرے کہ کسی لڑکی میں یہ عیب پیدا ہو جب کسی لڑکی کو دیکھو قرض مانگ رہی ہے۔
بس سمجھ لو اس کی زندگی برباد ہو گئی۔ لو بیوی اللہ بیلی۔ بس میں اب جاتی ہوں۔

سنجیدہ، نسیمہ، استانی جی تینوں گھر آئیں تو ڈولی سے اترتے ہی استانی جی نے کہا
لو سنجیدہ خدا کی قسم ایک ہوں وہوں جس چیز کو تکتی تھی بے کھٹکے گھر تو گھر دیوار
پاکھوں تک پر بے تمیزی برس رہی تھی۔ تمہارے سر کی قسم میں نے تو بہت لحاظ کیا۔ نہیں ایسا
ٹھیک ٹھاک سناتی کہ مزہ آ جاتا۔ کہنے میں تو میں نے اب بھی کسر نہیں کی مگر پھر بہت سی باتیں
رہ گئیں اتنا میں تم سے کہے دیتی ہوں اور میری آج کی بات یاد رکھنا چاہو یہ ٹھیک ہو جائے سو یہ

ٹھیک ہونے والی لڑکی نہیں مگر یہ سب ڈھکوسلے میاں کی زندگی تک ہیں بڑھیا کی آنکھیں بند ہوں
اور کوڑی کے تین۔ لڑکی کیا مٹی کا کھلونا آٹے کی آپا ہے کسی کام ہی کی نہیں۔ بی ننھی کی اماں
جو بہت بڑھ بڑھ کر بول رہی تھیں میں اتنی ہی دیر میں انکی چوری بھی پکڑ آئی۔ تم کو خاک بھی
خبر نہیں اور میں ایک ہی نگاہ میں تاڑ گئی۔ سچ پوچھتی ہو تو ماما بیچاری کا کیا قصور سر پر
آنکس ہی نہیں تو کیا کرے۔ تم نے یہ بے غیرتی بھی دیکھی میں نے اتنا کچھ کہا لڑکی کے کان پر
جوں بھی چلی۔ کیسی آنکھوں میں آنکھیں ڈالکر بیٹھی ہے۔ کوئی اور دال ہوتی تو شکل نہ دکھاتی
بس بوا اللہ کسی پر بری نہ بنائے۔ ماں باپ ہیں، بیٹی بے ڈھنگی ماماؤں کے ہاتھ میں پڑ اگر جو
کچھ ہو سب ٹھیک ابھی کیا ہے آگے چلکر دیکھنا جو اس کمبخت کے ہاتھ میں بھیک کا پیالہ ہی نہ ہو تو
نام پلٹ ڈالنا صورت سیرت الیاں سونے جھونے والیاں ہاتھ پاؤں ہلائیں
تو انکو تو کوئی بھرتا نہیں! اس آخور کی بھرتی کو کون بھریگا۔ کام کی وہ نہیں کاج کی وہ نہیں
دن بھر بیٹھے صورت دیکھے جاؤ دو دفعہ تم نے پانی مانگا اگر آپ اٹھکر پلا دیتی تو کیا شان کو بٹہ
لگ جاتا۔ وہی کہاوت ہے آ ماری منہ کی لوئی تو کیا کریگا کوئی۔ جب بے غیرتی ہی پر کمر باندھ لی
تو پھر کیا علاج اپنے منہ سے بکو منہ کھپاؤ جی جلاؤ اس کے کھانوں میں کچھ نہیں اتنی بھی پرواہ
نہ تھی کہ یہ بات کیا رہی ہے اور کہہ کس کو رہی ہے سمجھے تو ڈر یہ ہے کہیں خالہ نہ برا مان گئی ہوں
اس وقت تو جو منہ میں آیا کہہ گئی مگر جب سے اتری ہوں یہی خیال چلا آ رہا ہے۔ بھلا ایسا میں کون
پرائے شگون کے واسطے اپنی ناک کٹائی۔ لینے میں نہ دینے میں۔ واسطہ نہ غرض وہ مثل صادق ہو گئی
بہنی تم کون کہ خواہ مخواہ۔ پھوہڑ ہو گی تو میرا کیا لے لیگی اور سگھڑ ہو گی تو مجھے کیا بخشدیگی
اچھی ہے تو انکی بری ہے تو انکی برا مانو یا بھلا تم نے کیا آپ تو اچھی کی اچھی رہیں اور مجھے
جھنڈے پر چڑھوا دیا۔

(۳۲)

کارخانۂ قدرت کے انتظام انوکھے اور نرالے ہیں ہزاروں لاکھوں خدا کی بندیاں اچھی

ری سگھڑ پھوہڑ۔ کانڑی کھدری۔ لنگڑی لولی صبح شام کبھی چلی جا رہی ہیں میکے
میں تھیں تو نیلے ڈورے سسرال پہنچی تو کار چوبی جوڑے یہاں زرد زرد پھٹا جیرن
وہاں واں عزت وقعت لالوں کی لال روپ کی رٹے کرم کی کہائے ماں باپوں کی
بیٹیاں ہو جسنوں کا حسن انکے گن اور سو شکلوں کی شکل انکا سلیقہ لکڑی کی بیل اور لڑکی کی
بیل گنتوں بڑھے گھڑیوں بڑھے۔ کل کی بات ہے بی منجھلی کی مالا نیقوں کا جھیکتا تھا آج انکے
ر کی تلاش ہے۔ ڈیل کچھ کا کچھ ہوا۔ اٹھان کہیں کا کہیں پہنچا ماں بیچاری دن رات اسی فکر میں
گھلی جاتی تھی کہ کسی طرح اس کے دو بول ہو جائیں مسجد کی مٹھائی بڑے پیر کی گیارہویں حسن
حسین جو جو کچھ سمجھ میں آیا سب ہی کچھ کیا برس سوا برس تک اسی چکر میں پڑی رہی مگر جن
ڈھونڈھیاں ان پائیاں۔ یہ خوش نصیبی ماں کی سمجھو یا بیٹی کی نہ بیچ والیوں کے برقعے پھٹے
نہ آنے جانے والیوں کی جوتیاں ٹوٹیں ہونیوالا کام اور بننے والی بات غیب سے ایک ایسا
سامان ہو گیا کہ ہلدی لگی نہ پھٹکری اور منجھلی بیگم خاصے دھوم دھڑکے سے سسرال جا پہنچیں
نہر کا ضلعدار دریا پار سے بدلکر آیا۔ بیوی مر چکی تھی بچہ کوئی تھا نہیں۔ ڈیڑھ سو روپیہ تنخواہ دار
ذات کا سید مزاج کا اچھا۔ بات ٹھہرنے کی دیر تھی۔ چٹ منگنی پٹ بیاہ ہو گیا۔ ضلعدار غریب
نے چاہے یہ سمجھو کہ ارمان نکل گیا تھا یا یہ کہو کہ سمجھدار آدمی تھا ایک دفعہ نہیں تین تین اور
چار چار دفعہ کہلا بھی بھیجا اور لکھ بھی بھیجا کہ دلی والوں کی طرح لنگوٹی میں پھاگ نہ کھیلنا
چادر دیکھکر پاؤں پھیلانا۔ بیسیوں جوڑے سینکڑوں برتن منوں کاٹ کباڑ حاصل وصول نہ
حاصل تیا۔ ہم لوگوں کی حالت اس قابل نہیں کہ روپیہ یوں ضائع کریں۔ یہ کس خدا نے بتایا ہے کہ
ایک بیٹی کا بیاہ کرنے اٹھے اور عمر بھر کے واسطے قرضدار ہو گئے۔ پھر ستم یہ کہ صرف بھی کیا تو
ایسے فضول کاموں میں کہ نہ ضرورت نہ حاجت وہی کہاوت ہے جیب چلی نہ سودا آیا۔ مجھ سے پوچھو
تو کنوئیں میں پھینکدینا ہے۔ خدارا ان لغو باتوں سے بہت بچئے گا۔ جو کچھ بھی کیجئے حیثیت
کے موافق اور آمدنی کے لائق نام و نمود کی پروا آپ کو ہو تو ہو۔ میری طرف سے

تو اطمینان رکھیئے میں تو فقط گھر آباد کرنا چاہتا ہوں اللہ کا دیا میرے پاس سب کچھ موجود ہے
پھوپھی کا تو منشا تھا کہ چپ چپاتے نکاح کر بھتیجی کو رخصت کر دے مگر ادھر تو بھاج اور خود بھتیجی
دونوں ماں بیٹیوں کے دماغ ساتویں آسمان پر تھے۔ سنجیدہ تو منہ سے بات نکالکر چوپ ہو گئی۔ بھتیجی
جو منہ پھلا کر پڑی تو سارے گھر نے رو دلگا لیا مگر وہ اللہ کی بندی منجھلی کیا ماننے اور منے والی
تھی۔ بیٹی کی یہ کیفیت ماں کا یہ حال کہ نند سے اتنا سنتے ہی لگی رو رو کر کہنے بھلا آپا
اب منجھو مجھ سے گھڑی گھڑی لینے تھوڑی آئیگی غضب خدا کا پالکی کے پیچھے دس
برتن بھی نہوں۔ بڑی کو تو دس ہزار کا جہیز اور اس کو خاک بھی نہیں آخر جس پیٹ کی وہ
تھی اسی کی یہ بھی ہے۔ آپا مجھے تو دونوں آنکھیں برابر ہیں۔ خلق کا حلق کون بند کرے گا
دیکھنے والے تو کہیں ہی گے۔ جس محفل میں جاؤں گی جوتیاں پڑیں گی۔

قیاس چاہتا ہے کہ اگر ماں کا بس چلتا تو وہ اپنا تو اپنا محلہ والوں تک کا اسباب بیٹی
کے جہیز میں دیدیتی۔ اور بی منجھلی بیگم کا اختیار رہتا تو خیر اللہ تو دور کنار رہنے کی حویلی تک کا
قبالہ ساتھ لیجاتیں مگر میر صاحب نے کیا غصہ سنجیدہ ہوئی الگ تھلگ دونوں ماں بیٹیوں کے
ارمان دل کے دل ہی میں رہے۔ لیکن منجھلی کیا چوکنے والی بشر تھیں۔ بھائی بہن کی صلاح کا
رنگ دیکھ کر اس نے نکاح سے ہفتہ بھر پہلے کھانا پینا چھوڑ وہ رو رو کر خون کیا کہ سب ہی
نے سمجھایا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔ میاں اور نند کے ڈر سے دل کھولکر تو کچھ نہ کرسکی
مگر آدھے پاؤ۔ اونے پونے اِدھر اُدھر سے کتر بیونت کر کرا چھ سو روپیہ کی
قرضدار ہو گئی۔ غرض خدا خدا کر کے بی منجھلی بیگم ماں کو سدا کے واسطے سود کی لپیٹ
میں ڈال اپنے گھر روانہ ہوئیں۔ چاروں چالے ماں اور خالہ ممانی اور پھوپھی کے ہوئے
چوتھا چالہ پھوپھی کا تھا اور سب کی آنکھیں اسی طرف لگی ہوئی تھیں نسیمہ جیسی بیٹی
کا کام اور سنجیدہ جیسی پھوپی کا انتظام جو کچھ ہوتا وہ تھوڑا۔ ایمان کی بات یہ ہے
کہ پھوپھی بھتیجیوں کے سلیقہ اور کام نے غضب کی دھوم دھام کر دی دسترخوان پر وہ کھانے

چن دیئے کہ اچھے اچھے باورچیوں کو پرے بٹھا دیا۔ دو تین چیزیں تو ایسی پکائیں کہ جس نے کھائیں انگلیاں چاٹنے لگا۔ ضلعدار صاحب کی پھوپھی زاد بہن تو یہ ناک ڈھنگ دیکھکر بالکل ہی لوٹ پوٹ ہوگئیں۔ دونوں طرف میز پر بجلی کے لیمپ دہڑ دہڑ جل رہے تھے۔ چھت پر دائیں بائیں دو قمقمے میزوں کے بیچ اُجلا صاف شفاف دسترخوان آدھ آدھ گز کے فاصلہ پر ایک ایک گلاس بڑی سی قعب میں سالن ایک میں چاول دونوں پر چمچے رکھے خالی طشتریاں موجود جسکو جتنی ضرورت ہوئی نکال لیا۔ باہر صحن میں مامائیں کندھوں پر تولئے ہاتھوں میں لوٹے لئے کھڑی تھیں بیویاں ہاتھ دھو دھو دسترخوان پر آکر بیٹھیں تو ماماؤں نے اجلا براق تولئے کی شکل کا کپڑا سب کے آگے ایک ایک کہدیا کہ گردن میں لگالیں تاکہ کپڑے داغ دھبے سے خراب نہ ہوں۔ شادی بیاہ کے موقعوں پر اکثر دیکھا ہے۔ چلتا ہاتھ لگا اور تمام پانی میں تر مرے پڑ گئے۔ گھن کے علاوہ ایسا پانی پیتے ہی کھانسی ہو جاتی ہے۔ سنجیدہ نے خوب کیا کہ ہر بیوی اپنے پانی کی ذمہ دار ایک ایک صراحی گلاس سب کے آگے۔

(۲۳)

چالا تو ایسا ہوا کہ دونوں پھوپی بھتیجیوں کی واہ واہ ہوگئی۔ منجھلی کے بیاہ کو چھ ساڑھے چھ مہینے ہوئے ہوں گے جاڑے کے دن تھے گھر کی قدیم ما ما بڑھیا تو تھی ہی اوپر تو پڑی سردی اوپر سے جھاڑت۔ ساٹھ پاسٹھ برس کی عمر ہمت ٹوٹ گئی۔ ایسی نمکحرام تو تھی کہ عمر بھر کا ٹھکانہ بڑوں کا ساتھ آنکھوں پر ٹھیکری دھر صاف لگ ہو جاتی۔ منت سے کہنے لگی بیگم پڑ جاؤں گی تو اتنے سے بھی جاؤں گی کہو تو کل سے نواسی کو بھیجدیا کروں اور سب کام تو کر لیگی۔ ہاں اتنا ہی کہ سالن تم آپ بگھار لیا کرنا۔ روٹی ذرا اس کے ہاتھ کی بھاری ہوتی ہے پکاتے پکاتے ٹھیک ہو جائے گی۔

بڑی بی نے تو آج کہا سنجیدہ پندرہ دن سے کہہ رہی تھی کہ اس کڑکڑاتے جاڑے میں

ڈیڑھ کوس سبزی منڈی سے صبح نماز کے وقت بڑھیا کا آنا اور چھ گھڑی رات کی
توپ چلے جانا خدا خیر کرے۔ مہینہ بھر کی مرتی آٹھ ہی دن میں ٹیں ہو جائیں گی۔ پھر ایسی نمکحلال
ماما چراغ لیکر ڈھونڈو تو میسر نہیں۔ نواسی کے آنے پر فوراً راضی ہو گئی لڑکی نے دوسرے دن فجر
ہی آ جھاڑو تو خیر خاصی دی تھی بچھونا بھی صفائی سے تہ کیا مگر آٹا گوندھنے بیٹھی تو اوپر تو ہاتھ
کی تمام چوڑیاں لت پت اُدھر کونڈے کے چاروں طرف گیر انباہوا۔ گوندھا تو ایسا کہ گٹھلیاں
پڑی ہوئی۔ کیری پھٹی ہوئی۔ نسیمہ دور سے بیٹھی دیکھ رہی تھی۔ ہنستی ہوئی پاس آئی اور کہنے
لگی۔ لو یہ آٹا گوندھا ہے ذرا چوڑیاں تو دیکھو اور یہ گرایا کیوں ہے۔ بُوا اس کا قاعدہ یہ ہے پہلے
کونڈے کو دھو دھلا کر صاف کیا۔ پھر آٹا ڈالکر سوندھا ذرا جان دار ہاتھوں سے مکی دی
بھرنے پر آگیا تو ہتھیلی دی نہیں تو کیری پھٹ جائیگی۔ تم نے ہتھیلی تو دی نہیں برابر مکی دیتی رہیں
جب بھی تو کیری پھٹ گئی لاؤ میں ٹھیک کر دوں۔ دیکھو بھرا دیتیں تو اس طرح بلبلے پڑ جاتے
اب اس آٹے کی روٹیاں پکاؤ کیسی چپاتی پکتی ہے ایک وہ تمہارا آٹا تھا کہ موٹے موٹے ٹکڑ
بھی نہ اُترتے۔ جاؤ توا دھو کر چولھے پر رکھو اور روٹی ڈالو دیکھوں کیسی پکاتی ہو۔ جیسا آٹا گوندھا
ایسی ہی روٹی نہ پکانا ذرا ہاتھ ٹھہرا کر ڈالنا بھاگڑ نہیں ہے کیسا کھڑ سو کھڑ پکا پکو الگ کرو
آٹے پر صافی ڈھانک لو نہیں تو پپڑا جائیگا۔ لو اب تم روٹی ڈالو بسم اللہ کر کے پیڑا الٹے ہاتھ پر
کیا کیسی ہو؟ سیدھے ہاتھ پر رکھو۔ واہ یہ پیڑے سے بنا رہی ہو ذرا گول بناؤ خشکی لو کم اور چنگیر
رکھو ٹھیک اس زور سے تھپ تھپ کہ روٹی بھی پھٹ جائے ذرا آہستہ۔ آنچ تم نے اتنی
کر رکھی ہے کہ اس توے پر سے لال چتی کی روٹی اتر ہی نہیں سکتی ثابت ہے اسی ہاتھ سے اُلٹے
اُسی ہاتھ سے روٹی اور یہ کیا عقلمندی ہے روٹی پکا کر کھلی ڈال رہی ہو کہ سوکھ کر کھڑ نگ ہو جائے
دسترخوان میں رکھو کہ نرم بھی ہے گرم بھی ہے۔ لو اب تم دیکھو اور میں پکاؤں پہلے تو یہ روٹی رکھنے
کی چنگیر جو تیری بڑی پڑی ہوئی ہے سیدھی کر کے رکھو۔ دسترخوان آدھا اس میں بچھایا آدھا روٹیاں
ڈھانکنے کو اوپر رکھا۔ آٹے کے کونڈے پر سینی ڈھانکو اُٹھے آٹھ دس پیڑے توڑ کر سینی پہ

رکھ لئے جب پک گئے پھر اور توڑ لیں گے۔ یہ جو الاؤ کا الاؤ چولھے میں لگا ہوا ہے اسمیں جو روٹی
پڑ گئی وہ جلکر خاک ہو گئی۔ روٹی ہمیشہ دھیمی آنچ میں اچھی ہوتی ہے۔ دیکھو یہ پیڑے گول ہیں نہیں؟
خشکی نہ اتنی زیادہ نہ ایسی کم معمولی سی لگی ہے۔ دیکھو کیسی جھنگر آ رہی ہے پولے پولے ہاتھوں سے پلٹو
کتنی ہیلی میں اس میں شکل ہی کیا ہے اب پلٹتی ہوں لو دیکھو آنکھیں کھولکر کہیں سے جلی بھلسی تو
نہیں ہے بادامی چتی کی؟ خبردار جو اب روٹی پکانے میں اوپلوں کو ہاتھ لگایا وہی ہاتھ گوبر
کو وہی آٹے کو گھن نہیں آتی؟ کرسی کا بھورا بھی آٹے میں پڑ گیا تو لگی لگائی قیمت غارت
اور پکا پکایا کھانا حرام۔ لاؤ اب دو روغنی روٹیاں بھوکھی ماں کی اور ایک پیڑا اٹھا اپنا
پکا لوں اس کٹورے میں گھی نکال لو۔ پہلے روغنی پکا لوں دیکھو گھی پگھلا کر آٹے کا پیڑا
اس میں ڈالکر متھ لیا۔ سب گھی پیوست ہو گیا اسکو بہت نہیں پھیلاتے روغنی روٹی ذرا گدری
اچھی ہوتی ہے۔ آنچ بھی دیکھو دھیمی کر رہی ہوں۔ تیز میں ناس ہو جائیگا اچھا یہ تو دونوں
ہو گئیں اب پراٹھا رہا۔ پراٹھا تین وضع کا ہوتا ہے بل دار پرت دار ٹکیا کا۔ پہلے تم کو
پرت دار بتاؤں دو چھوٹے چھوٹے پیڑے لئے۔ بیچ میں گھی لگا کر دونوں کو اوپر نیچے رکھ لیا
لے لو اب چنگیر نیا کر توے پر ڈال لیا۔ یہ پگھلا ہوا گھی پاس رکھا ہے۔ تھوڑا تھوڑا لگاتے
گئے۔ چتی پڑ گئی اب پلٹ لیا۔ اس میں گھی کم لگتا ہے اس کے چاہے جتنے پرت کر لو یہ تو دو ہیں چاہے
تین کرو چاہے چار۔ لاؤ ایک بل دار بھی تمہارے سامنے پکاؤں دیکھ رہی ہو نہ؟ گھی اور نکالو
اس میں گھی بہت لگتا ہے۔ دیکھو ذرا سا آٹا رکھا اس میں گھی لگایا پھر آٹا رکھا اور گھی لگایا
کم سے کم چار پانچ دفعہ گھی لگاتے گئے اور آٹا رکھتے گئے دیکھو اب اسکا اسی طرح پیڑا بناتی
ہوں۔ سمجھیں؟ اب بل بنایا اسی طرح مروڑی جیسے سانپ کی طرح۔ اب پھر اسکا پیڑا بناؤ اور توے
پر روٹی کی طرح پھیلا کر ڈال لو۔ بیچ میں چھید کر کے گھی لگاتی جاؤ سمجھ گئیں؟ یہ دو وضع کے
ہو گئے اب ایک ٹکیا کا رہا اور وہ بھی ایسا ہی ہے۔ خیر اب تم مصالحہ پیسو۔ میں تمہارے سامنے
گوشت بگھار دوں آٹے کی طرح ناس کر دیتا کہ آدھا گرے اور آدھا پسے ساری گرہ ہلدی کی پس ہی ہو

دانہ آدھ سیر گوشت میں اتنی ہلدی پاؤ کرہ لو جتنی ہلدی کم لوگی اتنا ہی سالن آبدار ہوگا۔
ہلدی پیسکر دھنیا لو۔ پسا ہوا دھنیا ہمارے ہاں نہیں آتا۔ برابر کی بھوسی ملی ہوتی ہے اتنا نہ
لو۔ بس کوئی سوا پیسہ بھر۔ اس پیالے میں پانی بھر کر سل کے پاس کہہ لو۔ ذرا ذرا سا ڈالتی
جاؤ اور پیستی جاؤ۔ زور زور سے رگڑو پورے ہاتھوں تم شام تک بھی مہین نہ ہوگا۔ دیکھو
اب کیسا سرمہ سا مہین ہوا ہے۔ چلو مرچیں لو دیکھو کیسی سرخ ہیں بتاؤ کہاں کی ہیں پٹنہ کی ہیں
کتنی لے رہی ہو؟ چودہ لو بھنڈیاں بھی تو ہیں ترکاری نہ ہوتی تو گیارہ بہت تھیں۔
لہسن لو جوے کیا کروگی۔ پوری گٹھی لو اور ایک گٹھی پیاز کی بھی۔ یہ مصالحہ کی پیالی ہے۔
پیس چکو تو اس میں اٹھا لینا اچھا اب مصالحہ تو پس گیا۔ اٹھو پتیلی چولھے پر رکھو۔ گھی آدھ پاؤ
پڑیگا یہ بڑا چمچہ ہے دو ڈالدو۔ یہ پیاز کی گٹھی لو کتر کر ڈالدینا بیچ کی راس کی ہے۔ نہ بڑی
نہ چھوٹی۔ ڈالدی؟ دیکھو لال ہوگئی۔ اب وہی پیاز نکال باقی آدھی میں سارا مصالحہ
ڈالدو واہ۔ رہاں بی نواسی نمک تم ڈالو۔ بس ہاں کوئی تولہ بھر ہوگا اچھا اب مصالحہ بھون لو۔
جب دانہ پڑ جائے تب گوشت ڈالدینا۔ ذرا گوشت کستی جانا اور چلو چلو بھر پانی ڈالتی رہنا
کہ بساندا پانی مرتا جائے۔ بس پھر شوربے کا پانی ڈالدو۔ پیاز جو رکھی ہے نکالکر وہ بھی پڑیگی
پھر چمچہ یا کفگیر چلانیکی ضرورت نہیں۔ ایک ترکیب سالن پکانے کی اور بھی ہے یاد رکھنا وہ بھی
بتا دیتی ہوں۔ سادہ سالن ہو تو ہلدی کی ضرورت نہیں آدھ سیر گوشت ہے تو ایک گٹھی
پہلے لہسن کی پیسی۔ پھر پیاز کی دونوں کو الگ اٹھا لیا پھر دھنیا اور مرچیں پیسیں۔ پیاز ڈالکر
پتیلی میں الگ گھی داغ کیا اور پیاز نکال لی۔ لہسن پیاز جو پیسکر رکھہ چھوڑی ہے خواہ دونوں
چیزیں پسی ہوں یا فقط لہسن ہی ہو اسکو گھی میں بھونا۔ پھر گوشت ڈالا اور وہ بھونا۔
بھن گیا تو دہی کالی مرچیں لونگیں ادرک ڈالو مرچیں اور دھنیا ڈالو۔ دانے دار ہو جائے تو پانی
ڈالدو۔ گوشت گل جائے تو لعاب پر اتار لو۔ یہ تو خیر معمولی سالنوں کی ترکیب تھی ایک قسم کا سالن
ہمارے ہاں سٹو پکتا ہے۔ وہ اس طرح کہ اگر آدھ سیر گوشت ہے تو پہلے گوشت کو اچھی طرح

دھوکر پتیلی میں ڈالا۔ گیارہ مرچیں ایک چھوٹی گٹھی ادرک و لہسن کی ایک پیاز کی مگر خاصی بڑی لونگیں کالی مرچیں نمک یہ سب مصالحہ کوکترا ہوا یعنی ادرک لہسن پیاز۔ پتیلی میں ڈالدیا پھر پسا ہوا مصالحہ لیا۔ کوئی تین پیسہ بھر دھنیا۔ پانچ مرچیں لہسن پیاز اور تین چھٹانک کے قریب دہی۔ اگر دہی میں پانی بھی ہو تو اچھی بات ہے سب چیزیں ڈالکر چپنی رکھ آٹے سے منہ خام کردو اور دھیمی آنچ پر رکھو اگر کوئلہ کی آگ ہے تو اور بھی اچھی ہے۔ ڈیڑھ دو گھنٹہ کے بعد اُتار لو۔ کھانا پک کر تیار ہوا تو نسیمہ نے ماما کی نواسی سے کہا لو اب برتنوں کی ٹوکری سنبھالو۔ یہ سب دُھلے دُھلائے منجھے منجھائے رکھے ہیں۔ ایک دفعہ اور ہاتھ پھیر لو چینیوں کو دیکھ لو۔ راکھ نہ لگی ہو پہلے برتنوں کی ٹوکری کو لیجا کر رکھو پھر پانی کی دونوں صراحیاں۔ وہ بھری رکھی ہیں ایک میں پانی تازہ ہے ایک میں باسی اوپر کٹورے ڈھانکدینا چھینکے پر سے دستر خوان اُتار لو۔ روٹی کی چنگیری رکھکر پھر پتیلیاں پہنچاؤ۔ نواسی کھانا پہنچا چکی تو نسیمہ نکالنے بیٹھی مگر کس طرح کہ سالن چھ طشتریوں میں اور سب یکساں پتیلی کو ٹیڑھا رکھ سامنے کر نکالتی رہی اور آگے کے گھی میں سے ایک ایک چمچہ سب کے ہاں ڈالدیا یہ نہیں کہ آنکھیں بند کر کے کفگیر مارنے شروع کئے اور پہلے ہی سالن میں تار ختم کر پتیلی میں نیلا پانی چھوڑ دیا۔ گرمی زور شور سے پڑ رہی تھی کھانے سے فراغت پا برتن بھانڈا آگے سے ہٹا ہٹو سب اندر کمرہ میں چلے گئے۔ نواسی پنکھا جھلنے بیٹھی۔

جب تک منجھلی موجود رہی پہلی تھی یا بڑی تھوڑا یا بہت ہمیشہ نہیں کبھی روزمرہ نہیں بھولے بسرے ماں کا ہاتھ بٹا لیتی تھی۔ پھوہڑ ہو یا سگھڑ جیسی بھی تھی اور جو کچھ بھی تھی مگر ایک سے دو تھیں۔ بیٹی کا منہ ادھر موڑنا تھا کہ گھر کے کام دھندے سب ماں ہی کے سر آپڑے جھاڑ و اور بہار و صفائی اور ستھرائی اوڑھنا اور بچھونا سینا اور پرونا ایک جان اور ہزاروں ٹنٹے۔ صبح سے رات ہوجاتی گھر کا بچہ بچہ سوجاتا اور اس نیکبخت کو کمر سیدھی کرنی نصیب نہ ہوتی ایک کام کو اُٹھتی اور دوسرا کام اینڈ مصالحہ پیسا تو چولھا اوندھا پانی گرم کیا تو روٹی

ٹکڑا اپٹ۔ ماما جب بھی تھی اور اب بھی۔ مگر بیٹی ہوئی رخصت ماں کی آنکھ میں مروت۔ کام کرے اس کی جوتی ہاں اتنا فائدہ ضرور تھا کہ باتونی پرلے سرے کی تھی۔ ایک کرچھیڑ دنیا بھر کے قصے سن لو۔ غرض بیچاری کو چار ہی دن میں زندگی وبال ہوگئی۔ اس پر طرہ یہ کہ بچے کیسے غضب اور ہا روتی کہ الٰہی توبہ۔ بچھونے سے روتے اُٹھے اور روتے ہی سوتے۔ دیوار بیچ نند اور آٹھ آٹھ دن آنے کی فرصت نہ ہو۔ کئی دن سے ارادہ کر رہی تھی آج دودھ پیتے بچے کو گود میں لیے یہاں آئی۔ ٹکنا تو درکنار ابھی پوری طرح بات بھی کرنی نصیب نہ ہوئی تھی کہ بچہ نے بلکنا شروع کیا۔ بہتیرا چمکارتی ہے پیار کرتی ہے۔ بہلاتی ہے ڈراتی ہے مگر وہ کس کی سنتا ہے آواز ہے کہ کان کے پار۔ نگوڑی گندی بوٹی کا بساندا شوربا وہ ناک چنے چبوائے کہ ماں کو دم لینا وبال ہو گیا۔ سینیاں بجائیں۔ ٹیاری کھٹکھٹائی۔ کنڈیاں ہلائیں برتن بجائے مگر بچہ کیا ایک آفت تھا کہ لمحہ بہ لمحہ زیادتی ہی تھی۔ نسیمہ کچھ دیر تو چپکی بیٹھی دیکھتی رہی۔ جب دیکھا کہ ماں ہلکان ہوئی جاتی ہے اور بچہ کی چیخم دہاڑ کسی طرح نہیں تھمتی تو اُٹھی بھائی کو گود میں لیا اور کندھے لگا ٹہلنے لگی مگر وہ کیا قابو میں آنے والا تھا۔ بالیاں ہاتھ میں آگئیں رکھکر جو گھسیٹتا ہے تو سارا کان لہولہان پک تو پہلے ہی سے رہا تھا۔ اسوقت تو سچ مچ ہی جان نکل گئی غضب یہ ہوا پھوار کا تھا کہ تہ کو بیچ اُلجھ گئی اور ایسی اُلجھی کہ بہتیرا سلجھایا نہ سلجھی پھوپھی نے اُٹھکر بالی چھڑائی۔ بچہ لیکر ماں کو دیا۔ کان کو دیکھتی ہے تو تھل تھل خون بہ رہا ہے نل میں سے پانی بھر تلی ڈالی اور کہنے لگی ایسی بیخبر لڑکی بھی نہیں۔ ہر آج بارہ تیرہ دن سے کان پک رہا ہے روز جھینکتی ہوں کہ بھنے ہوئے مصالحہ میں سے ذرا سا لیکر روئی کی پھریری کان پر لگالے مگر کون سنتا ہے۔ کل تو میں نے ٹھنڈے پانی سے دھوکر مرچوں کے بیچ پیسکر لگا دیے تھے۔ آج میں بھول گئی۔ بیٹی بچہ کو لیا تھا تو آنکھیں کھولکر لیتیں ایسے اندھے پنے سے لینا کیا ضرور تھا کہ جان بوجھکر کان اس کے آگے کر دیا۔ دھویا گھی اور سیندور چار دن سے پڑا جھک مار رہا ہے۔ ایک دن بھی لگانا نصیب نہیں ہوا۔

ادہر ذرا کان کا لہو تھما ادہر خدا خدا کر کے بچہ کی آنکھ لگی تو دونوں نند بھاوجیں گاؤ تکیہ پر سر رکھکر لیٹ گئیں نسیمہ نے نواسی سے کہا کیوں بی تمکو پلاؤ اور میٹھے چاول بھی پکانے آتے ہیں۔ نواسی کچھ دیر تو چپکی رہی اور پھر کہنے لگی ہاں دو ایک دفعہ پکائے ہیں ترکیب پوچھی تو اس نے انٹ سنٹ جواب دینے شروع کئے۔ نسیمہ نے کہا میں تم کو پہلے پلاؤ کی ترکیب بتاتی ہوں۔ سُنو۔ پلاؤ دو قسم کا ہوتا ہے ایک یخنی کا ایک قورمہ کا سو یخنی کا تو اچھا ہوتا نہیں۔ قورمہ کا یوں پکتا ہے۔ سیر بھر کا حساب بتاؤں۔ چاولوں کو دہوکر بھگو دیا دو گٹھیاں بڑی لہسن کی دو پیاز کی تھوڑی سی ادرک پیکر الگ رکھ لیں گھی جتنا ڈالتا ہو کچھ نہیں تو سیر میں آدھ پاؤ تو ہو۔ پیاز ڈال بگھار لیا۔ پیاز سرخ ہو گئی تو نکال کر وہ لہسن پیاز جو رکھا ہے وہ ڈالدیا کوئی پندرہ ایک لونگیں چار پانچ چھوٹی الائچیاں چھلکوں سمیت اس گھی میں بگھارو سرخ ہو جائے تو اب گوشت دہوکر ڈالو اور بھون لو بس پھر کوئی تین آبخورے پانی ڈالکر دم پر چھوڑ دو جب گوشت اچھی طرح گل جائے اور پانی بھی تھوڑا سا رہ جائے تو چاول ڈالکر آنچ کردو۔ چاول گل جائیں دم دیدو تو پلاؤ ہو گیا۔ میٹھے چاول تو آسان ہیں! ان میں گوشت کا جھگڑا نہیں گھی کڑکڑا کر لونگیں بڑی الائچیاں ڈالیں۔ لونگیں سرخ ہو گئیں چاول ڈالدیئے دو تین دفعہ چاولوں میں چمچہ یا کفگیر چلا کر اتنا پانی ڈالدیا کہ ایک کنی باقی رہ جائے۔ یعنی سب چاول ذرا کمی کے ساتھ گل جائیں پانی خشک ہو گیا تو کھانڈ ڈالدی اور دم پر چھوڑ دیا آنچ ہلکی کردی یہ میٹھے چاول ہو گئے (اچھا بی نواسی تم کو مچھلی کا کانٹا گلانا آتا ہے۔

نواسی۔ اچھی بیگم تمکو آتا ہے مجھکو بتادو۔ اگلے برس حکیم جی کے ہاں میری ماں بھی مچھلی کا کانٹا گلانے کے سب ہی جتن کئے زرد کوڑی ڈالی کہیں قلعی کا چونہ مگر کانٹا تو گلا نہیں

نسیمہ یہ بھی کوئی بڑی بات ہے جب وے پڑیں انکو اٹھا کر ان میں چاول بگھو دو مگر چاول پرانا اور اچھا ہو۔ تین چار روز تک بھیگے رہیں اچھی طرح پانی پی لیں انکو

نکالکر چھاؤں میں سکھالو اور پیس کر رکھ لو۔ جب مچھلی پکائی تھوڑے سے برگ دیئے
اور پتیلی کا منہ خام کرکے دھیمی آنچ کردی دوپہر تک پکتی رہی پھر اُتار کر دیکھا ہڈی اور
کانٹا سب گلکر آٹا ہو جائے۔

نسیمہ بات ختم کر چکی تو لڑکے نے بازار سے پان لاکر دیئے۔ نواسی سے کہنے لگی دھوکر
پٹاری میں رکھ دو۔ لڑکی شریر تو معلوم ہوتی نہ تھی یا بھول گئی یا سنا نہیں۔ پٹاری کھول
لگنی میں پھینک آ بیٹھی۔ تھوڑی دیر تک تو اِدھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ نماز کا وقت آیا
تو نسیمہ نے وضو کر نماز پڑھی۔ پڑھ چکی تو نواسی سے کہا اچھی ایک ٹکڑا پان بنا دو۔
لڑکی پان بنا کر لائی۔ نسیمہ کھاتی ہے تو چونہ تیز کتھے کا پتہ نہیں کرکراہٹ ہے وہ الگ پٹاری
کھولکر دیکھتی ہے تو صافی کہیں پان کہیں کتھہ چونا ملا ہوا۔ چھالیہ میں زردہ۔ زردہ میں
چھالیا۔ کہنے لگی بوا ایک دفعہ کے ہاتھ لگانے میں پٹاری کی یہ گت کردی کہ دیکھنے کو جی
چاہے سلیقہ اسکا نام ہے۔ پٹاری صاف ستھری لگنی اجلی طباق رکھے ہوئے تھالی ڈھکی ہوئی
چمچیاں سروتہ سب ٹھیک برتنوں کو دھویا نہ دھلایا یوں ہی پھینک آ بیٹھیں میں نہ دیکھتی
تو شام تک سب سڑ جاتے۔ چاہیئے یہ تھا کہ دھو کر صافی میں اچھی طرح لپیٹ لگنی میں رکھتیں
تم نے تو بیگار سمجھکر ڈالدی اسی واسطے پھوپھی اماں اپنی پٹاری کسی کو چھونے نہیں دیتیں
صاف اُجلی گردی کتھے چونے کے دھبوں میں غارت ہوگئی۔ اتنی ساری کتری
ہوئی چھالیا سب یوں ہی گئی۔ آخر میں بھی تو روز بناتی ہوں مجال ہے کبھی
چھالیہ میں زردہ کا ایک پھول تو پڑ جائے اگر کوئی بے زردہ کھانے والا آگیا تو
اچھی خاطر ہوئی ایسی تو وضع کو سلام کہ پان کھاتے ہی سر چکرانے لگا۔ ایک تو تم کبھی
بھولکر بھی چھالیہ کی ڈلیاں نہ رکھنا۔ پھوپھی اماں بہت ہی بگڑتی ہیں اور مجھے بھی نہیں معلوم
ہوتا ہے کہ پان بنا سو کہہ ملا ہے اور بیٹھے چھالیا کتر رہی ہیں۔ صبح دوپہر شام جب فرصت
ہوئی دو چار ڈلیاں کتر لیں۔ ڈبیا ہر وقت کتری ہوئی چھالیا سے بھری رہنی چاہیئے

ایک پان میں تم نے پٹاری کا ناس کیا۔ پانوں کا مزاج تو آدمیوں سے بھی زیادہ نازک ہوتا ہے بہت سے اوپر نیچے رکھکر پانی ڈالدو گل جائیں گے نہ ڈالو سوکھ جائیں گے۔ چاہیئے یہ کہ صافی تر رہے پانی نہ بہت زیادہ ہو نہ کم۔ بی لوا سی پان بنانا بھی کوئی آسان سا کام نہیں خدا نہ کرے کہ کسی پھوہڑ کے ہاتھ کا پان کھانا نصیب ہو سب سے پہلا کام یہ ہے کہ صافی سے پان کو خوب اچھی طرح پونچھ لو تاکہ رگ رگ کی کرکراہٹ نکل جائے اوپر کی نوک نیچے کی جڑ توڑ دینی چاہیئے۔ پہلے چونہ لگاؤ۔ پھر کتھہ اور یہ دیکھہ لو کہ چونہ کتھے سے زیادہ نہ ہو کہ منہ کے ٹکڑے اڑ جائیں کتھہ بھی اتنا زیادہ نہ ہو کہ منہ کسیلا ہو جائے۔ اس کے بعد چھالیہ ڈالکر گلوری بناؤ۔ مردانے پان میں چھالیہ برائے نام ڈالنی چاہیئے اب چھالی کو صاف کرو اندا لاگ کونے میں زردہ رکھکر دیدو۔ میں نے بہت سی جگہ دیکھا ہے کہ کتھہ اور چونا چھانا نہ پھٹکا اٹھایا اور کلیوں میں بھر دیا برابر کی کرکراہٹ موجود کہ دانت نہ دیا جائے۔ ایک عیب پان کھانے والوں میں بھی دیکھا ہے کہ انگلی سے پونچھا اور دیوار سے مل دیا۔ تم ہی خیال کرو کیسی بدتمیزی کی بات ہے پان کھانے میں ایک یہ احتیاط کرنی چاہیئے کہ پان کھولکر دیکھہ لیں ممکن ہے غلطی سے زردہ پڑ گیا ہو یا چونا زیادہ ہو تو خواہ مخواہ کی تکلیف بھگتنی پڑے کسی غیر آدمی کو پان دو تو اگالدان بھی رکھدو کہ تھوکنے کی دقت نہ ہو۔

(۲۴)

انسان مرد ہو یا عورت بڈھا ہو یا جوان۔ آنکھیں کھولکر دیکھے قدرت نے کیسے کیسے سامان مہیا کر دیئے صبح دوپہر شام رات۔ جاڑا پالا۔ برسات۔ آم خربوزے جامن انار گیہوں باجرا مونگ جوار بیشمار نعمتیں ہیں جو اس پروردگار نے اپنے بندوں کو عطا فرمائیں پھول کی ایک پنکھڑی اور درختوں کا ایک ایک پتا زبردست شہنشاہ کی حکومت کا پتہ دے رہی ہیں چاند سورج۔ زمین آسمان جنگل پہاڑ دریا میدان قدرت کا جلوہ ہر جگہ چمک رہا ہے۔

صبح کی نماز پڑھ کر ایک روز سنجیدہ اپنی چھوٹی سی کیاری کی دیکھ بھال میں مصروف تھی خوشرنگ پھولوں کے گھلے چاروں طرف رکھے ہوئے تھے۔ گلاب کے ایک پودے پر نگاہ پہنچی پتلی سی شاخ سرے پر پھول ہوا کے جھونکوں سے دوہری ہوئی جاتی تھی تکتی رہی اور دیکھتے دیکھتے کہنے لگی کیا خدا کی شان ہے مہینہ بھر بھی تو نہیں ہوا بیج ڈالے آٹھ دس روز میں پھوٹ نکلے بندرہ دن میں پودہ ہوگیا کونپلیں آئیں کلیاں نکلیں سبحان تیری قدرت آج پھول کھل رہا ہے۔

کل ہی کا تو ذکر ہے نسیمہ بنگالے کی مینا چاروں طرف باتیں لٹکاتی پھرتی تھی۔ آج ماشاءاللہ دوسروں کو سبق دے رہی ہے صفائی ستھرائی شرم حیا رحم ملنساری خوف خدا غرض وہ سب صفتیں جو لڑکیوں کا سچ مچ زیور ہیں کوار پتے میں حاصل ہوگئیں۔ کھانا پکانا سینا پرونا کیا کام تھا جو اسے نہ آتا ہو ادب لحاظ سلیقہ اطاعت کون سا ہنر تھا جو اس میں ہو ماں اور پھوپھی جو چاہتیں وہ کہتیں اور وہ چپکی بیٹھی سنتی کیا مجال جو نیچی سے اونچی نگاہ کرے یا آنکھ ملا کر جواب دیدے ناممکن تھا کہ کوئی سچا حاجتمند اس کے دروازے پر آئے اور خالی چلا جائے مشکل تھا کہ اس کے ہاتھ سے آدمی تو آدمی کسی جانور کو بھی تکلیف پہنچ جائے نو دس برس کی جان جیٹھ بیساکھ کی گرمی اور تیسوں روزے۔ چلنے کا جاڑا صبح کا وقت نماز اور قرآن چھوٹوں سے جی بڑوں سے جناب ہمسایہ سے سلوک۔ بزرگوں کا ادب رحم کی نظر میٹھی زبان برابر والوں سے محبت چھوٹوں پر مہربانی، ہاتھ کی سچی دل کی اچھی تمکنت نہ غرور شیخی سے الگ نخوت سے دور۔ نسیمہ ایک قسم کا فرشتہ تھی کہ بڑی بڑی ایمان والیاں اس کے دامن پر نماز پڑھیں۔ محلے کے لیئے سبق کنبہ کے لیئے نمونہ خاندان کے لیئے ایک مثال تھی دور دور کی لڑکیاں اور بوڑھی بوڑھی عورتیں اس سے صلاحیں لیتیں اور وہ بتاتی اتفاق یہ ہوا کہ ایک دن دوپہر کے وقت پھوپھی بھتیجیاں بیٹھیں کھانا کھا رہی تھیں سنجیدہ کی نظر بھتیجی کی جوتی پر پڑی نہ جوتی ایسی پرانی تھی نہ

نسیمہ ایسی بدتمیز مگر خدا جانے کیا ہوا اور کیونکر ہوا، دایاں بایاں دونوں پیر الگ اور ٹیڑھے بدصورت اور بے ہنگم کہا تا کھا چکی تو سنجیدہ نے کہا بیٹی۔ یہ تو میں نے آج ہی دیکھا۔ انگریزی میں تو سنا تھا۔ ہندوستانی میں دایاں بایاں آج دیکھا ہے۔ دلی کی سلیم شاہی پندرہ بیس دن کی پہنی اور سیدھا پاؤں الگ الٹا الگ تم ہی نے آج انوکھی نہیں پہنی ہم نے بہت سی پہنیں اور توڑیں مگر یہ کبھی نہ معلوم ہوا کہ یہ سیدھی یہ الٹی۔ کیسی نالائقی کی بات ہے کہ ایک ہی پاؤں ڈالکر جو پہننا شروع کیا تو پھر پلٹنا قسم ہوگیا۔ ہیر پھیر کر پہننی چاہیئے۔ کبھی یہ کبھی وہ۔ ایک رخ پہنتے پہنتے تو آپ ہی جوتی کی صورت بگڑ جائے گی۔ دو چار دفعہ بے احتیاطی کی اور جوتی الٹی سیدھی ہوئی پھر پلٹو گی بھی تو پاؤں کو اولوا ولو معلوم ہوگی چلو جوتی کا ناس ہوگیا۔ کبھی تم نے میرے پاؤں میں بھی دیکھا۔ لو دیکھو تین مہینے کی پہنی ہوئی ہے۔ میلی ہوگئی تو کیا شرافت تو برس ہی ہے۔ عمر بھر میں نے یہی پہنی۔ ایک دفعہ کی تو قسم کہا تی نہیں۔ کبھی کوئی دس بارہ دن اور خوشی سے نہیں مجبوری سے گھتیلی ضرور پہنی ہے۔ ورنہ جب سے ہوش سنبھالا آج کے دن تک یہی منگوائیں۔ قسم لے لو جو کبھی انگریزی یا گول پنجہ کی پاؤں میں بھی ڈالی ہو۔ مگر بیٹی ایسے بے ڈھنگے پنے سے کبھی نہیں پہنی۔ نسیمہ بیٹی اپنی غلطی اور نسیمہ بیگم تم سے میری تو اتفاق سے نظر پڑ گئی۔ تم تو جو جوتی پہنتی ہوگی اسکا یہی حال ہوتا ہوگا۔ ہاں خوب یاد آیا۔ اس دن تم کیا کہہ رہی تھیں کہ انگریزی جوتی ہندوستانی سے اچھی معلوم ہوتی ہے۔ مجھ سے پوچھو تو کیا خوبصورتی کیا آرام اور کیا صرف کسی لحاظ سے بھی میں انگریزی جوتی کو پسند نہیں کرتی اس سے تم خاطر جمع رکھو میں ایسی دقیانوسی خیال کی عورت نہیں ہوں کہ محض انگریزی ہونے کے سبب ناپسند کروں۔ تمہاری نانی اماں کی طرح میں یہ نہیں کہتی کہ گھر کی بہو بیٹیاں میم بن گئیں مگر میں انگریزی جوتی کو ہندوستانی سے بہتر نہیں سمجھتی۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ میں فقط اس لیئے کہ انگریزی ہے۔ پسند کرلوں۔ دونوں کا مقابلہ کرلو۔ جو خوبصورت

آرام کی ہو وہ اچھی چاہے انگریزی ہو چاہے دیسی۔ تم زیادہ سے زیادہ یہ کہوگی کہ ہندوستانی
جوتی کا سارا تلا کیچڑ میں بھر جاتا ہے اور وہ فرش پر لیجانے کے قابل نہیں ہوتی یہ نقص تو انگریزی
میں بھی موجود ہے کم ہو یا زیادہ مگر ہے تو سہی۔ تمہارے دل میں اس وقت یہ ہوگا کہ پھوپھی اماں
اُن کے وعظ میں جو یہ سُن آئی ہیں کہ جو شخص کسی قوم کی نقل کرتا ہے وہ اسی میں سے
ہے اس لئے برا کہہ رہی ہیں۔ سو بیٹی یہ بات نہیں اس کے متعلق تو میں کل ہی ایک
ایسے شخص کی رائے پڑھ چکی ہوں جو مجھ سے اور تم سے اور خود مولوی صاحب سے بھی ہزار
درجہ زیادہ لائق ہے۔ یعنی امام غزالی اپنی کتاب احیاء العلوم میں جسکا اردو ترجمہ میں آج
کل دیکھ رہی ہوں اچھی طرح صاف صاف لکھ رہے ہیں کہ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اگر کسی قوم
میں کوئی اچھی بات موجود ہو تو اس کو نہ اختیار کرو نہ اسکا یہ منشا ہے کہ لباس خوراک
وغیرہ میں مشابہت نہ کرو۔ نسیمہ بیگم میں ایسے مولویوں کے ڈھکوسلے میں آنے والی
نہیں جو اپنے حلوے مانڈے سے کام رکھیں قوم چاہے کل کی ڈوبتی آج ڈوب جائے مگر
بیٹی برا مانو یا بھلا مجکو تو جیسا بھرا بھرا پاؤں ہندوستانی جوتی میں معلوم ہوتا ہے انگریزی
میں ہرگز بھی نہیں معلوم ہوتا اور رہا انگریزی پر کیا موقوف ہے گول پنجہ کی جوتی سے
میں اور بھی زیادہ چلتی ہوں نہ مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ سلیم شاہی جوتی اٹھائی اور بھدی
کرلی مگر ہاں اتنا ضرور کہوں گی کواری بیٹیوں کو بہت بننا سنورنا اچھا نہیں تو یہ تو یہ تو
میں مر کر بھی نہ کہونگی کہ کواری لڑکی سلمہ ستارے کی سلیم شاہی جوتی میکے میں منگائے پہرے
اس سے تو انگریزی ہی اچھی وہ ترک بھڑک تو نہ ہوگی۔ مگر تمہاری اس ایک پھول کی جوتی سے تو
میں کیوں ہی اچھا سمجھنے لگی لیکن سلمہ ستارے کے مقابلہ میں تو نہ ہزار درجہ بہتر۔ جب خدا
وہ دن لائیگا کہ یہ روک ٹوک نہ رہے اس وقت تو جو بات ڈلاسی جوتی میں ہوگی انگریزی کے
باپ کو بھی نصیب نہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ کہائے من بھاتا پہنے جگ بھاتا۔ چیز پہنے تو
ایسی جو دیکھنے والوں کی آنکھ میں کھب جائے۔ تب تو یہ جانو قیمت وصول ہوئی دام بھر پائے

روپیہ ٹھکانے لگا۔ انگریزی ہندوستانی دو جوڑے پاس کھڑکر پر کھو پہن کر پوچھو پہنا کر دیکھو جو آن اس میں نکلے گی اس میں کہاں۔ اب ہی اپنی طبیعت اسکا تو علاج ہی نہیں

(۲۵)

سنجیدہ کا لہجہ نرم تھا یا گرم مگر مضمون تھا معقول اور بات تھی درست نسیمہ زبان سے قائل نہ ہوئی تو کیا دل میں نادم ضرور ہوگئی کن انکھیوں سے جوتی کو دیکھا نظر پڑنی تھی کہ قصور دل میں بیٹھا ہوا تھا۔ نیچی نگاہ کرکے جو بیٹھی تو پھر آنکھ اُٹھانی قسم ہوگئی۔ اتنے میں نواسی دوڑی ہوئی آئی اور کہا چھوٹی بی مٹھو مرگیا۔ گھبراکر اٹھی اور سٹ پٹا کر چلی ڈھیلے پائچوں کا پائجامہ پاؤں الجھا اور دھڑام سے گری۔ مگر طوطے کی محبت اتنی زیادہ تھی کہ اپنی چوٹ بھول بھلا اُٹھی اور سنبھل سنبھلا پھر چلی نسیمہ کے اس طرح گرنے پر نواسی کو بے اختیار ہنسی آئی مگر میاں مٹھو کی محبت نسیمہ کو کچھ ایسی غالب تھی کہ چوٹ کا خیال نہ ہنسی کی پرواہ جاکر دیکھتی ہے تو سچ مچ مٹھو ٹیں۔ سال بھر کی محنت بولتا ہوا جانور دیکھکر دہم کی دہم رہ گئی۔ طوطا پہاڑی تو نہ تھا مگر تھا کسی ایسے کڑوے نیم کا کہ ایک بات کہنے کی دیر تھی۔ سنی اور رٹی۔ اس غضب کا بولتا تھا کہ گیا کوئی مینا بولیگی۔ دانہ پانی روٹی ٹکڑا سب اپنے منہ سے مانگتا۔ ذرا نسیمہ ادھر اُدھر ہوئی اور اسنے چیخنا شروع کیا چھوٹی بی کہاں گئیں نسیمہ خود اس پر جان چھڑکتی تھی۔ شام کو دانہ پانی کھلا پلا الگنی میں لٹکایا۔ ہونی شدنی اُتارنا بھول گئی دو تین دفعہ تو مٹھو نے آواز بھی دی مگر غریب کی تقدیر میں مرنا تھا کسی نے نہ سنا جاڑوں کے دن ٹھنڈک کا وقت۔ ہوا کھڑ کھڑ۔ کلیا میں پانی کی بوندیں خدا جانے ہوا لگی یا پیاس مٹھی بھر کی جان پھڑ پھڑا پھڑ پھڑا ختم ہوگیا سنجیدہ پہلے تو نواسی کی جان کو آئی کہ یہ کیسی نالائقی کی حرکت ہے وہ تو گری اور تو بیٹھی کھل کھل ہنس رہی ہے خبر نہیں کن جانوروں میں رہی ہے کہ نام کو تمیز نہیں کوئی گرے کوئی ہنسے ایسی ہنسی تو جوتیاں کھلواتی ہے دوسرے کی تکلیف پر خوش ہونا آدمیت تو ہے نہیں۔ جانوروں کا کام ہے۔ مجھے

تو یہ چاہیئے تھا دوڑ کر اُٹھاتی ہاتھ دباتی پاؤں دباتی پوچھتی چھوٹی بی کہاں چوٹ لگی۔ افسوس کرنے سے تو گئی اُلٹی باغ باغ ہوگئی۔ ایسا ہی ہنسنے کا مرض تھا اور کسی طرح نہیں رک سکتی تھی تو اُدہر چلی جاتی پیٹ بھر ہنس لیتی پھر آجاتی۔ ہنسنا اور منہ در منہ بے غیرتی تو اسی کا نام ہے تمہاری گود میں بیٹھوں اور تمہاری ڈاڑہی کھسوٹوں اگر وہ غصہ میں کچھ کہہ بیٹھتی۔ چوٹ لگی ہوئی جی جلا ہوا کوئی ایسی ویسی بات کہہ دیتی تو منہ پھلا بیٹھہ جاتی۔ بیٹی تو ہی سوچ یہ تیرا کام خفگی کا تھا بھی یا نہیں آج تو خیر سمجھا دیا اب ایسی نالائقی نہ دیکھوں۔ میرے پاس ایسی لڑکیوں کا کام نہیں چاہیے کل سے آنا یا نہ آنا۔

سنجیدہ نواسی کی فضیحتی کر رہی تھی اور نسیمہ بیچاری گرنے کا خیال نہ ہنسنے کا ملال گم سم بیٹھی مٹھو کو دیکھہ رہی تھی۔ سنجیدہ اُدہر سے فارغ ہوئی تو بھتیجی کی طرف رخ کیا اور کہنے لگی ایسی بولاہٹ بھی کس کام کی آؤ دیکھا نہ تاؤ پائنچے چھوڑ چھاڑ جھٹ اُٹھہ کھڑی ہوئیں وہ تو خدا نے خیر کی کہ گاؤتکیہ بیچ میں تھا۔ نہیں تو خدا جانے آنکھ پھوٹتی۔ سر پھوٹتا۔ نہ بھونچال کی طرح چلتیں نہ چوٹ لگتی دوڑ چلئے نہ گر پڑئیے اسی لئے تو میں ان سولہ سترہ گرہ کے پائچوں سے جلتی ہوں فائدہ نہ حاصل صرف کا صرف اور تکلیف کی تکلیف ہر وقت پائچوں کی نوکری کیجیے۔ ایک ہاتھ تو بس اسی لئے اینٹھ ہو گیا ذرا چوکے اور پاجامہ کیچڑ میں لت پت مٹی میں اتھر پتھڑ اب اس مرئے کو کھینکوا دُ بیٹھی پنجرے کو کیا گھور رہی ہو مرنا تھا مرگیا اور تمہاری جان کو دعائیں دیتا مرا ذرا آنکھیں کھولکر دیکھو کلیا کیسی خشک پڑی ہے پانی کی بوند تک نہیں ایک جان تمہارے ہاتھوں جانی تھی وہ گئی رات کو باہر نکلکر دیکھنا کیسا جھکڑ چلتا ہے کہ قدم نہ اُٹھے اس پالے میں جو رات بھر بے زبان جانور باہر ٹنگا رہا مرتا نہیں تو کیا کرتا اپنی آرام کی چیز بست سب چیزیں اندر پہنچا دیں اس کی جان تو مفت کی تھی اُسے کیوں لاتیں۔ یہ پانچ سات بے زبان اللہ کی مخلوق تمہارے قبضہ میں ہیں اُن سے اُن کا گھربار چھڑا ہمجنسوں سے تڑا۔ گھر سے کوسوں دور بے خطا بے قصور اپنا جی بہلانے کو انہیں قید کیا

تو اپنے آرام سے زیادہ اُن کے آرام کا انتظام کرو۔ کھلا کر کھاتیں پلا کر پیتیں پہلے انکو سکھہ دیتیں پھر آپ آرام کرتیں۔ ہاں یہ بدنصیب جانور تمہارے ہاتھوں اپنی زندگی ختم کر گیا۔ ہوا سے بچنے کے لئے آپ تو پردے بھی چھوڑے انگیٹھی بھی جلوائی۔ اس مظلوم کا دھیان تک نہ آیا۔ کس محبت سے کہتا تھا، مٹھو بیٹے کی بیوی مٹھو بیٹیا اپنی جان میرے قربان کر گیا کسی دن کا کھانا وڑھنا بھولجاتیں تو میں سمجھتی طوطے کو بھی بھول گئیں ایسا لاپروا مزاج تھا تو ایک جان کے پالنے کی ذمہ داری کیوں لی تھی۔ کس بھروسہ اور کس برتے پر۔ اب کچھ تھوڑے سے لال اور رہ گئے ہیں آج انکو بھی بھولجاؤ تو پاپ کٹ جائے۔ جاری تواسی اس کو پنجرے سے نکال باہر پھینک آ۔

(۲۶)

دن اسی کل کل پٹ پٹ میں تمام ہونے آیا نسیمہ عصر کی نماز پڑھ کر بیٹھی کتاب دیکھہ رہی تھی۔ دھوبن نے کپڑوں کا گٹھر لاکر آگے ڈالا اور کہنے لگی اچھی چھوٹی بی جلدی سے کپڑے دیکھہ لو میرا بچہ صبح سے بخار میں پل رہا ہے۔ اُسکے لئے دوا لیجاؤں نسیمہ نے نواسی سے کاپی منگوائی۔ کپڑے کھولے اور ملانے شروع کئے اور گن گن کر الگ کرتی گئی۔ احتیاط اتنی تھی کہ ہر کپڑے کو اندر سے کھولکر دیکھہ لیتی تھی کہ کوئی داغ دھبہ تو باقی نہیں رہ گیا۔ کچی چکن کا نیا دوپٹہ سوئی کا ناکا ٹوٹا یوں کا یوں ہی دُہلنے بھیجدیا تھا تیسری نہر پر دیکھتی ہی تو دوپٹہ بتی بتی۔ تو ان باندھنے کے لائق بھی نہیں دھوبن سے کہا قصور وار تھی منت سے کہنے لگی بیگم نقصان تو بیشک ہوا میں روٹی پکانے میں رہی لادی کی لادی آگے پڑی تھی بیل نے چبا لی میرے حساب سے کاٹ لینا۔ دھوبن کا یہ جواب سنکر نسیمہ نے کہا میری لگی لگائی لاگت اور خوشی تم نے سب غارت کردی۔ کاٹوں گی تو میں کیا خاک مگر رنج بہت ہوا دیکھے دونوں غلاف پلنگ کی چادر اور میری اوڑھنی کہاں ہے ننھے کے ہاتھ بھیجی تھی دھوبن سنتے ہی لگی قسمیں کھانے کہ میرے ہاں کوئی چیز نہیں گئی ادہر نسیمہ ادہر دھوبن دونوں قسمیں

کہا رہے ہیں۔ نہ کہتا ہے میں دے آیا نہ کہتی ہو نہیں لایا۔ سنجیدہ بولی بیٹی ایک دفعہ نہیں ہزار دفعہ کہا اپنے ہاتھ سے دینا اور اپنے ہاتھ سے لینا۔ یہ کیسی بے عقلی ہو کہ جو ملا اس کے ہاتھ بھیجدیا۔ دیکھ لو اتنے کپڑے جان سے جاتے رہے۔ سنجیدہ ابھی بگڑ رہی تھی کہ بھاوج کے ہاں سے لڑکی پوچھتی ہوئی آئی یہ اوڑھنی چھوٹی بیگم کی تو نہیں ہو۔ بیوی کہتی ہیں کہ میرے ہاں تو رینگ کی اوڑھنی کسی کی ہو نہیں۔ نسیمہ نے اوڑھنی لیکر غور سے دیکھا پھر کہنے لگی پھوپھی اماں ذرا آپ دیکھئے میں تو جانوں میری نہیں ہو۔ سنجیدہ نے کہا میں کیا دیکھوں۔ سیاہی کی شیشی پڑی جھانک رہی ہو اتنا ہوش تم کو نہیں کہ کپڑوں پر نام لکھ لو اتنی سستی بھی کس کام کی کہ ایک دو حرف لکھنے کی فرصت نہیں اب جو مصیبت ہو بھگتو اور اس غریب کو لو جھٹ دو۔ ذرا تم آپ ڈھونڈ لو کہاں کہاں سے کپڑے لائے گی دنیا بھر کا قاعدہ یہ ہو ایک جگہ مقرر ہوئی میلے کپڑے سب نے وہاں اُتار دئیے۔ میرے گھر کا باوا آدم ہی نرالا ہو۔ دو یہاں دو وہاں تین کہیں چار کہیں۔ کچھ دھوبن نے کھوئے کچھ گھر میں گئے چلو چھٹی ہوئی۔ سبحان اللہ یہ کرتہ آیا ہو دھوئیں میں کالا تیل میں چکٹ یہ جاتے دُھلے گا کیا خاک۔ لاکھ صاف ہو جائے دھبے تو باقی ضرور ہی رہیں گے میلے کپڑوں کو بھی احتیاط سے رکھتے ہیں جتنے اُجلے اور صاف جائیں گے اتنے ہی اچھے اور آبدار دُھلکر آئیں گے لو موزہ ایک ہی ہو دوسرے کا پتہ نہیں جب ہی تو کہتی ہوں اُتارتے ہی وقت حفاظت سے رکھو تو اس وقت یہ ڈھونڈیا کیوں پڑے اور اس اوڑھنی میں کھونچ لگ گئی تو سینا بھی نصیب ہوا کہ دھوبن کے ہاں جا کر بالکل ہی تار تار ہو جاتی بیٹی کیا ہو گیا دھوبن کے یہاں پھٹا ہوا کپڑا جانا کیسی بے عزتی ہو۔ چلو اس بیچاری کو تو کپڑے لکھکر رہائی دو۔

دھوبن میلے کپڑے لیکر گئی تو نسیمہ نے گھڑی لاشیشی اتار نئے کپڑوں پر نام لکھنا شروع کیا۔ سنجیدہ بولی لکھتی تو ہو مگر اس میں ایک خرابی یہ ہو کہ دھلکر سیاہی پھیل جاتی ہو

کپڑے پر نام لکھنے کی ایک ترکیب مجھکو مس صاحب نے بتائی تھی۔ یاد رکھنا بھولنا مت چربے کا کاغذ ایک تختہ کاربن پیپر یعنی کالا کاغذ ایک تختہ (نیلا ہو تو اور اچھا) تھوڑا سا موم جامہ کا کپڑا یہ تینوں بازار میں آسانی سے مل جائیں گے۔ پہلے چربے کے کاغذ پر پھول یا حرف یا اور کوئی نشانی جو بنانی ہو بنا لو یا کہیں سے دیکھکر نقل کر لو پھر اس کو ہاتھ سے صاف کر لو یعنی موٹی یا بھدی پھیلی ہوئی نہ رہی سکو الگ رکھکر موم جامہ کے کپڑے میں سے اس چربے کے کاغذ سے جس پر نشانی بنائی ہے ذرا بڑا کتر لو۔ اس کپڑے کے ٹکڑے کو کاغذ پر رکھکر پنسل یا سیاہی سے ہو بہو نقل کر لو۔ پھر جس کپڑے میں نشانی ڈالنی ہے اس کے کسی کونہ پر یا جہاں لکھنا ہے پنوں سے یہ ٹکڑا کپڑے کا لگا دو۔ اس کے بعد پہلے کاغذ کا اتنا ہی ٹکڑا کتر کر موم جامے اور کپڑے کے بیچ میں رکھو پھر کسی قلم کی ڈنڈی یا ہاتھی دانت کی سلائی وغیرہ کو موم جامے کے پھول پر خوب زور سے پھیرو تا کہ کالا کاغذ اپنا نقش کپڑے پر دیدے۔ دھوئے دھوئے نہ جائیگا بیٹی میلے کپڑوں کا انتظام نہ کرو گی تو اُجلے کہاں سے پہنو گی۔ میں نے جو کچھ کہا تمہارے فائدہ کو کہا۔

قصور تھا واقعی اور خطا درحقیقت نسیمہ دم کیا مار سکتی تھی پھوپھی کہتی جاتی تھی اور اس پر گھڑوں پانی پڑ رہا تھا۔ کپڑے جمع ہوئے تو وہ اس ڈھنگ کے اوڑھنی ملی تو پاجامہ ندارد دوپٹہ ہے تو کرتہ نہیں۔ مزا یہ تھا کہ ایک کرتہ ایک پاجامہ پھرتا پھراتا آناج کی کوٹھری میں جا پہنچا صندوق میں گھی کا کنستر رستہ میں کپڑے لاتے لیجاتے خوب ہی ٹپکا گھی کی خوشبو۔ کپڑے کا معاملہ کرتہ کی آستین پاجامہ کی موہری چوہے لے گئے۔ اوڑھنی کی ڈھنڈیا پڑی تو وہ بھی آدھی سے زیادہ بل میں پہنچ چکی تھی۔ کپڑے آئے تو سہی مگر کیسے بے ڈھنگے اور تتر بتر کہ خدا کی پناہ۔ ایک مٹی کے تیل میں بسا ہوا تو دوسرا کیچڑ میں لت پت کسی پہ گھی کسی پہ تیل کسی پر گارا کسی پہ کیچڑ۔

سنجیدہ جیسی بیوی کا گھر اور نسیمہ جیسی بچی کا انتظام کپڑوں کی یہ گت ہنسی بھی آتی ہے

افسوس بھی ہوتا ہے۔ مگر خدا نواسی کا بھلا کرے جب صفائی کی ضرورت ہوئی غسلخانہ میں گئی اور میلا کپڑا اٹھا لائی نسیمہ غریب کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں کہ کپڑوں کو یہ آگ لگ رہی ہے اور بی نواسی کو رے استرے سے میرا سر مونڈ رہی ہیں خیر کہیں نسیمہ اس غصہ میں نواسی کا نام لے دے تو سنجیدہ کچھ نہیں تو اسکو کچا کھا جائے۔ مگر انسانیت سمجھو یا محبت ساری آفت اپنے سر لی اور اسکا نام نہ لیا۔

(۲۷)

تربیت اور تعلیم دونوں چیزیں جیسی لازمی اور ضروری ہیں ایسی ہی مشکل اور اہم بھی وجہ تھی کہ سنجیدہ نے صرف تربیت اپنے ذمہ لی اور تعلیم استانی کے سپرد کی۔ وہ مر چکی اور ہم کو مرنا ہے۔ سنجیدہ نے تربیت کا حق ایسا ادا کیا کہ اگر کوئی کرے گا تو بس اتنا۔ تیرہ برس کی نسیمہ نانا کا جوڑی کا بخیہ ایسا کرتی تھی کہ اچھے اچھے سینے والے اس کے ہاتھ پر عش عش کرتے۔ سنجیدہ جیسی سکھانیوالی اور نسیمہ جیسی سیکھنے والی ماشاء اللہ دسوں انگلیاں دسوں چراغ تھیں کیا مجال جو کپڑے پر کبھی کسی قسم کا داغ دھبہ نظر آیا ہو مزاج میں احتیاط یہانتک کہ کبھی میلے ہاتھ تک سے کپڑا نہ چھوا۔ سینے بیٹھی تو پہلے جگہ صاف کی۔ چاندنی ہوئی چاندنی۔ چادر ہوئی چادر۔ غالیچہ۔ قالین۔ دری۔ رومال کوئی چیز بچھا لیتی تب اپنا اختر بختر کھولتی۔ کھانے سے فارغ ہوئی۔ صابن سے ہاتھ دھوئے پھوپھی تک پڑکر سو گئی مگر اس کے واسطے دن کو سونا حرام تھا ہر کہ جھپا جھپ چل رہا ہے یتیم خانے کے چھوٹے چھوٹے بچے اپنے موٹے جھوٹے کپڑے لاتے اور وہ سر آنکھوں پر رکھتی عید سے ایک دن پہلے ایک بچہ سات نہیں آٹھ برس کا ہوگا رات کے وقت اپنا کرتہ پاجامہ لینے آیا نسیمہ دن بھر چھوٹے بھائی کے کپڑوں میں لگی رہی۔ کپڑا یونکا یوں ہی رکھا تھا۔ بن ماں باپ کا بچہ اجلے کپڑوں کی خوشی عید کی امنگ سب خاک میں مل گئی۔ آنکھ میں آنسو بھر کر کہنے لگا "اچھا تو آپا میں جاتا ہوں" نسیمہ نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو آنسو بہہ رہے تھے۔ سوچنے لگی اسکا میرے اوپر کچھ زور نہیں خوشی کا سودا ہے مگر اسکا دل اس وقت کیا کہہ رہا ہوگا بچے کو اپنے

پاس بلاکر سر پر ہاتھ پھیرا اور کہنے لگی بھائی اپنا دل نہ کڑہا۔ نمانسے پہلے آکر اپنے کپڑے لیجائیو۔ مانا کہ لڑکا بچہ تھا۔ لیکن نسیمہ بھی تو بڑی بوڑہی نہ تھی۔ برس کا برس دن عید کا موقع۔ رات بیچ میں۔ چوڑی مہندی کپڑا لتہ بیسیوں کام تھے۔ مگر صد آفرین نسیمہ کو تو بیچ رات سے لیکر جو بیٹھی تو گہر کا بچہ بچہ سو گیا اور وہ نہ ہلی۔ اودہر موذن نے صبح کی اذان دی اُدہر اُس نے ٹانکا توڑا۔

تربیت ہو تو اتنی اور تقدیر ہو تو ایسی جتنی محنت سنجیدہ نے نسیمہ پر کی سب بیاب لگی سچ یہ ہے جیسی جانفشانی سے اس نے بھائی کی اولاد کو پالا۔ آج کوئی اپنے پیٹ کی اولاد کو نہ پالیگا۔ کونسا کام تہا جو نہ سکہایا اور کیا بات تھی جو نہ بتائی چھہ برس کی جان کو برابر بٹھا سوئی دہاگا حوالے کیا۔ کترنیں آگے ڈالیں اور تیپچی شروع کروادی ذرا ہاتھ چل نکلا تو چھوٹے بھائی کا کرتہ دیا اور کہدیا برابر کے دونوں تنے ہیں کندہوں کی تیپچی چار انگل ادہر چار انگل اُدہر پھر دو مگر اتنی احتیاط کرنا دونوں تیپچیاں برابر ہوں یعنی اوپر کی چکلی رہے اور نیچے کی پتلی دونوں سیونیں برابر رکھو گی تو سیون موٹی ہو جائیگی۔ کندہوں کی تیپچی کرلو تو بغلوں اور آستینوں کی سیونیں لو وہ بھی اس طرح کہ اوپر کی چکلی نیچے کی پتلی مونڈہے کے اوپر دونوں آستینوں کے دو دو انگل کی پٹی چہوڑ کر لگانا سمجھہ گئیں؟ چاکوں کے بیچ میں انگل بھر کی چکوتی لگے گی۔ جو بات نہ سمجھی ہو ابھی سے پوچھہ لو۔

تیپچی (تیپچی) کی ترکیب یہ ہے کپڑا ہاتھ میں لیکر بڑا اوپر اور چہوٹا نیچے رکھا اور پھر سینا شروع کیا۔ سوئی میں جتنا کپڑا آجائے یعنی جب سوئی میں کپڑا بھر جائے اس وقت سوئی نکال لو اور پھر آگے شروع کرو۔ اسی طرح ساری سیون ختم کرلو۔ جب پوری کر چکو تو جہاں سے تیپچی شروع کی ہو وہاں سے ناخن دو مطلب یہ ہے ناخن سے کہینچکر صاف کردو کہ تیپچی کے بیچ میں جہول یا سلوٹ نہ رہ جائے یا تاگے کی گرہ نہ پڑ جائے۔ ہاں جہاں تیپچی ختم ہو وہاں دو تین ٹانکے لگا کر دہاگا توڑنا کہ اُدہڑ نہ جائے۔ پھر ٹپکی دینا وہ اسطرح کہ سیون

کو موڑ کر بس پھر کرتہ کو ہاتھ سے صاف کر دو۔ اب کرتہ کھڑا ہو گیا۔ وہ جو مونڈھے کی پٹی چھوڑی ہے اس میں لال ڈورا اور چکلی پٹی اوپر اٹھائی ہے نیچے کی تپلی سیون میں ڈورا رکھا اور وہ چکلی سیون اوپر رکھدی، سیدھا کیا اور کوک دی کہ چکلا تپلا نہ ہو جائے۔ کوک تو جانتی ہو نہ؟ (شپتہ) لمبے لمبے ٹانکے ڈورے کے برابر لگا دیئے کہ ڈورا چکلا تپلا نہ ہو اب کرتہ کو پھر الٹا کیا اور کلی کی سیون سے ترپن شروع کی اوپر کی سیون جو چکلی ہے کتروا اسے موڑا۔ وہ حصہ باہر ایک حصہ اندر مگر موڑا اس طرح کہ سلوٹ نہ رہی پھر لمبے برابر ترپنا شروع کر دیا۔ باریک باریک کلی کی سیون کو ترپتے ترپتے مونڈھے تک آ گئے مونڈھا کر کے دوسری کلی پر اُتر گئے اسکو نیچے جا کر ختم کیا۔ غرض اس طرح چاروں کلیاں کر لیں پھر بغل کی سیون شروع کی۔ دونوں بغلوں کو ختم کیا۔ اس کے بعد آستین کی سیون شروع کی ہے اور دونوں آستینوں کو پورا کیا۔ اتنا ہو چکے تو کرتہ کو اب سیدھا کرو۔

ترپن کا قاعدہ یہ ہے کہ کپڑا دونوں گھٹنوں میں پکڑ کر ایک ایک ٹانکا نکالنا شروع کر دیا۔ بیچی کی طرح نہیں کہ جب کپڑا سوئی میں بھر گیا تو چھوڑا مگر ہاں جس طرح بیچی میں ختم کرتے وقت دو تین ٹانکے لگاتے ہیں اسی طرح ترپائی میں ٹانکا توڑتے وقت دو تین ٹانکے یوں ہی لگا دیتے ہیں اور پھر ختم کرتے ہیں۔ بیچی کو ناخن سے صاف کرتے ہیں۔ ترپائی کو انگلی پھیر کر کہ ٹانکا اچھی طرح بیٹھ جائے۔

پھر کرتہ سیدھا کیا ایک انگل سے کم گھیر موڑا اور اس کی سیون ترپن کے لئے موڑ کر ترپنا شروع کیا۔ گھیر ختم کیا اور چاکوں کی سیون بہت تپلی موڑی اگر چاکوں میں ہے تو گھیر ترپا جائیگا۔ چاک نہیں ہے کلی نہیں ہے تو چار سیونوں میں یہ سب کر چکو تو چکوتیاں ترپنا پھر مونڈھوں سے بخیہ شروع ہوا۔ ہو چکا تو چکوتیوں پر کیا۔ گھیر میں بیل لگتی ہے تو چکوتیاں نہ ہوں گی اُن کے بدلے کونے بنائیں گے اب گریبان۔ تو پہلے ایک انگل پٹی داہنی طرف لگائی ادھر سے لگا کر ادھر یعنی الٹی طرف ترپا چار انگل پٹی نین سکھ کی اکہری لگائی اور بیچی

بھری اس کو آدھا الٹا دوڑا دیکر قلم بنائی (کوکا) گریبان میں پٹی لگائی۔ چاہے کالر
لگاؤ۔ چاہے آڑی پٹی۔ کالر ہوگا تو سیدھا پٹی ہوگی تو آڑی۔ پٹی لگائی ہے تو ڈورا دیکر
اسکو کولا کوک چلے تو پہلے یہ دیکھا کہ سیدھا ہے پھر بخیہ کیا۔ اوپر نیچے کا برابر رکھکر دیکھ لیا
کہ درست ہے تو کاج بنا دیئے۔ بخیہ کر دیا۔

(بخیہ) بخیہ بھی ترپائی کی طرح گھٹنوں میں رکھکر ہوتا ہے مگر ترپائی میں ایک ٹانکا برابر
نکلتا ہے۔ بخیہ میں بالکل ملا ہوا ہوتا ہے۔ جس طرح خشخاس کا دانہ بہت باریک ہونا چاہیئے
کرتہ تو خیر ختم ہوگیا مگر اورمے کی ابھی ترکیب رہ گئی۔

(اورما) اورما زیادہ تر پلنگ کی چادروں یا بچھانے کی چاندنیوں میں ہوتا ہے اورما
دو طرح کا ہوتا ہے پہلے میں تم کو سیدھا اورما بتاؤں ایک لیٹا اورما کہلاتا ہے پھر وہ بتا
دوں گی چادر کا سیدھا اورما سمجھاؤں گی۔ مگر چادر میں تو مچھلی کانٹا اچھا معلوم
ہوتا ہے۔ خیر تمہارے سمجھانے کے لئے چادر ہی میں بتاتی ہوں۔ کنی سے کنی ملا کر چار
انگل سرے پر سے سی لو یوں ہی شروع کردو گی تو ایسا نہ ہو جھول رہ جائے کمتی بڑھتی
ہو جائے۔ پہلے تو چار انگل پاؤں کے انگوٹھے میں پکڑ کر سی لیا۔ پھر گھٹنے میں رکھکر
اورما شروع کر دیا اور ساری سیون ختم کر دی۔ انگوٹھے کے ناخن سے صاف کیا
اور چٹکی دیدی۔ اورما دور دور نہ بھرنا چاہیئے نہیں تو جالی پڑ جاتی ہے پاس پاس ہو
گتھا ہوا اور موٹے تاگے سے ٹھیک ہوتا ہے۔ اسکا بھی ایک ایک ٹانکا لیا جاتا ہے
ترپائی میں اور اورمے کے ٹانکے میں فرق یہ ہے کہ اس کا ٹانکا مہین ہوتا ہے اس کا اس سے
ذرا موٹا۔

چادر میں ابھی ایک کسر رہ گئی دونوں آنچل ترپے جائیں گے اگر پٹیوں کی طرف کنی ہے
تو خیر ورنہ پٹی کی طرف سیون باریک پڑتی جائے گی۔ نشانی کے واسطے چاہے کیسی بوٹی
بنا لو۔ اچھا لو کرتہ کا حساب سمجھو۔

کرتہ

ا ج

ب
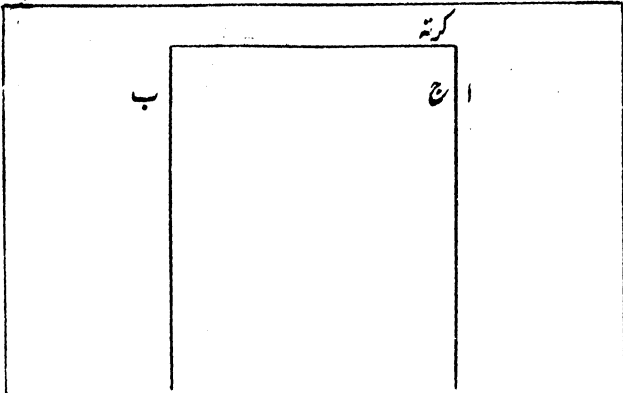
الف اور بے دو تنے ہیں جب ان کی بیچی بھرلی تو یہ اوپر نیچے ہوگئے۔ اب ضرورت ہے کہ ان میں آستین لگانے کی کسی ایک تنے کے بیچ میں شروع کرو۔ یعنی لمبائی کے بیچ میں جس جگہ ج ہے اس چکلان کے بیچوں بیچ آستین لگ جانے کے بعد یہ صورت ہوگی۔
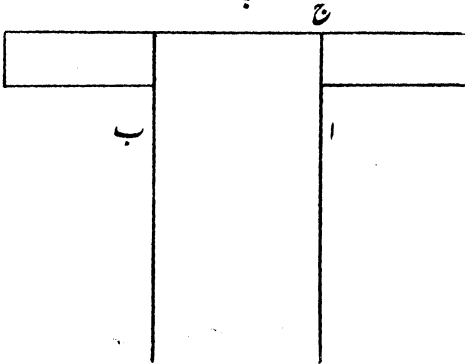
اب جو دو انگل کی پٹی مونڈھے پر ہے وہ تنے پر تر پی جائے گی اور کرتہ اس ہیئت پر ہوگا۔
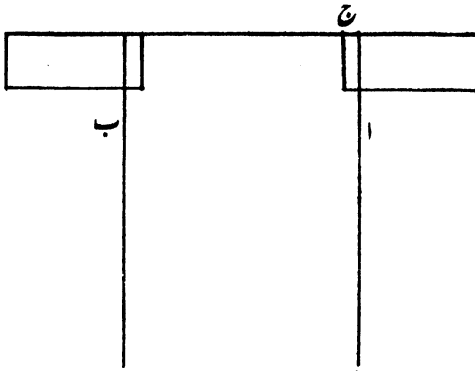
چاکوں کے بیچ میں جو چکوتیاں بنائی گئی ہیں اگر بیل نہ لگائی جائے تو وہ بھی کھڑائی میں شامل ہیں جن کی صورت یہ ہے۔
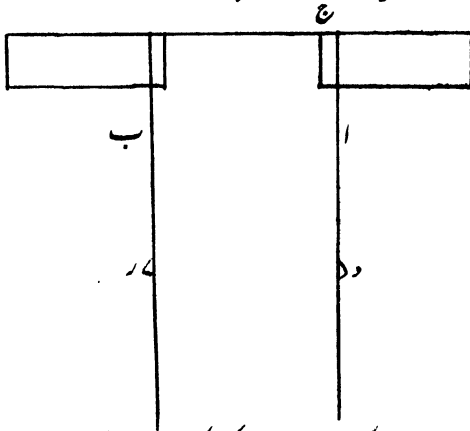
یہ د اور ر دونوں چکوتیاں ہیں تیپچی کی ترکیب بتانے کے بعد جو لال ڈورے کا ذکر آیا ہے وہ معمولی کرتوں میں ضرور نہیں نہ مردانے کرتوں میں استعمال ہوتا ہے صرف زنانے کرتوں میں اور وہ بھی اگر کپڑا اچھا ہو تو خوبصورتی کے واسطے رینگ، ململ تن زیب وغیرہ میں دیا جاتا ہے۔
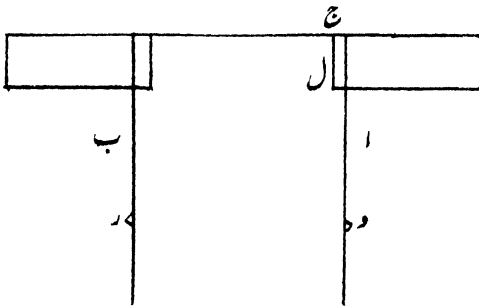
ل یعنی چکلی پٹی اوپر کی اٹھا کر نیچے کی تپلی سیون میں جہاں حرف ج ہے یہاں ڈورا رکھا اور سیدھا کر کے احتیاطاً گوک دی اور بخیہ شروع کر دیا۔ اب کلی کی سیون شروع کی وہ اس طرح۔
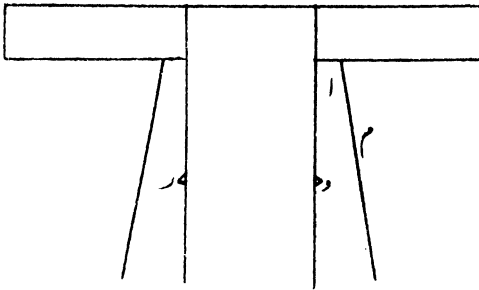
م اور ن یہ دونوں کلیاں ہیں مگر کلی میں بغل پہلے سے لگا لینی چاہیئے۔ یہ کلی میں بغل جڑی ہوئی ہے۔
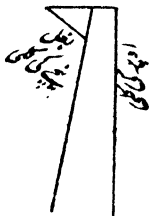
یہ دونوں کلیاں بغل میں لگی ہوئی ہیں جو آستین میں لگا کر تنے پر لگیں گی۔
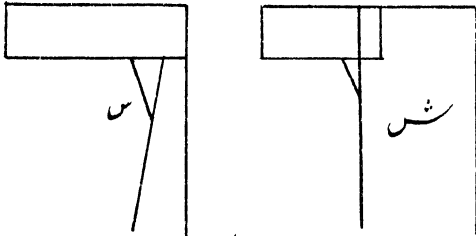
کلی میں بغل نکالنے کے بعد آستین میں لگی ہوئی صورت س سے ظاہر ہو رہی ہے
جب یہ کلی بغل میں لگی آستین میں جڑی تنے میں لگائی گئی تو اسکی صورت ش کی ہے۔
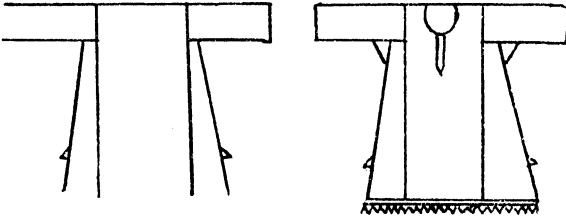
ق سادہ کرتہ ہے جس میں فقط گھیر ترپا ہوا ہے چکوتیاں لگی ہوئی ہیں بخیہ وغیرہ کچھ نہیں ہے
ک بالکل تیار کرتہ ہے گھیر میں بیل لگی ہے۔ لال ڈورا ہے بخیہ ہے۔ یوں سمجھو یہ زنانہ ہے وہ مردانہ۔

(۲۸)

شوق سے سیکھنے والی دل سے سکھانیوالی نسیمہ کے ہاتھ میں صفائی نہ ہوتی تو پھر کس کے
ہوتی کچھ ایسا چسکا پڑا کہ اِدھر اُدھر سے مانگ تانگ کر کپڑے لیتی آدھی رات تک
بیٹھتی اور تیار کرتی۔ دس میں کپڑوں کا نکلنا تھا ہاتھ جم گیا۔ ٹانکے سیکھے ٹانکے سے
ٹانکا ملا۔ کرتہ ہو یا پاجامہ صدری ہو یا کرتی ایک سے ایک بڑھی ایک سے ایک چڑھی۔
گیارہ برس میں یہ کیفیت تھی کہ غیر تو غیر خود سگی ماں مشکل سے پہچانتی کہ یہ نسیمہ کا ٹانکا ہے

خدا کی قدرت منجھلی کے ہاں ہوا لڑکا۔ ضلعدار صاحب کو بیٹے کا ارمان تھا بھائی
کہنے کو تو ماشاء اللہ پانچ چھ تھے اور سب صاحب اولاد مگر نری بیٹیاں سینکڑوں تدبیریں
ہزاروں ترکیبیں گنڈے اور تعویذ فلیتے اور ٹوٹکے دنیا بھر کے جتن کر ڈالے مگر لڑکا نہ ہونا
تھا اور نہ ہوا۔ خدا خدا کر کے یہ دن ہوا کہ خاندان میں بیٹے کی صورت دکھائی دی کنبے بھر
میں عید تھی وہ دھوم دھام ہوئی کہ سارے شہر میں نام ہو گیا۔ جس جس سے جو کچھ ہو سکا
اپنی اپنی حیثیت کے لائق سب ہی لین دین میں شریک ہوئے نسیمہ نے بھی بھانجے کے
لئے کرتہ ٹوپی تیار کیا۔ شبنم ململ کا گلابی کرتہ۔ سبز ساٹن کا پاجامہ اسی کی ٹوپی پھوپی
کو بتانے کی بھی ضرورت نہ ہوئی اس نے آپ ہی کترا بھی اور سیا بھی۔ ٹوپی کے لئے
ایک ہی آڑی تین انگل کی چکلی باڑ بنالی اور گول چندوہ کتر باڑ میں لگا لیا نیچے قند
کا استر ایک قند کی پٹی سیدھی تین انگل کی چکلی پٹھے کے لئے نیچی لگائی پہلے پٹھہ ٹانکا
اس کے آگے پیچھے گوکھرو کی ایک لڑی پھر ستارے کی کٹوریوں کی پچرنگی توڑی آگے
پیچھے گوکھرو کی ایک لڑی اور پھر نری سنہری کرن۔ اس سیدھی پٹی پر ٹانک کر
آگے کنگھی چندھے اور باڑ پر ماہی پشت کا گوکھرو کا جال۔ بیچ میں کرن کا پھول
مانگ پر گوکھرو کی قینچی ٹانکی وہ جو بچا الگ رکھا تھا اس میں لگا دیا ٹوپی تیار ہو گئی
بہن کے بچہ کی خاطر اس قدر محنت کی یہ تو کوئی ایسی انوکھی بات نہ تھی مگر نسیمہ کی
مروت تو اپنے بیگانے سب کے حق میں یکساں تھی آدھی آدھی رات تک بیٹھی پڑوسنوں
کے کپڑے سیتی اور سینا پرونا تو ہمیشہ کا وظیفہ بیوہ رانڈوں کی بھلائی سلوانے
والوں کا کیا دیا تھا۔ جس کو ضرورت ہوئی آ اٹھا کے کپڑے سلوا لیے۔ پڑوس میں
ایک بڑی بیگم رہتی تھیں۔ صبح کی نماز پڑھ کر ایک دن نسیمہ قرآن شریف پڑھنے بیٹھی
کہ بڑی بیگم صاحب کی ماما بڑے عرض کی چھ گز تن زیب لیکر آئی سلام کیا اور کہا
بیوی نے بہت بہت دعا کہی ہے اور یہ کہا ہے کہ اگر آپ کو فرصت ہو تو بیمار کے کرتے سی دیجئے

گریبان اور مونڈھوں میں کیکری اور کٹاؤ ہوگا۔
انکار تو بڑی چیز ہے نسیمہ کے مزاج سے تو تامل بھی مشکل تھا تن زیب لے گٹھری میں باندھ پڑھنے بیٹھ گئی۔ دوپہر کو کھانے پینے سے فراغت پا کر کرتہ سینا شروع کیا۔ آستینیں لگائیں۔ ڈھائی انگل کی پٹی نین سکھ کی پھاڑ کر ادھر ادھر دونوں مونڈھوں پر لگائی سیون کی جگہ ایک ایک انگل پٹی آستین کی طرف کیکری کے حق کی چھوڑ کر بخیہ کیا برابر میں لال ڈورا دیکر کوک دی اور پھر بخیہ کیا۔

پٹی خالی — سیون بیچ — لال ڈورا

آستین تنے میں لگی ہوئی

آستین میں پٹی لگی ہوئی — سیون بیچ
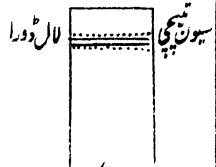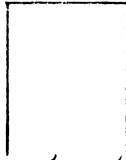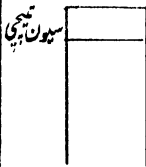
اب جو پٹی تنے کی طرف بچی ہے اسکو صاف کیا اور جتنی پٹی ادھر چھوڑی تھی اتنی ہی دوسری طرف کیکری کے حق کی چھوڑ کر کوک دی۔ وہ پٹی جو کیکری کے واسطے باقی ہے اس کو انگل انگل بھر سے کم برابر برابر کترا اور کیکری موڑ کر سینا شروع کیا۔

کیکری کا کچھ حصہ مڑا ہوا

پٹی میں کیکری کتری ہوئی
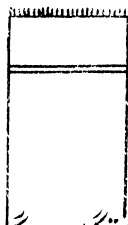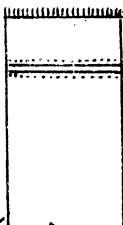
موڑتی گئی اور سیتی گئی دانہ اس طرح موڑا کہ اوپر سے زیادہ نیچے سے کم اتنا ہی دوسری طرف سے مڑا تو بیچ کا دانہ خوبصورت ہوگیا۔ نوک ٹیڑھی نہیں۔ پھونسڑا نہیں نوک سیدھی دانہ برابر جتنی نوک پتلی مڑی اتنی ہی خوبصورت کیکری ہوئی۔

تیار کیکری
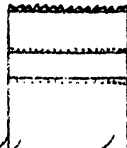
کیکری ہو چکی تو آستین کھولی اور اسکو اس طرح موڑا کہ کرتہ کا کپڑا الگ ہو اور زمین سکھ جو بیچ کا باقی ہے وہ الگ۔ یہ بیچ کا زمین سکھ یعنی پٹی جو باقی ہے اس کو اس طرح سیون سے سیون برابر ملا کر دوہرا کیا کہ کستی بڑھتی نہ ہو پھر اسکو ایک چاول چھلا آڑا کترا۔ مگر کوک تک ختم نہ کیا نہیں تو پٹی بالکل کٹ جائیگی اور الگ ہو جائے گی۔ کترنے کے بعد صاف کیا بیچ میں کوک دی اور ترپنا شروع کیا۔ مگر وہیں سے ترپنا شروع کیا جہاں سے کترا ہے۔ ایک طرف سے جس قدر کترا ہے سب سیونیں ختم کیں پھر دوسری طرف کا شروع کیا۔ کٹاؤ میں سب سے بڑی احتیاط اس بات کی ہے کہ نوک برابر رہے ایک کے پیٹ میں سے ایک ہو۔ جھکلی تیلی یا ٹیڑھی سیدھی نہو گو بعض آدمی کٹاؤ پہلے کر لیتے ہیں اور بعض دوسری طرح سے بھی کرتے ہیں مگر یہ بہت آسان طریقہ ہے۔

کیکری اور کٹاؤ

بیگم صاحب کی درخواست یا فرمائش جو کچھ بھی تھی بس اتنی کہ کیکری اور کٹاؤ ہو جائے مگر نسیمہ نے تو کرتے ایسے تیار کئے کہ بیگم صاحب کی بھی آنکھیں کھل گئیں۔ گھیر میں پھول پتی کی بیل ایسی بنائی کہ دیکھنے دکھانے کے لائق۔ پہلے ایک انگل پٹی زمین سکھ کی کتری اور گھیر پر رکھکر ایک چاک سے دوسرے چاک تک تیپچی بھر دی۔ موڑ کر جنگلی دی صاف کیا بعد بھی کو الٹ کر اس میں لال ڈورا دیا۔ سیدھا کر کے کو کسا ر دی۔ بخیہ کیا۔

اب نیچے اتری تھوڑی سی جگہ بیچ میں الف سے ب تک چھوڑ کر بخیہ بغیر ڈورے کے کر دیا۔ اس کے آگے لیکری بنائی۔ باریک سپید کا دہرا دھاگا سوئی میں پرو کر لیکری کے آگے چاروں طرف تیپچی بھر دی ایک انگل کپڑا کترتے کا لیکری کے آگے والا و سے ر تک چھوڑ کر موڑا اور چٹکی اس لئے دیدی کہ خط پڑ جائے۔ خط کے اوپر ایک تیپچی اور بھری

بیچ کی جو جگہ خالی ہے یعنی پٹی لیکری کے آگے کی و سے ر تک اس میں تاگے سے لہر بنائی مگر تیپچی کی اس طرح کہ خانہ کمتی بڑھتی نہ ہو۔

لہر میں یہ احتیاط رہی کہ نوک نکلی ہوئی نہ ہو۔ لہر بن گئی اب اس میں بیچ ایک کے دوہرے دھاگے کی ڈنڈیاں کروٹ میں سے نکالیں۔
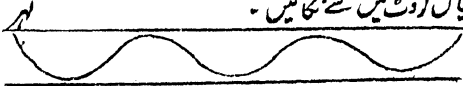
جب ڈنڈیاں بن چکیں تو ہر خانہ میں پھول بنائیے۔ تین سکھ کی پٹی انگل بھر سے ذرا کم موڑ کر ایک کتری اور اس میں سے پتیاں کترنی شروع کیں۔
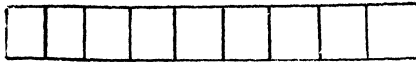
اس لمبی پٹی کو موڑ کر انگل بھر سے کم خط ڈال لئے اور پھر قینچی سے اس صورت پر ہر نشان کو کترنا شروع کیا۔

اب یہ پتیاں کتری ہوئی اس ڈنڈی میں تین تین لگائیں خواہ تینوں ایک قسم کی خواہ دو گول اور ایک لمبوتری۔ خواہ تینوں لمبوتری۔

جب یہ تینوں لگا دیں تو ایک ایک پتی کونہ پر اور لگی اتنا خیال رکھا کہ پتی جتنی پتلی ہو گی خوبصورت اور جتنی چکلی ہو گی بھدی۔
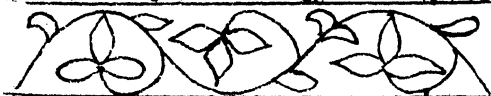
اب اس میں لنگورہ بنایا وہ اس طرح کہ سوئی میں دہرا تاگا لیکر پہلے بے پتی کے لنگورے کی تیپچی سے بنائی۔

بے پتی کے لنگورے کی تیپچی سے

اب اس گودی کے آگے آڑی پلیاں اتر کر نکالنی شروع کیں

رشتہ نہیں ناتا نہیں محلہ کا رہتا پڑوس کی بات بیگم صاحب سمجھتی تھیں نسیمہ جب کبھی گھر کے کام دھندوں سے چھٹکارا ہوا گھڑی آدھ گھڑی کو یہ بھی لے بیٹھیگی۔ اٹھتے بیٹھتے مہینے دو مہینے میں کسی نہ کسی طرح کرتے تیار ہی ہو جائیں گے مگر نسیمہ اللہ کی بندی کو تو شروع ہی سے دھن یا خبط جو کچھ بھی ہو گھٹی میں یہ بات پڑی تھی کہ جو کام کرنا ہے جب تک ختم نہ کر لے چین سے بیٹھے نہیں ایسی ہی کوئی مجبوری یا لمبا چوڑا کام ہوتا تو وہ دوسرے دن پر رکھتی۔ نہیں تو کھانا پینا لیٹنا اٹھنا سب چھوٹ جائے مگر کام پورا ہو۔ کرتوں کا ہاتھ میں آنا تھا کہ لپٹ پڑی ادہ ختم کر کے چھوڑا۔ آٹھ ہی دن میں چاروں کرتے جھٹ پٹ سی سلا کاڑ گوڑہ تیار کر کرا الگ کئے۔ بیگم صاحب نسیمہ کو سگھڑ۔ ہوشیار محنتی سب ہی کچھ سمجھتی تھیں مگر کرتوں کو دیکھکر تو دنگ رہ گئیں۔ کہتی تھیں ہاتھ ہے یا مشین۔ یہ بیل بوٹے کیکری کنگورے لئی سے جوڑے یا گوند سے چپکائے۔ صفائی یہ کہ کیا مجال جو کوئی ٹانکا بڑا چھوٹا ہو گیا ہو۔ داغ دھبہ تو درکنار سلوٹ تک نہیں آب و تاب ایسی کہ جو بزاز کے ہاں تھی وہ سلا کے موجود۔ ساڑھے چھ آنہ گز کی تن زیب نسیمہ کا ہاتھ لگ جانے سے دس بارہ آنے گز کی رفل کو مات کر رہی تھی۔ نہ دھلوانے کی ضرورت نہ استری کی حاجت بیچاری پسیالی کی رہنے والی انہوں نے یہ رنگ ڈھنگ کہاں دیکھے تھے وہ تو یہی جانتی

تھیں ساٹن کا پاجامہ پھٹتے پھٹتے گھٹنے پر سے نکل گیا پہنے ہی پہنے سیدھا کھونپ بھر
دو سلنگے مار لیتے تھے انہوں نے تو خواب میں بھی یہ صفائی ستھرائی نہیں دیکھی تھی منجھلی
ہی کا جہیز دیکھکر کہتی تھیں۔ بیوی دلّی والیاں الٰہی توبہ۔ عورتیں کیا ہیں آفت کی پرکالہ
سنہری کی چندی کرتی ہیں۔ کرتے دیکھکر تو بیٹی بیٹی تھیں سب ہی واہ واہ کرنے لگیں آ
بیگم صاحب تو بالکل ہی لٹو ہو گئیں۔ پہلے تو سمجھیں کہ دلّی والیاں سب ہی سگھڑ ہوتی ہونگی
مگر منجھلی کو دیکھتی تھیں تو زمین آسمان کا فرق تھا اسی ماں کی بیٹی اسی پھوپھی کی بھتیجی بخیہ اور
لیکری تو بڑی چیز ہے ڈھنگ کا ٹانکا بھی چاہو تو ناممکن آخر کرتے ہاتھ میں لیکر کہنے لگیں خوشا
نصیب اس ماں کے جس کی یہ بیٹی اور دولہن بھاگ اس گھر کے جس میں یہ بہو ہو شاباش ہے
بی سنجیدہ کو کہ ایسی بچی اٹھائی میں نے تو اس دن عقیقے ہی میں دیکھا تھا کیسی بھولی بھولی
شکل تھی کہ دیکھکر دل خوش ہوتا تھا۔ ڈومنیوں کے ناچ میں سب ہی لڑکیاں بالیاں
آئیں اور بچوں ہی کی خوشی تھی مگر ایک نسیمہ نہ آنا تھی نہ آئی۔ دو بجے کے قریب گھر سے
کھڑے آئی۔ بہل کار پر سے اُلٹے پاؤں سیدھی ہو لی۔ میرا تو ایسا جی کڑھا ہے کہ کیا بتاؤں
صبح نماز کے وقت ٹھنڈے پانی سے بیٹھی وضو کر رہی تھی۔ میں تو اس وقت سے اس کی
دیوانی ہوں چھوٹی سی تو یہ کچھ ہی بڑی ہو کر کیا کچھ ہو گی۔ خدا اس کی عمر میں برکت دے
اور پروان چڑھائے۔ لڑکی کیا نعمت ہے بات کرے تو پھول جھڑیں آپا دلہنیا کے سوا کوئی
دوسرا لفظ اس کی زبان سے سنا ہی نہیں الٰہی اس کی ماں اور پھوپھی کا کلیجہ سدا ٹھنڈا
رہے خیر بڈھے طوطے پڑھیں گے تو خاک مگر کوشش تو میں بھی کروں شاید کوئی ہنر تو
میں پڑا رہے۔ کچھ ایسا شوق چرایا کہ ایک لٹھے کا تھان ساتھ لے ڈولی منگوا سنجیدہ کے
ہاں جا اتریں نسیمہ کو گلے لگایا سینکڑوں دعائیں دیا اور کہنے لگیں بھی میں تو تیری شاگرد
ہونے آئی ہوں وہ جو بی منجھلی کی چادروں میں مچھلی کا نشان ہے میری بھی ایک چادر بنا دو نسیمہ نے
اسی وقت پانچ گز لٹھہ پھاڑ دو پاٹ کی چادر تیار کی۔ بیچ میں مچھلی کا نشان کیا جب

سیون کی جالی پوری ہو گئی اور پاٹ جڑ چکے تو چاروں طرف سے ایک ایک اُنگل موڑنا شروع کیا۔ ڈورا جھکر گوک کا بخیہ کیا وہ جو کپڑا مڑ کر پیچھے رہا اس کی لیکری بنائی آگے بازار کی بیل لگائی۔ تینوں ٹپیاں کاڑھیں ایک پاٹ کی منڈاس پاس چاروں کونوں پر چار بوٹیاں بنائیں چادر تیار ہو چکی تو بیگم صاحب کہنے لگیں۔ ذرا تم مجھکو مچھلی کے کانٹے کی ترکیب بتا دو۔ نسیمہ نے کہا ابھی لیجئے یہ بھی کوئی کام ہے۔ دیکھئے دونوں پاٹوں کو برابر کیا۔ مگر اس طرح کہ جھول نہ رہے کنّی سے کنّی ملا کر سینا شروع کیا۔ بس اتنی بات ہے کہ سوئی دھاگے کے بیچ میں سے نکلکر کنّی پڑ جاتی ہے۔

ب ق ل س ع ز ث
پاٹ
پاٹ
ا ر م ن و
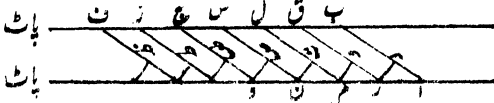
پھر دیکھئے سوئی الف سے ب تک چلی اور پھر ب سے سوئی پلٹ کر اسی میں سے ت کی جگہ ڈال کر ر تک نکال لی۔ ت سے ق تک لے گئے اور پھر اُسی تاگے میں سے پرو کر م تک لائے م سے ل تک لے گئے پھر اُسی ت میں سے پرو کر ن تک لائے اسی طرح چلے گئے اگر تاگے میں نہ نکالو برابر سے سوئی نکالو تو جالی بنجائے گی۔

بات فقط اتنی ہے کہ سوئی ختم کر کے ذرا پلٹ کر کے نکال لی مگر بیگم صاحبہ ایک چیز اور رہ گئی لاؤ یہ وہ بھی بتا دوں لے لیٹا اور رما کہتے ہیں اس میں کچھ بھی ہیر پھیر نہیں نہ تاگے میں سے نکالو نہ پلٹو۔ سیدھی طرح سوئی نکالتی چلی جاؤ لیجئے لیٹا اور رما ہو گیا۔
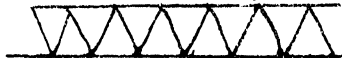
مچھلی کے کانٹے میں تاگا ذرا ڈھیلا رہیگا کہ خوبصورت معلوم ہو اور جالی میں بھی زیادہ نہ کھچے گا۔ ہاں اس میں بہت کچا رہیگا اور موٹا ہو گا کنّی سے کنّی ملی رہے گی اگر کنّی نہ ہو تو دونوں طرف سے ہر ایک موڑ لینا چاہیئے۔

ابھی بیگم صاحب بیٹھی ہوئی تھیں کہ برابر کے گھر سے کبڑ کی کھول لڑکی چھپا ہوا کرتہ ہاتھ میں لیکر آئی اور کہنے لگی آپا نسیمہ! انگلیاں تو دونوں چھد گئیں اور بوٹی ایک نہ بنی نسیمہ نے کہا بوا! میں نے اسی وقت کہا تھا دو چار بوٹیاں تمہارے سامنے بنا دوں تم کہنے لگیں میں سمجھ گئی۔ دیکھو یہ مولسری کی بوٹی کہلاتی ہے۔ صرف دو ٹانکے سے سی جاتی ہے۔ پہلے ایک نیچے نکالا پھر ایک اوپر دیکھو یوں سمجھو

یہ بوٹی کی جڑ ہے الف سے شروع کیا اور ب تک تیپچی بھر کر لائے مگر اس طرح کہ یہ جو گنڈلی سی ہے اس پر پھیرتے ہوئے سوئی کو ت تک لائے۔

اب ایک ٹانکا جس جگہ د لکھا ہے یہاں نکالا۔ کیونکہ جڑ کی پتی بنانی ہے پھر تاگے کے نیچے سے سوئی نکالکر دوسرا ٹانکا اس پتی کی جڑ یعنی ت میں سے نکالا اب یہاں دو ٹانکے جڑ میں ت سے ب تک تیپچی کے لیکر ٹانکا پتی بنانے کے واسطے وہاں لیا جہاں ج لکھا ہے پھر اسی طرح سوئی کو اس پتی کی جڑ یعنی ب میں نکالا غرض اسی طرح تیسری چوتھی اور پانچویں پتی بنالی اس کے بعد یہ جگہ الف د ب تک خالی ہے۔ اس پر آڑے اورے کی سوئی نکلے گی یہ تو چھپی ہوئی ہے بہت مشکل نہیں۔

لے لو مولسری ہو گئی۔ اور دیکھئے یہ دوسری بوٹی تیپچی کی ہے اسے چوسوئیاں کہتے ہیں۔ پتیاں اس میں بھی ہیں پہلے الف سے ب تک تیپچی بھری پھر ب سے الف تک سوئی واپس پھیری تو الف کے پاس یہ کنڈلی سی بنالی لیجئے یہ جڑ تیار ہوئی اب پتیاں بناتی ہیں جڑ یعنی ڈنڈی کے بیچ میں سے جہاں ج ہے پتی بنائی ہے پہلی پتی ج سے د تک گئی دوسری د سے ج تک واپس آئی۔ چونکہ بوٹی چوسوئی

کہلاتی ہے۔ اس لئے ہر پتّی پر چار سوئیاں نکلیں گی یہ بوٹی تیار
ہو گئی مگر اتنی بات ہے کہ یہ کچی تیار ہے اگر پکی بنے گی تو کنڈلی کے
بیچ میں سوئی سے چھید کر کے ادھا بھرا چلے گا ہر پتی پر ادھا
ہوگا اور ڈنڈی پر بھی۔ لیکن نین سکھ پر کڑھے گی تو بنڈا ہے
اور جو تن زیب پر کڑھے گی تو باریک تاگے سے یہ جو کنڈلی میں چھید سا ہے یہ ادھا
ہے لو پکی ہو گئی سب پتیوں پر ادھا کر دیا ہے فقط اتنی بات ہے کہ ہر پتی پر آڑی سوئی سے ادھا لیا ہے
اب آپ ایک اور بوٹی ملاحظہ فرمایئے اسے موتیے کی چڑ سوئیاں کہتے ہیں اسطرح
کڑھتی ہے کہ چاروں سوئیاں اوپر ہی اوپر رہتی ہیں نیچے نہیں آتیں یعنی جڑ تو ب
اسطرح بنائی جس طرح پہلی بوٹیوں میں الف سے پ تک کھینچی تھی اور کنڈلی بنا کر سوئی
کو ت تک پھیر لائے اب جس طرح مولسری کی بوٹی میں جڑ کے بیچ سے
پتّی بنانی شروع کی ہے اسی طرح ت سے پہلا ٹانکا م پر نکالا اور دوسرا
ٹانکا و پر نکالا اب تیسری سوئی اسی ٹانکے میں سے نکلے گی یعنی موتیا ہوگا م میں سے
سوئی ہوتی ہوئی و پر آئے گی۔ اب سوئی پ کی طرف بڑھی دو ٹانکے لیکر دوسری
پتی پر سوئی گئی۔ دو ٹانکوں سے مطلب یہ ہے ایک ا اور
اسکے بیچ میں اور ایک س پر چنانچہ ت پتی کی جڑ ہو گئی۔
اب ٹانکا ل پر نکالا اور دوسرا س پر تیسری سوئی ل میں سے ہوتی ہوئی س پر آئی
اب آپ سمجھ گئی ہوں گی۔ بس اتنا خیال رکھیئے کہ سیدھی طرف سے شروع اور الٹی
طرف ختم ہاں یہ یاد رکھیئے کہ تیسری سوئی تاگے کے اندر سے نکلے گی رہی یہ بیچ کی کنڈلی
اس میں اسی طرح جیسا پہلی بوٹیوں میں تم نے دیکھا تین چار دفعہ سوئی پھیر کر چھید کر لیا اور
ادھا کر لیا۔ چاہے پتیوں سے پہلے چاہے پیچھے اچھا ایک آدھ
بوٹی پکا بھی ملاحظہ کیجیے۔ دیکھیئے خانہ توڑ کی بوٹی بتاتی ہوں

پہلے الف پر اور ے کی کچی کنڈلی بنائی پھر سوئی تیپچی بھر کے ب تک لائے اس پر آڑا
اور ما شروع کیا کہ پکی ہو جائے ب ج اب یہ جو جڑ کی بنی ہے ج اس کو پکا کیا
یعنی آڑا اور ما کیا یہ ج ب دیکھئے پتی پر آڑا اورما ہوا ہے پکی ہو گئی اب اس کے
بعد باقی پتیاں شروع کیں ملاحظہ کیجئے۔ نیچے کی پتی تو اسی قسم کی رہی باقی
پتیاں ایسی رہیں گی۔ یہ آپ کو اختیار ہے چاہے نیچے ایک کیجئے یا دو مگر ہاں
یہ خیال رکھنے گا۔ جب پتی ج کی تیار ہو گئی تو د کی تیاری کا وقت آیا
پتی کی ڈنڈی کی جڑ میں جہاں تم ہر د ڈانکے لیکر سوئی سے اوپر جا کر پتی کے بیچ میں چھید کیا
پھر برابر چھید میں اور ما شروع کیا پتی میں آڑا ہی بوٹی ہیں گول ہو گا اسکے بعد ڈنڈی میں جہاں دو ڈانکے
تیپچی کے لئے تھے اس پر اور ما کر دیا اسی طرح سب پتیوں کو تیار کر لیا یہ تو ہو گئی اب ایک
بوٹی پھندے کی جسے بٹن بھی کہتے ہیں جڑ اور ایک پتی تو اسی طرح بنے گی۔
جیسے پہلے۔ ہاں پتیوں میں فرق ہے۔ دیکھئے یہ پہلی پتی ل ہے اس کی ترکیب
یہ ہے جب جڑ اور جڑ کی پتی بنا لی تو پتی ل پر آئے پہلے تو تین چار دفعہ اندر سوئی پھر کر
چھید کر لیا۔ اب چھید میں سوئی نکالی اور ہاتھ کے انگوٹھے سے تاگا دبا کر دوسری سوئی
پھر نکالی چونکہ تاگا دبا ہوا ہے۔ دوسری سوئی تاگے کے اندر سے نکلیگی اسی طرح تیسری
سوئی تاگے کے اندر سے نکالی۔ غرض جتنی سوئیاں نکلیں گی تاگے کے اندر سے نکلیں گی
کہ پھندا بنجائے۔ غرض اسی طرح سب بنا لیں۔ چاہے تین رکھئے چاہے چار۔
نسیمہ لڑکی کو سمجھاتی رہی اور بیگم صاحب بھی پاس بیٹھی توجہ سے سنتی رہیں وہ تو
پہلے ہی سے نسیمہ کا کلمہ پڑھ رہی تھیں۔ اس وقت بالکل ہی ایمان لے آئیں اور ہزاروں
دعائیں دیتی ہوئی رخصت ہوئیں۔

۲۹
(۲۸)

بھتیجی کو دیکھ دیکھ کر پھوپی کا خون چلوؤں بڑھتا تھا۔ کہتی تھی اس بیٹی پر سو بیٹے قربان

اور اس پتھر پر ہیرے اور لال نثار۔ گیارہویں برس کا پورا ہوتا تھا کہ کنبہ بھر میں ناک ہو گئی۔ قیمتی سے قیمتی کپڑے اور مشکل سے مشکل پھول پتیاں جو ساٹھ ساٹھ برس کی بڑی بوڑھیاں دیکھکر حیران ہوں۔ اتنی سی جان بے چھاپے اور بے نشان اُلٹے ہاتھ کا کرتب سمجھتی۔ سنجیدہ کی گڑیا بارہ برس کی عمر میں پچاس برس کی بڑھیا پھوپی سے بازی لے گئی۔ ایسے ایسے ترنج اور بیل پتیاں دل سے نکالتی اور ہاتھ سے بناتی کہ وہ پھوپی یا اُستانی جو کچھ تھی دنگ رہ جاتی۔

ایک دن دوپہر کے وقت باہر سے نوکر نے گھر کا ملع[۱] بھیجا اور دروازے پر کھڑے ہو کر کہا یہ پورے بیالیس روپے کا سودا آگیا تول لیجئے اور حساب کر لیجئے دس روپے کے گیہوں پونے گیارہ سیر کے ہیں۔ آٹھ روپے کا گھی ڈیڑھ چھٹانک سیر کا ملا ہے پہلے ان دونوں کو تلوا دو تو اور بتاؤں۔ نسیمہ نے پتیلے کا دھڑا کر کے بھیجدیا تھا۔ ہر نے کے بٹ ترازو میں جوں کے توں رکھے تھے اس نے ماما کی نواسی سے کہا کہ تول لے۔ گھی تولا تو پونے نو سیر اترا نواسی کہنے لگی لو چھوٹی بی پونے نو سیر ہے۔ ایک روپیہ کا ڈیڑھ چھٹانک سیر آٹھ روپیہ کا کتنا چاہیئے۔

نسیمہ مجھ سے پوچھ رہی ہو خود نہیں حساب کر سکیں؟ پہاڑے اگر یاد ہیں تو کیا وقت ہے۔ سیر کی سولہ چھٹانکیں ہوتی ہیں۔ آٹھ روپیہ کا آٹھ سیر تو الگ ہو گیا۔ اب ہا ڈیڑھ چھٹانک فی روپیہ آٹھ ڈیوڑھے بارہ یا یوں سمجھو آٹھ روپے کی آٹھ چھٹانکیں الگ ہوئیں اب رہ گیا آدھی چھٹانک فی روپیہ آٹھ آدھی چھٹنکیوں کی چار چھٹانکیں چار چھٹانکیں چار چھٹانکوں کا پاؤ سیر تو اب جوڑ لو آٹھ سیر ایک آٹھ چھٹانک یعنی ساڑھے آٹھ سیر تو یہ ہو گیا پاؤ سیر ایک پونے نو سیر ٹھیک تو ہے۔

اچھا یہ تو بتاؤ اگر ڈیڑھ چھٹانک کم سیر ہوتا تو کتنا ہونا چاہیئے چھٹنکیوں سے حساب کرو سیر کی سولہ ڈیڑھ چھٹانک فی سیر کم ہے۔ سولہ چھٹانک میں سے ڈیڑھ چھٹانک نکالدو تو

[۱] کھانے پکانے کا تمام سامان

ساڑھے چودہ رہیں۔ اب آدہی چھٹانک تو الگ کر دو چودہ رہیں آٹھ روپیہ کا حساب کرنا ہی چودہ اٹھے ایک سو بارہ۔ اگر آدہ پا کم سیر ہوتا یعنی چودہ چھٹانک فی روپیہ تو آٹھ روپیہ کا ایک سو بارہ چھٹانک ہوتا مگر میں پوچھ رہی ہوں ڈیڑھ چھٹانک کم یعنی آدہ پا سے آدھی چھٹانک بڑہتی تو اب آدہی چھٹانک فی روپیہ اور حساب کر لو آٹھ کے آدھے چار تو گویا چار چھٹانکیں اور ہوئیں ایک سو بارہ تو ادہر ہوئیں اور چار یہ کل ایک سو سولہ چھٹانکیں ہوئیں ان کے سیر بنا لو سولہ ستے ایک سو بارہ سیر تو یہ ہو گئے چار چھٹنکیوں کا پاؤ سیر کل سوا سات سیر ہوا۔ دیکھو یہی ہے نہ پہاڑہ۔

	ایکم	دونی	تیا	چوک	پنجے	چھکے	ستے	اٹھے	نہے	دہائی
دو	دو	چار	چھہ	آٹھ	دس	بارہ	چودہ	سولہ	اٹھارہ	بیس
تین	تین	چھہ	نو	بارہ	پندرہ	اٹھارہ	اکیس	چوبیس	ستائیس	تیس
چار	چار	آٹھ	بارہ	سولہ	بیس	چوبیس	اٹھائیس	بتیس	چھتیس	چالیس
پانچ	پانچ	دس	پندرہ	بیس	پچیس	تیس	پینتیس	چالیس	پینتالیس	پچاس
چھہ	چھہ	بارہ	اٹھارہ	چوبیس	تیس	چھتیس	بیالیس	اڑتالیس	چون	ساٹھ
سات	سات	چودہ	اکیس	اٹھائیس	پینتیس	بیالیس	اونچاس	چھپن	ترسیٹھ	ستر
آٹھ	آٹھ	سولہ	چوبیس	بتیس	چالیس	اڑتالیس	چھپن	چونسٹھ	بہتر	اسی
نو	نو	اٹھارہ	ستائیس	چھتیس	پینتالیس	چون	ترسیٹھ	بہتر	اکیاسی	نوے
دس	دس	بیس	تیس	چالیس	پچاس	ساٹھ	ستر	اسی	نوے	سو
گیارہ	گیارہ	بائیس	تینتیس	چوالیس	پچپن	چھیاسٹھ	ستتر	اٹھاسی	ننانوے	ایکسو دس
بارہ	بارہ	چوبیس	چھتیس	اڑتالیس	ساٹھ	بہتر	چوراسی	چھیانوے	ایکسو آٹھ	ایکسو بیس
تیرہ	تیرہ	چھبیس	انتالیس	باون	پینسٹھ	اٹھہتر	اکیانوے	ایکسو چار	ایکسو سترہ	ایکسو تیس
چودہ	چودہ	اٹھائیس	بیالیس	چھپن	ستر	چوراسی	اٹھانوے	ایکسو بارہ	ایکسو چھبیس	ایکسو چالیس
پندرہ	پندرہ	تیس	پینتالیس	ساٹھ	پچہتر	نوے	ایکسو پانچ	ایکسو بیس	ایکسو پینتیس	ایکسو پچاس
سولہ	سولہ	بتیس	اڑتالیس	چونسٹھ	اسی	چھیانوے	ایکسو بارہ	ایکسو اٹھائیس	ایکسو چوالیس	ایکسو ساٹھ

اور یہ دونوں سطریں تو یاد ہوں گی یا اس میں بھی سوچنے کی ضرورت ہے

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

اتنا البتہ یاد رکھنا چاہیئے کہ تولے ماشے تو ہر وقت ہر گھر میں ہوتے نہیں اگر تولہ بھر تولنا ہو تو روپیہ۔ چھٹانک بھر تولنا ہو تو پانچ روپے بھر تول لیا۔ ایک حساب اور بتاؤ اگر گیہوں ڈیڑھ چھٹانک کے بدلے ڈھائی چھٹانک کم ہوتا اور آٹھ کے بجائے سات روپیہ کا ہوتا تو کتنا ہوتا؟

دیکھو سولہ چھٹانک کے بدلے ڈھائی چھٹانک کم کرو ساڑھے تیرہ رہیں سات کا حساب کرنا ہے تیرہ ستے اکیانوے آدھی چھٹانک باقی ہے سات کے آدھے ساڑھے تین اکیانوے اور ساڑھے تین ساڑھے چورانوے اب چھٹنکیوں کے سیر بنالو سولہ چھکے چھیانوے۔ چھیانوے ہوتیں تو چھ سیر ہوتے اب یہ ساڑھے چورانوے ہیں یعنی ڈیڑھ چھٹانک کم۔ تو لے لو حساب ہو گیا۔ ڈیڑھ چھٹانک کم چھ سیر ہوا اب گیہوں تو لو پونے گیارہ سیر کے کہہ رہا ہے۔ دس روپیہ کے کتنے ہونگے گیارہ دہائی ایک سو دس گیارہ سیر کے ہوئے تو ایک سو دس سیر ہوئے اب پونے گیارہ ہیں یعنی پاؤ سیر کم۔ دس پاؤ سیروں کا کیا۔ ڈھائی سیر ایک سو دس میں سے ڈھائی نکال لو۔ ایک سو ساڑھے سات سیر ہوئے اس کے من بنالو دو من اسی سیر کے ہوگئے باقی بچے ساڑھے ستائیس سیر اس کا دھون بناؤ گی تو بیس سیر کا دھون دو من ایک دھون ساڑھے سات سیر تھوے۔ دھڑی بناؤ تو پانچ سیر کی دھڑی چاہیئے۔ دو من ساڑھے پانچ دھڑی کہہ لو چاہے دو من ایک دھون ڈیڑھ دھڑی کہہ لو۔

نواسی (تیلکز) جی ہاں چھوٹی بی ٹھیک ہیں دیکھئے ذرا سے اڑتے ہیں۔

نسیمہ خیر اسکا خیال نہ کرو چھٹانک آدھی چھٹانک چھپن کے ادھر ادھر ہو گئے تو جانے دو
یہ تو تم جانتی ہو تین آدھ میوں کا ڈیڑھ پا تین چھٹنکیوں کا پون پا اور ہاں
یہ تو بتاؤ اگر گیہوں سوا چودہ سیر کے ہوتے تو دس روپے کے کتنے ہوتے دیکھو چودہ
دہائی ایک سو چالیس اگر چودہ سیر کے ہوتے تو سیدھا حساب تھا اب یہاں سوا چودہ میں
پاؤ سیر بڑھتی ہیں۔ دس پاؤ سیریوں کے ڈھائی سیر اور زیادہ کرلو ایک سو چالیس سیر کے
ساڑھے تین من ہوئے انہیں چالیس پر تقسیم کرلو چالیس تئے ایک سو بیس تین من تو
الگ ہو گئے بیس سیر یا دہوں بھر یا چار دھڑی الگ ہیں ساڑھے تین من سمجھو
لو حساب پورا ہو گیا۔

اچھا اور بتاؤ ایک چیز چودہ آنے سیر ہے پون پا کتنے کی ہوئی اور پاؤ بھر کتنے
کی سنو۔ ایک بہت آسان طریقہ بتاتی ہوں یہ تو تم کو معلوم ہی ہے۔ تین پائی کا ایک
پیسہ چار پیسہ کا ایک آنہ سولہ آنے کا ایک روپیہ پندرہ روپے کی ایک اشرفی جس کو گنی۔
سورین۔ پونڈ بھی کہتے ہیں۔ لو اب چیز کے نام گنو چودہ آنہ کی سیر ہے۔ لہذا چودہ آنے
کے پیسے بنالو چودہ چوک چھپن پیسے ہوئے۔ یعنی ایک چیز چھپن پیسہ کی سیر بھر ہے تو پون پا کتنے
کی یوں حساب کرو کہ ساڑھے تین پیسہ چھٹانک ہوئی چھپن پیسہ کی سیر بھر۔ اٹھائیس پیسہ
کی آدھ سیر۔ چودہ پیسہ کی پاؤ سیر ہوئی۔ اس میں سے چھٹانک بھر کے دام نکالو پون پا
کے معلوم ہو گئے۔ چھٹانک بھر کے بڑھا دو سوا پا کے معلوم ہو گئے چودہ میں سے
ساڑھے تین پیسہ نکلے دھیلا ڈھائی آنے رہے۔ یہ پون پا کی قیمت ہوئی چودہ میں ساڑھے
تین جوڑ دیئے دھیلا سوا چار آنے ہوئے۔ یہ سوا پاؤ کی قیمت ہو گئی۔

لو اب یہ دال چاول سب تول لو مونگ کی دال ایک آنہ روپیہ کی آٹھ سیر سودا
چار روپیہ کی تیئیس سیر ہوئی ٹھیک ہے۔ مرچیں اچھی سرخ پٹنہ کی کیسے بھاؤ چھ آنے سیر بک
رہی ہیں سوا سیر ساڑھے سات آنہ کی ہوئیں یہ پونے آٹھ آنے کس حساب سے بتا رہا ہے

نئی چھالیہ کس نے منگائی تھی آدھی سے زیادہ گلی نکلتی ہے یہ تو یوں کی یوں ہی الٹی پھیر دو۔ بیوقوف کہیں کا۔ جانا بڑی بی کہنا۔ بارہ مہینے کا لانے والا۔ میں کبھی نئی چھالیہ کہاتی ہوں پرانی لا۔ دیکھو کتھہ بھی اُڑتا ہوا ہے۔ کمبخت آنکھیں بند کرکے کیوں سودا لاتا ہے کیوں رے کریم۔ یہ کتھہ پاؤ سیر ہے۔ سوا روپیہ کے دام اور پھر بھی اُڑتا ہوا؟ دیکھے نہ بھالے تو لے نہ جو کھے جو دکاندار نے دیدیا آنکھیں بند کیں اور لے آیا۔ تجھے بھی ہیرن پھیروں کا مزہ پڑ گیا ہے۔ بس اب کا گیا گیا شام کو پلٹیو۔ مفت کا پیسہ تو نہیں ہے کہ جو تولے آئے وہ میں رکھ لوں کوئی ایسا سینکڑوں کوس بزار نہیں کہ چلتے ہی چلتے آندہ آجائے۔ تھوڑی ہی دو قدم پر منڈی۔ ہاں ادہر کی دال نو سیر کیوں کرائی پرسوں ہی تو نصیبن بھائی کے یہاں نئی دال سوا دس سیر کی لائی۔ تجھے مرد کی صورت دیکھکر اور سوا سیر کم کر دی جا اس کو بھی پھیر عورت ذات تو لائے سوا دس سیر یہ سودا نو ہی سیر اٹھا لائے۔

یہ چنے تیرہ سیر بارہ آنے کے کس حساب سے ہوئے۔ دنیا جہان میں پونے اٹھارہ بک رہے ہیں۔ ایک روپیہ کے پونے اٹھارہ۔ آٹھ آنے کے آدھا پاؤ کم نو سیر چار آنے کے چھٹانک کم ساڑھے چار سیر جو چار آنے کے ہوئے وہ پونے اٹھارہ میں سے نکال دو باقی بارہ آنے کے رہ جائیں گے تو پونے اٹھارہ میں سے چار سیر گئے پونے چودہ رہے۔ اس میں سے آدہ سیر اور نکالو سوا تیرہ رہے مگر نکالنے میں چھٹانک کم آدہ سیر اور نکالے ہیں پورے آدہ سیر سوا تیرہ سیر میں چھٹانک بھر اور ملاؤ سوا پاؤ ہوئے۔ یہ فقط تیرہ سیر ہیں سوا پاؤ کہاں غارت ہوئے۔ جب کمبخت سودا لائیگا ایسا ہی خاک دُھول لائیگا آدھا پاؤ اونا پونا جو ہاتھ لگا یا اور ٹیخ دیا۔ غضب خدا کا یہ چوسرے چاول ہیں ٹوٹے کھدری بھائی اتنا کہا جتنا آئے مرنمک بی نواسی! اب یہ سب چیزیں مٹکے ٹھلیوں میں بھر کوٹھری میں رکھ قفل لگا دو۔ مہینہ بھر کا سب سامان ہے۔ سب سے پہلا کام یہ ہے کہ مہینہ بھر کا کل گھر میں موجود ہوا کبھی اپنے ناں

باقی ہے اللہ چاہے کل وہ بھی منگوا لیں گے۔

گیہوں بھی سیلے معلوم ہوتے ہیں پہلے ان کو اچھی طرح سکھا لینا۔ پھر پسنہاری کو تول کر دینا۔ تول کر لینا۔ مگر بین کی ایک چٹکی بھی گھر میں نہیں ہے۔ چنے تو کل ہی سکھا چھان پھٹک پسنہاری کے حوالے کروا ایک دفعہ ہی اکٹھے پسوا لو روز روز کی کہاں تکلیف اٹھاؤ گی۔ بڑی بی تو اور قسم کی آدمی تھیں یہ لمبی بڑھیا مجھے ذرا چلتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ پرسوں بھی، ریٹھوں کی تھئی کی تھئی مٹکے میں سے نکال کر لائی ہوں تم ہشیار رہنا چیز نہ رکھوا اپنی اور چوروں گا لی دو۔ اس پر کوٹھری نہ چھوڑنا جو چیز نکالنی ہوئی اپنے سامنے نکلوائی اور قفل لگوا دیا احتیاط کرو گی تو مہینہ بھر سے ایک آدھ دن زیادہ ہی کا سودا ہے۔ پھوپھی اماں بہت اچھا کرتی ہیں کہ مہینہ بھر کا سودا منگوا لیتی ہیں اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ چٹھی گئی اور بنئے کے ہاں سے جنس آ گئی۔ خیر نہ برکت حاصل نہ فائدہ سیر کا تین پاؤ تو بنیے نے بھر ایا چھٹانک آدھ پا ماما نے ہضم کیا۔ رو ٹی پکی تو کیسی کہ دانت نہ دیا جائے کرکرا بیجاب برے سے برا اور خراب سے خراب خشکی ٹھہر گئی تو اب بنیے کی دوکان پر دوڑے، جا رہی ہے وہ آدھی چربی آدھا تیل مہینہ بھر تک قرض کا پھیر رہا۔ تنخواہ آئی اندر پوڑیاں سی بٹ گئیں پھر وہی بنیے کی منت اور خوشامد پھوپھی اماں کہتی ہیں چاہے سوکھا آٹا اور روکھی دال کیوں نہ ہو مگر اکٹھی بھروا لے سالن نہ ہو گا دال نہ ہو گی چٹنی دو وقت نہیں ایک وقت وقت پر نہیں ہوتے گھر میں چیز تو ہر وقت موجود ہو گی وہ اس تکلیف کو اس آرام سے اور اس رو کھی کو اس روغنی سے ہزار درجہ بہتر اور برتر سمجھتی ہیں۔ اب دیکھو چاروں طرف ٹال تو ب ڈال رکھی ہے ایک ایک سے کہہ رہی ہیں۔ صبح ہی بھائی اقبال کو ٹال پر بھیجا تھا کہ ایندھن اکٹھا پڑ جائے ان تو سارے ہی دنوں میں ان کی عادت ہمیشہ یہی رہی ہے اور پھر آجکل تو سر پر برسات آ رہی ہے بازار کے بھیگے چوڑ اپلے سیلی لکڑیاں بیٹھے پھوں پھوں کرتے رہو تکلیف کی تکلیف نقصان کا نقصان مٹی کے تیل کی تم نے اُنہوں نے کبھی بوتل نہیں منگوائی ہمیشہ کنستر۔ ایک تو تیل کا فائدہ رہتا ہے

اور پھر تیل اچھا۔ یہ نہیں کہ آج ہوا ہر کل جمنی کالی ہو گئی پرسوں پانی ملا ہوا ہے۔ کوڑیوں اور پیسوں کے حساب کو تم ادنیٰ چیز نہ سمجھنا ذروں سے شیر اور کوڑیوں سے روپے بنتے ہیں۔ بھوٹیاں بھوٹیاں تالاب بھرتا ہے۔

ہاں بی ظہورن! اشرفی میں سے کیا کیا لائیں؟ دو روپیہ گیارہ آنے کا کنستر، پونے چودہ آنے کے بان کیا ہوا۔ گیارہ آنے اور چودہ آنے پچیس ہوئے ایک روپیہ نو آنے بلکہ ایک پیسہ کم دو روپیہ ادھر کنستر کے ہیں تین روپے پونے نو آنے ہوئے۔ پیسہ کی پچکیں پورے نو آنہ ہوئے پانچ پیسے کا بنڈل سوا دس آنے تین پیسہ کے ریل پورے گیارہ آنے یعنی تین روپے گیارہ آنے کا سودا آیا۔ ساڑھے پانچ آنے کے دو مٹکے پونے تین تین آنے۔ چلو دو پیسہ چار روپے ہوئے۔ باقی دس روپے ساڑھے پندرہ آنے لاؤ۔

پھوپھی پاس بیٹھی سُن رہی تھیں اور خوش ہو رہی تھیں کہ نسیمہ نے کس خوبی سے نواسی کو حساب کی باتیں سمجھائی میاجی میں آیا کہ نسیمہ کو کچھ باتیں اور سمجھا دے کہنے لگی!

اچھا بی نسیمہ، میں تم سے ایک بات پوچھتی ہوں سوچ کر جواب دینا۔ دیکھو ٹھیک ٹھیک بتانا بیس آدمیوں کی دعوت بریانی قورمہ شامی کباب تین چیزیں تیار کرنی ہیں بتاؤ کیا کیا چیز کتنی کتنی درکار ہو گی تم تو بالکل ہی چپکی ہو گئیں لو سنو میں بتاؤں فی آدمی ڈیڑھ پاؤ رکھو بیس ڈیڑھ پاؤ کا کیا ہوا۔ پوسیری کے حساب تو پانسیر ہوئے یہاں ہیں ڈیڑھ پا یعنی آدہ پا زیادہ بیس آدہ پاؤ تو ڈھائی سیر پانچ وہ ڈھائی یہ ساڑھے سات سیر ہوئے۔ پا سیر چاول رکھو ڈھائی سیر آٹا۔ ہو گئے ساڑھے سات سیر۔ اب سب جنس لو سیر کو پوسیری گھی تو سوا سیر گھی چاولوں کا ہوا۔ اب بریانی کا گوشت لو دگنا ٹھیک ہو گا دس سیر ڈالو۔ مصالحہ سنو، زعفران تولہ بھر۔ الائچیاں آدھی چھٹانک لونگیں آدھی چھٹانک نمک پون پا لہسن پیاز سیر بھر کیوڑا پاؤ سیر اب ہا قورمہ سوا سیر گوشت ڈھائی سیر آٹے کو بہت ہے سالن میں ڈیڑھ پا گھی باقی ہلدی مرچیں دھنیا لہسن پیاز وہی

معمولی۔ دو سیر کبابوں کا گوشت سمجھو، وہ اُبل کر پس کر رہ ہی کیا جائیگا۔ ہاں یاد رکھنا کہ
چار پانچ انڈے ضرور ڈال لینے چاہئیں اس سے کباب ٹوٹیں گے نہیں بلکہ خوب پھولیں گے
تین پاؤ گھی رکھو۔ لو بھائی رحیم آگئے۔ کل سے یاد کر رہی تھی تین آدمی بھیج چکی ہوں۔
لو بیٹی تم لکھتی جاؤ میں سب کپڑا لکھوا دوں دم بھر میں جا کر لا دیں گے۔ پھر کیا کس
کس کی منتیں کرتی پھرونگی۔ اور پھر بھائی رحیم جیسا کپڑا کہ دکان کی جان نکال لاتے
ہیں۔ لکھو ایک تھان ململ کا ساڑھے ۱۹ گز کا سوا چار آنے گز کے حساب سے
بھائی ایک عرض دیکھ لینا چھ دوپٹے بنجائیں گے۔ اچھا بی اب اپنی اوڑھنیوں
کا لکھو۔ ڈھائی گز کی رہیں گی وہی ایک عرض کی سوا گز پنے والی۔ پونے چار آنے گز
کے حساب سے ایک تھان پورا پونے انیس گز کا۔ اب ہر کرتے آٹھ میرے آٹھ تمہارے
ایک تھان سیکھیا کا ایک ٹوریئے کا سیکھیا ساڑھے پانچ آنہ گز۔ سوا بارہ گز کا تھان
ہوتا ہے۔ ڈوریا وہی ساڑھے تین آنے گز والا۔ دس گز کافی ہوگا۔
اچھا بھائی صاحب! آپ تو تشریف لیجائیے۔ لو بیٹی اب تم حساب کرو۔ کتنے کا
سب کپڑا ہوا۔ منہ زبانی کو رہنے دو۔ لاؤ یہ سلیٹ پنسل ادھر لاؤ میں بتاتی جاؤں
تم لکھتی جاؤ پھر سب جوڑ لینا۔

	ایک	دو	تین	چار	پانچ	چھ	سات	آٹھ	نو	دس	گیارہ	بارہ	تیرہ	چودہ	پندرہ	سولہ	سترہ	اٹھارہ	انیس	بیس	اکیس
اردو	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱
انگریزی	1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11	12	13	14	15	16	17	18	19	20	21

یہ ہندسے تو اُردو انگریزی کے تم کو یاد ہی ہیں۔ بس اب تم گنتی جاؤ اور میں لکھواتی
جاؤں شروع سے چلو۔ ململ کا تھان ساڑھے انیس گز کا سوا چار آنے گز کے حساب سے یہ میں پہلے
ہی بتا چکی ہوں کہ سولہ گرہ کا ایک گز ہوتا ہے۔ دیکھو یہ نقشہ بھی دکھا دیتی ہوں بھولگئی ہو تو یاد کر لو

انچ	فٹ	فٹ	گز	گز	میل	میل	کوس	فرلانگ	کوس
۱۲	۱	۳	۱	۱۷۶۰	۱	۲	۱	۸	۱

میں نے تم کو جب ہم ایک دفعہ شہر سے واپس آ رہے تھے تو رستے میں چھوٹے چھوٹے پتھر دکھا کر
کہا تھا کہ یہ فرلانگ ہیں جب سات پورے ہو جاتے ہیں تو آٹھویں پر میل آتا ہے اور ایک
میل سے دوسرے میل تک سترہ سو ساٹھ گز کا فاصلہ ہوتا ہے۔ خیر اس وقت تو تم کپڑے
کا حساب کرو۔ ہاں تو سوا چار آنہ گز کے حساب سے ساڑھے انیس گز کی قیمت نکالنی ہے
اب اس کے دو قاعدے ہیں یا تو بیس تک کے پہاڑے یا دہوں یا ضرب سے نکالو۔ انیس
کا پہاڑہ یاد ہے انیس چوک چہتر آنے تو ایک لئے مگر چونکہ سوا چار آنے میں ایک پیسہ کے
حساب سے انیس پیسے ایک ہوئے۔ یہ چہتر آنے انیس پیسے انیس گز کی قیمت ہوئی۔ چہتر آنو
کے روپے بناؤ اور انیس پیسوں کے آنے پھر روپے بنالو سولہ چوک چونسٹھ۔ چونسٹھ
کے بعد بارہ بچتے ہیں یعنی چونسٹھ اور بارہ چہتر تو چار روپے بارہ آنے تو یہ ہوئے
اب ہے انیس پیسے پونے پانچ آنے یہ ہوئے دونوں کو جوڑ لو پانچ روپے پونے تین آنے
اور ایک دھیلا ہوا۔

پورے انیس گز۔ تمہاری اوڑھنیوں کا تھان پونے چار آنے کے حساب سے یہ بھی اسی
طرح نکالو چار آنہ گز ہوتا اور انیس گز ہوتا تو وہی انیس چوک چہتر۔ چار روپے بارہ آنے
تھان ہے پونے چار آنے یعنی ایک پیسہ کم بس تو انیس پیسے نکال لو چار روپے بارہ آنے میں سے
پونے پانچ آنے گئے تو چار روپے سوا سات آنے رہے اب چونکہ تھان پونے انیس
گز کا ہے اور یہ قیمت ۱۹ گز کی اس لئے پاؤ گز کی قیمت اور کم کرو گز بھر کے پونے چار آنے
آدھ گز کے دھیلا سات پیسے پاؤ گز کے دمڑی کم چار پیسے تو چار روپے سوا چھ آنے
اور ایک دمڑی ہوئی اب سیکھیا اور ڈوریا لو سیکھیا ساڑھے پانچ گز۔ سوا بارہ گز
کی قیمت نکالو بارہ پنجے ساٹھ آنے ایک ہوئے دو پیسے گز کے حساب سے چھ آنے ایک ہوئے
بارہ گز کی قیمت چھیاسٹھ آنے یعنی چار روپے دو آنے ہوئے پاؤ گز کی قیمت ساڑھے تین پیسے
کل ہوئے چار روپے سوا تین آنے اور ایک دھیلا۔ ڈوریا رہا۔ ساڑھے تین آنے گز کے حساب سے

دس گز تین دھیلے یعنی تیس آنے جس کے ایک روپیہ چودہ آنے۔ دو پیسہ کے حساب سے دس
گز کے پانچ آنے۔ کل ملکر دو روپے تین آنے اور سب کو جمع کرلو۔

دمڑی	دھیلہ	پائی	آنہ	روپیہ	
۰	۰	۹	۲	۵	میرے دوپٹوں کی ململ
۱	۰	۳	۶	۴	نسیمہ کی اوڑھنیاں
۰	۱	۳	۳	۴	سیکھیا
۰	۰	۰	۳	۲	ڈوریا
۱	۱	۴	۱۵	۱۵	

جمع کرنا تو کوئی مشکل کام نہیں پہلے سب دمڑیاں جوڑلو وہ جوڑو ہی گی کیا کل ایک تو ہی
ایک کی ایک لکھ لو اب دھیلو پر آؤ ایک اور ایک دو ہوئے مگر دو دھیلوں کا تو ایک پیسہ ہوتا ہے
اس لئے یہاں کچھ نہ رہا ہاں ایک پیسہ جو ہوا وہ پائیوں میں جوڑلو مگر یہ کیونکر معلوم ہوا
کہ دو دھیلوں کا ایک پیسہ ہوگیا۔ اس لئے کہ جو کچھ جمع ہوکر آیا ہے اس کو دو پر تقسیم کیا
دو پر کیوں تقسیم کیا اس لئے کہ دو دھیلوں کا پیسہ ہوتا ہے تقسیم کیونکر کی دوا کن دو۔
غرض ایک حاصل ہوا اور بچا کچھ بھی نہیں اس لئے خالی نقطے دیدیئے اب ایک پیسہ
جو ہاتھ لگا اس کو پائیوں میں جوڑو گی۔ جوڑو گی کس طرح یہ پیسہ وہ پائیاں اسکا انکا کیا
جوڑ برابر کی چیزیں جمع ہوتی ہیں پیسے پیسوں میں پائیاں پائیوں میں تو اب جو یہ ایک
پیسہ جوڑنا ہے اس کی بھی پائیاں ہی بنالو تین ہوئیں اب انکو جوڑو نیچے دیکھو پائیوں
کے خانہ پر نظر رکھو تین اور نو بارہ بارہ اور تین پندرہ اور تین اٹھارہ اب اٹھارہ پائیوں
کے آنے بناؤ بارہ پائی کا آنہ اٹھارہ کو بارہ پر تقسیم کردیا بارہ اکن بارہ چھ باقی بچے ان
چھ کو تو پائیوں میں لکھو ایک آنہ حاصل ہوا۔ اب اس ایک آنے کو آنوں میں جوڑو۔
ایک اور دو تین تین اور چھ نو۔ نو اور تین بارہ۔ بارہ اور تین پندرہ اور پندرہ کے

پندرہ ہی رہے۔ اس لئے آنوں میں پندرہ لکھو آنوں کا کچھ حاصل تو ہوا ہی نہیں جو روپوں میں جوڑو۔ فقط روپئے ہی روپئے جوڑ لو۔ پانچ اور چار نو۔ نو اور چار تیرہ۔ تیرہ اور دو پندرہ بس روپئے پندرہ ہوئے روپیوں میں لکھ دو۔

کل کیا ہوا پندرہ روپئے پندرہ آنے چھ پائی ایک دمڑی۔ لو یہ سب کپڑے کی قیمت ہوگئی۔

۳۰
(۲۹)

نسیمہ تو خیر بیٹی بھتیجی شاگرد سب ہی کچھ تھی۔ سنجیدہ کی تربیت سے جتنا کچھ بھی ہوتی تھوڑا اور کم۔ وہ بڑھیا ماما کی نواسی جو سچ مچ گت ماتگروں کی طرح آئی اور گنواروں کی طرح رہی ایک سنجیدہ کے فیض تربیت سے چند ہی روز میں پتھر سے پارس بتیں سے کندن غرض دیکھتے ہی دیکھتے کچھ سے کچھ ہوگئی۔ شروع شروع میں تو بہت اکڑی اور اکڑنے کی بات ہی تھی آئی تھی یہ سمجھ کر نسیمہ برابر کی سہیلی ہر کھیلوں گی اور کھاؤں گی یہاں آکر دیکھا تو صبح سے شام تک کام ہی کام دن رات اسی تاک میں رہی کہ بس چلے تو یہ رسّی تڑا تڑا دو ایسی بھاگوں کہ ملنا تو درکنار نام تک نہ لوں مگر ادھر نانی کا آنکس اُدھر سنجیدہ کا قبضہ کچھ ایسی پہنچی کہ بہتیرا ہی پھڑ پھڑائی مگر نہ چھوٹنا تھا اور نہ چھوٹی۔ لیکن یہ گھبراہٹ اور بھڑک کچھ ہی دن کی تھی۔ تھوڑے روز بعد روک ٹوک میں ہو گئی کھانا ملا اچھا دل لگ گیا۔ پھر نسیمہ جیسی لڑکی کا ساتھ۔ بات کی تو چمکار کر کام لیا تو پیار سے۔ نواسی کی تو یہ کیفیت ہوئی کہ اس گھر پر پروانہ تھی۔ آٹھویں دسویں پندرہویں بیسویں نانی کی زبردستی ملنے گئی۔ گھڑی آدھ گھڑی بیٹھی اور چلی آئی۔ ہر چند گھر والے کہتے کہ اب آئی ہو تو رات کی رات پڑ رہو۔ نماز دم چلی جائیو۔ مگر اسکا یہ حال تھا باتیں ماسے کر رہی ہے اور دھیان نسیمہ میں پڑا ہے۔ بے سری بے تکی آئیں بائیں شائیں اِدھر اُدھر کی ہاں میں ہاں ملائی خیر صلاح خیر و عافیت کہہ سن پوچھ پاچھ اٹھی اور چلتی ہوئی۔

خدا کی شان ماما کی نواسی تعلیم گرگی لڑکی اور یہ بھاگ کہ سنجیدہ نسیمہ اپنے ہاتھ سے سر ہلائیں۔ بہلے کے پاس بیٹھے چبائے نا گرپان بڑے کے پاس بیٹھے کٹائے ناک و کان وہی نواسی جس کی آنکھوں میں پہلے دن ڈھیروں ڈھیر چیپڑ تھے۔ ایک سال ہی بھر میں ایسی ہو گئی کہ بے جگائے اور بے بلائے سنجیدہ سے پہلے نماز کو اٹھتی اور نسیمہ کے ساتھ قرآن لیکر بیٹھتی۔ خدا کی قدرت یاد آتی تھی جس لڑکی کے ہاتھ کے کوئی چھوئے ہوئے بیر نہ کہائے آج وہ صرف اچھی صحبت اور تربیت کی بدولت اس قابل ہو گئی کہ جس گھر میں جا نکلی عزت اور جس خاندان میں پہنچ گئی وقعت بڑی بڑی بیویاں اور رئیس اویال اسکی خاطر مدارات اور آؤ بھگت کرتیں۔ نواب علی نقی خانصاحب کی بیگم نے ایک دفعہ نہیں بارہا کہلا بھیجا کہ اگر نواسی زیادہ نہیں ایک چار گھنٹہ میری بچی کے پاس آ بیٹھا کرے تو خیر اسکے قابل تو نہیں ہو مگر پندرہ روپیہ مہینہ کپڑا اچھا برا بہلا مجھکو میسر ہو وہ ٹی جیسی روکھی سوکھی مجھے نصیب ہو حاضر ہو مگر نواسی تو پندرہ کیا اگر پندرہ سو بھی کوئی دیتا تو نسیمہ کو خوشی سے چھوڑنے والی نہ تھی اس کی تو یہ کیفیت تھی کہ اگر دم بھر کو بھی نسیمہ ادہر ادہر ہو جاتی تو بالکل بیچین۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دو جوڑواں لڑکیاں ہیں جو کبھی کبھار وہ بھی بڑی مشکل اور زبردستی سے علیحدہ کر دی جاتی ہیں۔ نہی گہر اور وہی گہر کا کام جس میں دونوں بھوپی بھتیجیاں اور وہ ایک ماما دن بھر بلے رہتے اب ایک اکیلی نواسی کے سر تھا اگر یہ کہنا غلط ہو کہ اپنی اہلکی سے تو یہ کہنا یقیناً صحیح ہو کہ نواسی کی تعلیم و تربیت کی وجہ سے نسیمہ نے دوسرے سال بالکل ہی ڈھیٹی دیدی۔ حساب کا شوق ایسا لگا کہ مہینوں یا درچیناتہ میں آکر جھانکتی تک نہیں۔ اگر نواسی سے کچھ بھول چوک ہو بھی گئی تو وہیں سے بیٹھے بیٹھے حکم دیدیتی یا ہدایت کر دیتی۔ سب سے بڑی جہت یہ تھی کہ نواسی کچھ ایسی بلا کی ذہین واقع ہوئی تھی کہ جو بات نسیمہ کے دل میں ہو وہ نواسی کے منہ پر پھر کیا ضرورت تھی کہ نسیمہ اپنے شوق کو اپنے اور وقت کو ضائع کر دیتی جو سیکھنا تھا سیکھ لیا ایسا سیکھا اور اتنا سیکھا کہ نواسی جیسی گنوار کیا

کو بیگم بنا دیا۔

بڑی بی بیچاری کے تو فرشتوں کو بھی یہ وہم و گمان نہ تھا کہ یہ نواسی جو دن بھر گلیوں میں ننگے پاؤں اور گھر میں ڈیڑھ ڈیڑھ گز کی جھلانگیں مارتی پھرتی ہے دیکھتے ہی دیکھتے ایسی ہو جائے گی کہ کنبہ بھر میں اس کا شہرہ محلہ بھر میں اس کی دھاک اور شہر بھر میں اس کا چرچا ہو گا۔ ایک وہ وقت تھا کہ جدھر گئی دُر دُر اور جس طرف پہنچی ہٹ ہٹ۔ ایک آج کا دن ہے کہ اپنے تو سر پر بٹھاتے چاہیے آنکھوں پر غیر گھروں تک میں اس کی آؤ بھگت ہو رہی ہے۔

(۳۱)

اس میں کیا کلام ہو سکتا ہے کہ نسیمہ بلی ایسی ماں کے دودھ سے جو مذہب کی زیادہ پابند تو کیا سرے سے نماز ہی کی گنڈے دار تھی مگر بڑی ایسی پھوپھی کی گود میں جو بھلا کچھ نہیں تو رات دن میں ایک بچاس دفعہ تو خدا کے خوف سے کانپ کر استغفار پڑھتی ہو گی پانچویں برس سے لیکر اور آج تک کون سا ایسا دن گیا کہ اس نے بھتیجی کے سامنے خدا کی عظمت نہ بیان کی ہو اور کون سی ایسی رات گزری کہ ساتھ لیکر لیٹی اور مسئلہ جزا و سزا کے متعلق گفتگو نہ کی ہو۔ وہاں کا حال تو خدا ہی جانے مگر اتنا ہم بھی کہیں گے کہ اگر قیاس کوئی چیز ہے تو سنجیدہ اس دنیائے ناپائدار سے ایسا اسباب اور سامان ساتھ لے گئی جو اس آڑے وقت میں جہاں کوئی رفیق و مددگار نہیں اس پر کوئی مصیبت نہ آنے دیگا اگلے زمانے کی کوئی بچی کھچی بڑی بوڑھی رہ گئی ہو تو ہو ورنہ اب ایسی بیویاں بہت کم نظر آئیں گی یہی خوف قیامت جس کو اول دن سے سنتے چلے آئے ہیں اس کے دل میں کچھ ایسا سرایت کر گیا تھا کہ بسا اوقات بیٹھے ہی بیٹھے خیال آیا اور تھرا اٹھی کچھ ہزاروں لاکھوں کی آدمی نہیں بچاس ساٹھ روپیہ کا کرایہ شہر کا خرچ بھاری پتھر آگے مگر بارہ مہینے دو ایک یتیم بچے ایک دو بڑھیا ٹھریا غرض کوئی نہ کوئی اس کے دسترخوان پر ضرور ہوتا۔ بیماروں

کی عبادت، باجوں کی خدمت محتاجوں کی مدد غریبوں کی خاطر عورت کیا فرشتہ تھی کھلا کر کھایا پہنا کر پہنا۔ گرمی کے پہاڑ سے دن، جمعرات جمعہ کا روزہ جاڑوں کی کٹھن راتیں اور تہجد کی نماز، نعمت پر شکر مصیبت پر صبر سو سے اوپر عمر پائی مگر ایک دن کسی کا دل نہ دکھایا جی تو پھول جھڑے مری تو پھول چڑھے کیسی نیک بیوی جس کی ہوا لگنے سے آدمی انسانیت پکڑے نسیمہ کو جتنا اچھا اٹھاتی کم تھا یوں تو عذابِ الٰہی کا خوف شروع ہی سے اس نے بھتیجی کے دل میں پیدا کر دیا تھا مگر پانچ برس کی بچی خدا کو کیا جانتی اور کیا پہچانتی ہاں اتنا ضرور ہوا کہ خدا کی ہستی کا یقین کچھ ایسا تہ نشین ہوتا چلا کہ ذرا نماز کو دیر ہوئی اور گھبرائی کوئی بھوکا آنکلا تو ننگے پاؤں کھانا چھوڑ چھاڑ دینے گئی مصیبت زدہ دکھیاریاں دور دور سے نسیمہ کا نام سنکر آتیں اور وہ اُن کا دکھ سنتی اور ہاتھ سے پاؤں سے روپے پیسے سے جو کچھ ہو سکتا مدد دیتی اور خدمت کرتی امیر کی بچّی لاڈ کی پلی کوارپنے کا زمانہ پہننے اوڑھنے کے دن روپیہ گز کا پہنتی اور اشرفی تولہ کا کھاتی تو بجا تھا مگر اس کو تو پیسہ فضول اُٹھانا قسم تھا۔ جو پھوپھی نے بنا دیا اور کھلا دیا سر آنکھوں پر۔ خدا معلوم قدرت کی اس حکمت میں کیا بھید چھپا ہوا تھا کہ کال دو سال گذر گئے اور ایک بوند مینہ کی نہ پڑی دونوں برساتیں نکل گئیں ساون بھادوں کے مہینے جھڑیاں اور موسلا دھار تو در کنار ابر کا ٹکڑا تک نظر نہ آیا کہ کچھ امید ہی بندھتی پہلے سال تو کسان غریبوں نے جوں توں کھینچ کھانچ کسی نہ کسی طرح کھیتوں میں پانی پہنچایا۔ دوسرے سال ندی نالے جوہڑ تالاب کوئی بھی اس قابل نہ رہا کہ ان غریبوں کی محنت برباد ہونے پر دو آنسو گرا دیتا۔ کال پڑا اور ایسا کہ خاصے کھاتے پیتے آدمی دو دو دانوں کو محتاج ہو گئے۔ شہر پر تو یہ آفت اور شہر والوں پر یہ مصیبت مگر سنجیدہ کی ہمائی بی ٹکا ثر کے یہاں کال دیکھکر عید ہو گئی آنکھوں پر رکھی ٹھیکری دل کیا پتھر مرنے کو بھول چار دن کی زندگی پر پھول گھر بھرنا شروع کیا۔ باپ کے ترکہ کا تین ساڑھے تین ہزار روپیہ نقد موجود تھا روپوں کی

چیزیں کوڑیوں کے مول خریدنی شروع کیں اپنی غرض باؤلی اس ظلم و ستم پر بھی مصیبت ماریاں کوسوں سے آئیں منتیں کرتیں اور ادنے پونے آدہی چوتھائی جو دام ملجاتے غنیمت سمجھتیں اور صبر کرتیں خدا کسی پر وقت نہ ڈالے اور غرض نہ اٹکائے چار چار یا پانچ پانچ سیر تانبے کے برتن تین تین چار چار سیر آٹے میں دینے پڑتے غضب تھا کہ کمبخت دگنے اور تگنے وعدہ پر رکھتی اور چند ہی روز میں آئے گئے کر دیتی کمال یہ تھا کہ حقیقی رشتہ دار ہر وقت کے اٹھنے بیٹھنے والے بھوکے مرجائیں چھوٹے چھوٹے بچے سگے بھانجے بھتیجے بلبلوں کرتے پھریں اور اس ناگن کا دل نہ پسیجے۔ کچھ ایسا خدا کا خوف دل سے اٹھا کہ مزے سے دونوں وقت ڈٹ ڈٹ کر کھاتی اور دکھا دکھا کر کھاتی۔

زمانہ کا انقلاب جان کے ساتھ ہے۔ ساون تو تمیز بھی البتہ کورا ہی گیا بھادوں کا تیسرا یا چوتھا روز تھا کہ دوپہر کے وقت دہواں دہار گھٹا پورب سے اٹھی۔ ابھی پانی کا پتہ بھی نہ تھا کہ لوگ خوشی کے مارے اچھل پڑے جو جہاں تھا گڑگڑا گڑگڑا کر دعائیں مانگنے لگا بھوکوں کی زاری خالی نہ گئی۔ مینہ برسنا شروع ہوا۔ دو برس کا رکا ہوا ابر بھلا دو چار گھنٹہ کیا برستا وہ دہنتال پاتی پڑا کہ جی چھوڑ وا دئیے۔ صبح ہوتے ہی ذرا تھما تھا ایک گھنٹہ ہی بیں ابر سیاہ نے پھر اندھیر گھپ کر دیا پھوئیاں پھوئیاں پھوار پڑ رہی تھی اور کالے کالے بادل جھوم جھوم کر آرہے تھے آخر برسا اور کچھ ایسا لے دیکے کہ دن گزرا رات گزری اور دوسرا دن بھی مگر پانی کی رفتار میں کمی نہ ہوئی۔ اونچی اونچی حویلیاں اور پکی پکی محلسرائیں آخر تھیں تو مٹی گارے ہی تیسرے دن جا کر ٹپاٹ اٹھیں رات کو اکا دکا تارے جھلملانے لگے تھے امید تھی کہ اب نہ برسے گا مگر ادہر نیچہ گھڑی کی توپ چھوٹی ادہر پھر برسنا شروع ہوا۔ اب پانی نہ تھا طوفان تھا موسلا دہار مینہ اور ہوا کا جھکڑ ایسے ویسے کچے دہلے تو کبھی کے رخصت ہوئے۔ سنگیں عمارتیں کچھ ٹھہریں مگر آدہی رات تک وہ بھی ہلنی تھیں چھتیں اور کوٹھے بیٹھے اور ممٹیاں چاروں طرف سے دہواں دہوں آوازیں

آرہی تھیں تکاثر سے دیوار بیچ ایک یتیم خانہ تھا جس میں استانی جی نے بیس پچیس بے
ماں باپ کی لڑکیاں جمع کر لی تھیں جو کچھ ادھر ادھر سے آجاتا انکو انکے آگے رکھدیتیں
ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ کسی کو اپنے پیٹ کے بچوں کی مامتا ہو گی تو اتنی ہی جتنی استانی
جی کو ان بے وارثوں کی۔ ہزار بارہ سو کا مکان ڈہائی تین سو کا زیور چالیس پچاس کے
برتن غرض جو کچھ جمع پونجی تھی وہ سب ان بچیوں کے نذر کر دی۔

تکاثر استانی جی کو راگ دے فرزندی کے بہانے ایک لڑکی کو قبضہ میں لے مٹی پلید
کر چکی تھی اور اب ایک اور لینے کی فکر میں تھی۔ استانی غریب ایک ہی کو دیکر ایسی پچھتائی
تھیں کہ جب اس پر چار چوٹ کی مار پڑتی تو ڈاڑھیں مار کر روتیں گوکال نے اوسان بگاڑ
دیئے اور تکاثر نے ستم میں کوئی کمی نہ کی مگر صد آفریں استانی جی کو کہ دو دو تین تین وقت
بعد اچھی یا بری جو میسر ہوئی پہلے ان کے پیٹ میں ڈالدی پھر آپ منہ پر کبھی پھیریا اس
لگائیں اور لیتھڑے پہنے چکیاں پیسیں اور چیتھڑے اوڑھے۔ لیکن ان معصوموں کو کلیجہ سے
جدا نہ کیا۔ اس وقت آدہی سے زیادہ رات گزر چکی تھی پانی برابر اسی طرح پڑ رہا تھا اور استانی
جی بچیوں کو لئے بیٹھی تسبیح پڑھ رہی تھیں ٹپکے نے اور بھی دم ناک میں کر دیا۔ بالشت بھر جگہ ایسی
نہ تھی جو محفوظ ہو اور رہنے کہیں لینے چراغ لئے کوٹھری میں آئیں۔ دیکھتی ہیں تو بڑی
دیوار جس پر کڑیاں ہیں پھولی کھڑی ہے۔ جلدی جلدی چیز بست اٹھا لڑکیوں کو لے
باہر آئیں پانی دہنوتاں اوپر سے آیا کھونچال والا اترا اترا کر نیچے آیا۔ ایک بچی چھجے
کے نیچے لیٹی تھی برابر کی دو کڑیاں اوپر آئیں منہ پاش پاش ہو گیا۔ چھ برس کی لڑکی کی
لیسا ٹھی ہی گیا۔ جب تک استانی جی پہنچیں آنکھیں پھیر بیچاری رخصت ہو گئی۔

کیسا نازک وقت تھا مینہ کی وہی کیفیت ہوا کی وہی حالت خدا کسی پر وقت نہ
ڈالے استانی جی اس شان کی عورت کہ کبھی ناک پر مکھی نہ بیٹھنے دیں۔ بھیگتی بھاگتی
کھڑکی میں آئیں اور تکاثر کو آواز دی بکمنت کہا اتنی اجازت دو کہ ان معصوموں کو لیکر

رات کی رات تمہارے ہاں پڑ رہوں اندھیرے منہ اُٹھکر نواب صاحب کے ہاں چلی جاؤنگی
تکا تر کتر سنگدل کیا موم ہونے والی تھی ہنسی اور ہنسکر کہا بیٹھنے کو گھر نہیں کھانے کو ٹکڑا نہیں
پھر یہ لڑکیوں کی حمائل کیوں ڈال رکھی ہے۔ میں نے کتنی منت سے کہا تھا استانی جی ایک
لڑکی ہمیں اور دیدو ناک بہوں سکیڑ سیدھی ہولیں۔ میں تو ہی ظالم بیرحم ہوں ایک
لڑکی میرے حوالہ کرو شوق سے آجاؤ۔ ایک رات کی جگہ دو رات پڑ رہو۔

استانی جی اس وقت لاکھ حاجتمند ہوں مگر ایسی گئی گزری بھی نہ تھیں کہ حاجت
سے دبکر اور ضرورت سے مجبور ہو کر لڑکی دینے کی حامی بھر لیتیں تکا ترا نکو ملانی بھک منگنی
مردہ شو فقیرنی کچھ ہی سمجھے مگر ناداری میں بھی اتنی عزت رکھتی تھیں کہ سردار آباد تک کی
رئیس زادیاں اُنکی تعظیم کو سرو قد کھڑی ہوتیں۔ خدا کی شان تھی کہ اس آن بان کی عورت
جس نے لکھ پتی پھوپھی کے آگے آجتک ہاتھ نہ پھیلایا ایک ایسی ناہنجار کمبخت کی خوشامدیں کر رہی تھی۔

رات اپنی منزل کا بڑا حصہ طے کر چکی تھی بادل زور شور سے گرج رہا تھا اور بجلی کی چمک
آنکھوں میں گھسی جاتی تھی۔ ایک ایسی مسلمان بچی کا مردہ جسکا والی وارث سوا خدا کی ذات
کے کوئی نہ تھا۔ کڑیوں میں دبا پڑا تھا اور چند معصوم لڑکیاں مع استانی جی کے صحن میں
کھڑی بھیگ رہی تھیں کچھ کرتے دھرتے نہ بن پڑتی تھی۔ زندہ اور مردہ دونوں کی مٹی
پلید تھی۔ گرانی کے موسم اور ایسے نازک وقت میں سنجیدہ اور نسیمہ دونوں پھوپھی بھتیجیوں کی
ہمدردی پر بے اختیار دل سے آفرین نکلتی ہے۔ یوں تو جس دن سے کال پڑا اور خلق خدا
پر مصیبت کی گھڑی آئی ایک دن بھی ایسا نہ گزرا کہ پھوپھی بھتیجیوں کے دستر خوان سے دو چار
بھوکوں کا پیٹ نہ بھرا ہو۔ سیر بھر آٹا اس وقت سیر بھر اس وقت تو یتیم خانہ کا مقرر ہی تھا
اس کے علاوہ بھی جب ضرورت ہوئی اور جو موجود ہوا ہنسی خوشی دیا اور بہ منت دیا قرض ملام
لین دین دنیا میں چلا ہی آتا ہے نسیمہ نے اس کال میں یہ کمال کیا کہ جسکو دیا اور جو کچھ دیا
یہ سمجھکر دیا اور کہکر دیا کہ واپسی کی ضرورت نہیں نتیجہ یہ ہوا اور ہونا چاہیئے تھا کہ نہ

صرف محلہ ہی محلہ میں بلکہ دور دور جہاں صبح اُٹھکر ٹکا ثر کا نام لینا لوگ منحوس سمجھتے تھے وہاں ننھے ننھے دلوں تک سے نسیمہ کو دعائیں ملتی تھیں گو ٹکا ثر نے ڈیڑھ دو سال میں کئی ہزار کی جائداد کرلی اور نسیمہ پورے چار سو روپیہ کی پھوپھی کی قرضدار ہوگئی۔ مگر یاں سیر چاندی اُٹھا کر وہ خزانہ جمع کرلیا کہ ریاستیں قربان اور سلطنتیں نثار۔ دو دو تین تین وقت کے فاقہ زدہ جس وقت اس کے دروازہ سے پیٹ بھر کر جاتے اور چین سے پڑکر سوتے تو اگر رات کو بھی آنکھ کھلجاتی تو کہتے الٰہی اس گھر والی کو دنیا جہان کی خوبیاں ان ہی دعاؤں کا اثر تھا کہ نسیمہ ایسی پھلی پھولی کہ خدا سب بیٹیوں کو نصیب کرے۔

مینہہ برسنے کی خوشی میں پہلے پہلے تو سب کی طرح راحی شریک تھی مگر جب بارش نے قیامت برپا کردی اور ادہر اُدہر سے ہولناک آوازیں اور وحشت انگیز خبریں آنے لگیں پڑوسیوں کو دیکھا کہ سب ہی سب پریشان ہیں تو گو اپنا مکان پختہ اور سنگین سب ہی کچھ تھا مگر حق ہمسایہ کا جا یہ ذرا کہیں سے دہماکے کی آواز آئی اور اس کا کلیجہ وہاں سے ہوا۔ کوٹھے پر کھڑی ایک ایک کی خیر صلاح پوچھہ رہی تھی۔ رحیمن سقنی کا گھر پرانا اور الگ کھڑا تھا اس کو بال بچوں سمیت شام ہی سے اپنے ہاں بلا لیا تھا۔ خرابی یہ تھی کہ اُستانی جی چار گھر پرے تھیں اور گھر بھی کچھ ایسا پرانا نہ تھا نہ ظاہر گرنے کے کوئی آثار تھے۔ اتفاق کی بات اور ہونی شدنی کہ تھا صاف اچھا مکان بتاسہ کی طرح بیٹھ گیا اُستانی جی کی پریشانی یہاں سے وہاں اور وہاں سے وہاں اس گھر سے اُس گھر اُس گھر سے اس گھر ہوتی نسیمہ تک بھی پہنچی سنتے ہی بے چین ہوگئی دیوار پر چڑھ کر آوازیں دیں گلا پھاڑ پھاڑ کر چیخی مگر یہ محلہ اور پھر مینہہ کا شور اُستانی جی تو کہیں اس پار برابر کے گھر میں سے بھی کسی نے کروٹ نہ لی مایوس ہوکر جپکی ہوئی تا امید ہوکر نیچے آئی نواسی کو ساتھ لیا۔ لالٹین ہاتھ میں لی اور پھوپھی کو اطلاع دے چلی اُستانی کے ہاں۔

مان لیا کہ سنجیدہ فرشتہ عفت انسان تھی مگر تھی تو انسان ہی نسیمہ کو اس وقت

جاتے دیکھ طرح طرح کے وہم اس کے دل میں آنے لگے۔ سوچا اور سوچکر بولی بیٹی اسوقت تو جانا ٹھیک نہیں چاروں طرف دیواریں اور کوٹھے پھولے کھڑے ہیں ذرا مینھ تھم جانے دو۔

نسیمہ اے ہے پھوپھی اماں آپنے سنا نہیں مکان گر پڑا۔ عائشہ دب گئی اُستانی جی ایک ایک کی منتیں کر رہی ہیں اور کوئی آتا نہیں کہ اس مصیبت میں اُنکا ساتھ دے ہمدردی کا وقت تو یہی ہے بیس بائیس دم اس وقت آسمان کے نیچے کھڑے بھیگ رہے ہیں۔ جب تک ہاتھ پاؤں چلتے ہیں ان سے کام لینا چاہیئے پھر تو شاید انکو کپڑے بھی نہ کہائیں عائشہ نگوڑی تمام شام تو پیالہ لینے آئی ہے۔ پھوپھی اماں مسلمان کا مردہ ہے ذرا اجازت دیدیجئے۔ برقع اوڑھے ہوئے ہوں گئی اور آئی پہنچی اور لائی۔

اب یہ خدا جانے کہ ہنسی خوشی یا مجبوری لاچاری سنجیدہ خود بھی ساتھ ہوئی مگر بڑھاپے کی عمر گھٹنوں گھٹنوں پانی ٹخنوں ٹخنوں کیچڑ دو ہی قدم چلی تھی کہ آم کے چھلکے پر پاؤں رپٹا دھم تو خدا نے یہ خیر کی کہ گر دونچی ہاتھ میں آگئی نہیں تو بیٹھے بٹھائے مفت کی پریشانی تھی غرض سنجیدہ کو گھر میں چھوڑ نواسی کو ساتھ لے اُستانی کے ہاں پہنچی۔ استانی اور شاگرد سب کے سب کھنڈر میں بیٹھے اللہ اللہ کر رہے تھے۔ نسیمہ کی صورت دیکھتے ہی استانی جی کی آنکھ میں آنسو بھر آئے۔ جوش محبت میں کھڑی ہوگئیں اور صرف یہ الفاظ منہ سے نکلے "میری بچی میں تیرے قربان"، کڑیاں ہٹا ملبہ سرکایا۔ عائشہ کو نکال اُستانی اور لڑکیوں کو ساتھ لے اپنے ہاں آئی اپنے ہاتھ سے کمرے میں پلنگ دو چارپائیاں بچھا اپنے بچھونے کے اور لاوارث لڑکیوں کو لٹا کر سلا دیا۔ صبح ہوتے ہی پانی تھما تو عائشہ کو اول منزل پہنچایا۔

ناممکن ہے کہ یہ سطریں اس کیفیت کو ظاہر کر سکیں جو اس وقت اُستانی جی کے دل کی تھی جس دل سے انہوں نے دعائیں دیں اور دیکھ بڑی لڑکیوں کی آنکھوں نے یہ سکھ پا کر جو کچھ کہا وہ الفاظ میں بیان نہیں ہوسکتا۔ مختصر یہ کہ زندگی ہو تو ایسی دنیا ہے تو یہ۔ دین ہے تو یہ۔

(۴۲)

رات سدا رہنے والی نہ تھی۔ آئی بھی اور نکل بھی گئی البتہ وہ بات باقی ہے اور کچھ روز تک باقی رہیگی چار روز کی زندگی کے واسطے انسان جو چاہے کرے۔ خدا کی لاٹھی اور بے آواز دیر ہے اندھیر نہیں۔ آج کے چھپے آج ہی نہیں جلتے۔ باپ کی ناؤ آج نہیں کل اور کل نہیں پرسوں ایک دن ڈوبے اور ڈوبے۔ کال ختم ہوا اور چوتھے سال تو اللہ کی کچھ ایسی مہربانی ہوئی کہ چھ دھڑی کے گیہوں بک گئے بستا سماں ہوتے ہی وہ تکلیف اور پریشانی سب بھول بسر گئے ہاں ٹکاتر کا ستم اور نسیمہ کا کرم دلوں پر نقش تھا نوبت یہاں تک پہنچی کہ محلہ والوں نے ملنا جلنا بات چیت ٹکاتر سے قطعی بند کردی اس خودغرضی اور نفس پروری کا نتیجہ یہ ہوا کہ زندوں نے جیتے ہی جی اسے مردہ سمجھ لیا۔ دن پھر مٹھی بکھیاں مارتی اور کہیں آکر جھانکتا تک نہیں آدمی کچھ کھو کر سیکھتا ہے چاہیئے کہ ٹکاتر اب تو اپنی حرکتوں سے باز آتی مطلق نہیں یتیم خانہ کی وہ لڑکی معصومن جو قبضہ میں تھی بندر کی بلا طویلہ کے سر۔ محلہ بھر کا غصہ اس غریب پر تھا۔ دوپہر کے وقت ایک ونم لڑکی کونچا رچڑ ہا جاڑوں کے دن تھے دھوپ میں بیٹھی کپ کپا رہی تھی۔ ٹکاتر نے ہنڈیا منگوائی زبردست کے بسوے میں گئی اور لائی چھ سات برس کی جان بخار میں پھلسی پچا یا نیستا نبا ہاتھ میں پاؤں پھسلا اور دھڑام سے گری۔ بیمار گرنا تھا کہ ٹکاتر جھلا کر اٹھی ہنڈیا کو تو وہیں چھوڑا اور معصومن کا ہاتھ پکڑ کر بیدردی سے گھسیٹتی ہوئی لائی۔ بخار زدہ معصومن کی حسرت آمیز نظریں ٹکاتر جلاد سے رحم کی ملتجی تھیں اور بیگناہی کا اظہار کر رہی تھیں۔ مار پڑنی شروع ہوئی جب طاقت ضبط نہ رہی تو رو کر کہنے لگی بیگم صاحب اب معاف کر دیجئے۔ پھر کبھی نہیں گراؤں گی۔ یہ تو کہنا ہی فضول ہے کہ بے بس لڑکی کی منت زاری کا ٹکاتر پر کیا اثر ہوتا۔ مار جتنی مار سکتی تھی۔ مار چکی تو ایک لیا دھکا دیا کہ اوندھے منہ جا کر تخت پر گری۔ کنپٹی میں کیل چبھی۔ خون کی تلی بندھ گئی سارا چہرہ لہولہان ہو گیا۔

معصومن سے زیادہ بدنصیب اور کون ہوگا پہلی مصیبت تو یہ آئی کہ ماں چھوٹی ماں کا پکھوا چھوٹا۔ دوسری آفت تقدیر نے یہ ڈہائی کہ پہنچی ایک کٹر کے پاس جس کے دل میں رحم کا نام تک نہیں اور پھنسی ایسی ظالم کے پھندے جس کو خدا سے غرض نہ رسول سے واسطہ بخار، بخار پر مار۔ مار پر چوٹ اولاد والی ہوتی تو کلیجہ پکڑ کر بیٹھہ جاتی مگر اس کے بھانویں بھی نہیں معصومن میلی کچیلی اوڑہنی سے آنسو پونچھہ پانچہ کونہ میں جا لیٹی غنیمت تھا کہ مکانثر اسی پرلس کرتی نہیں ہیٹی کو اٹھوا مصالحہ لپسوایا برتن دہلوائے اور کہانا کہانے بیٹھی۔

بڑا ہو یا بچہ تکلیف کا احساس تو ہوتا ہی ہی معصومن کچھ دیر تک تو بار و چپناٹے میں ہاتھ پر سر رکھے ہوئے ہولے ہولے ہائے اللہ ہائے اللہ کرتی رہی اور پھر اپنی مری ہوئی ماں یاد آگئی۔ بخار کی گھبراہٹ چوٹ کی تکلیف خون کی کثرت اس پر ماں کی شفقت کا یاد آنا تھا کہ ننھا سا دل بھر آیا روئی اور رو کر باہر آئی نگاہ اُٹھا کر دیکھا تو آسمان چھوٹے چھوٹے تاروں کو اپنی گود میں لئے کہڑا تھا کچھہ دیر تک چپکی کہڑی سوچتی رہی اور پھر کہنے لگی "بس اللہ میاں میرے اماں باوا تم ہی ہو میرا بخار اتار دو میرا خون تھما دو اور مجھکو یہاں سے نکلوا دو۔ دیکھو سر میں کیسا درد ہو رہا ہی۔ اللہ میاں اللہ کی قسم بھیجا نکلا پڑتا ہی"

آدمی غور کرے تو آسانی سے معلوم ہو سکتا ہی کہ جس طرح یہ ایک دو یا چند گردش کے مارے زمانہ کے ستائے ہمارے ماتحت ہیں اور ہم اُن پر حاکم ہیں اسی طرح ایک زبردست طاقت ہمارے اوپر بھی حاکم ہی جس وقت نکا ثر معصومن کا ہاتھ پکڑ کر لائی ہی اور معصومن نے نگاہ یاس سے نکاثر کو دیکھا ہی۔ گو اس کی نظر اور وہ خود دونوں مجبور و لاچار تھے مگر اس کا دل یہ ضرور کہہ رہا تھا۔ "اے تھوڑی سی دیر کی حاکم میرا تیرا فیصلہ وہ انصاف و حقیقی مالک کردیگا جو ہمیشہ ہمیشہ کے واسطے میرا اور تیرا دونوں کا حاکم ہی۔ میں اس وقت بے بس ہوں اور بیکس ہوں ماں میرے ساتھ نہیں باپ میرے پاس نہیں مگر میرا وارث اور حمایتی ابھی ایک موجود ہی جو میری بیکسی دیکھ رہا ہی اور تیرے ظلم کو دیکھہ رہا ہی۔

قبولیت کی گھڑی عام آدمیوں کے واسطے کوئی خاص ہو تو ہو مظلوم کے واسطے واسطے تو حاکم حقیقی کا دروازہ ہر وقت کھلا ہوا ہے۔ معصومن کی التجا دکھے ہوئے دل کی آہ تھی کلیجہ سے نکلی زبان پر آئی زبان سے نکلنے کی دیر تھی آسمان اور زمین دونوں کانپ گئے حاکموں کا حاکم بادشاہوں کا بادشاہ مظلوموں کا والی معصومن کا وارث جس کے حضور میں اتنی دیر گڑگڑائی اس فریاد کو سن رہا تھا۔

بکاثر کھانا کھا رہی تھی کھا چکی تو آواز دی کہ برتن اُٹھا۔ معصومن سنتے ہی اُدھر چلی مگر چلا نہ گیا۔ خون بند ہو گیا تھا مگر بخار جوں کا توں۔ چکر آیا اور ساتھ ہی اندھیرا۔ گری مگر سنبھلی اتنی دیر میں دو تین آوازیں اور تین چار گھرکیاں پڑ چکی تھیں گرتی پڑتی پہنچی۔ دستر خوان لپیٹا برتن اُٹھائے اور پھر پڑ رہی۔

بکاثر کی گردن میں گدی کے نیچے پھنسی نہ پھوڑا ایک یوں ہی سا درد اٹھا تین دن سے تھا۔ صبح کو جو اُٹھی تو ذرا جلن معلوم ہوئی۔ سمجھی گرمی دانہ پک گیا۔ مگر جلن زیادہ ہوئی تکالے مرہم کا پھایا لگایا۔ السی کی پلٹس باندھی گھی لگا کر پان چپکایا کاسٹک کی پھریری پھیری مگر وہ باجرے برابر دانہ خدا معلوم کس وقت کا تھا کہ گھنٹوں اور گھڑیوں نہیں منٹوں اور پلوں بڑھ رہا تھا، دوپہر کو کہیں سہ پہر کو کہیں شام کو تو کہیں کا کہیں پہنچا۔ آدھی رات تک تو کچھ سوئی اور کچھ جاگی مگر آدھی کے بعد تو پلک سے پلک جھپکانی حرام تھی منہ اور گردن دونوں سوج کر کپا ہو گئے۔ بڑی مشکلوں اور مصیبتوں سے چیخ پیٹ کر رات کاٹی نماز دم خالہ نانی کو بلوایا چچی پھوپھی کو ڈولی بھیجی۔ غرض جس نے دیکھا دم بخود رہ گیا۔ ڈاکٹر۔ جراح۔ حکیم طبیب سب ہی آئے اور گئے مگر تسکین کی صورت نہ نکلی ایک چیخ آسمان اور ایک زمین تھی جس شخص نے کبھی پیسہ تو پیسہ سوکھی روٹی تک کسی کو نہ دی ہو بھر بھر مٹھیاں روپے دے رہی تھی اور ایک ایک کی خوشامدیں کر رہی تھی دنیا بھر کے جتن کر ڈالے مگر آرام اور افاقہ کیسا بیس سے انیس بھی نہ ہوا۔ کس قیامت کی کھولن اور غضب کی جلن تھی، کہ کسی کروٹ ہی چین

نہ پڑتا تھا۔ مچھلی کی طرح تڑپ رہی تھی۔ دن اسی آفت میں بسر ہوا۔ پھوپھی اور چچی نے تو ڈولی ہی الٹی پھیری البتہ خالہ اور نانی وہ بھی سگی نہیں رشتہ کی آپہنچی تھیں۔ شام کو وہ بھی چلی گئیں محلہ والے تو پہلے ہی دن رات اس کی جان کو رو رہے تھے بلا واسطہ بے غرض تکلیف پہنچاتی تھی کچھ ایسا بغض للہی تھا کہ جب تک دن بھر میں ایک آدھ کو سخت نقصان نہ پہنچا لے پھر رہی نہ آتا تھا۔ استانی جی اگلے زمانہ کی عورت اکثر کے ماں کے ساتھ کی کھیلی ہوئی یہ کیفیت سنکر آگئیں مگر ٹھہر پڑھ کر آئیں عصر جا کر کھڑی رہی۔ تیماردار تھی یا خدمت گار رہی لے دیکر ایک معصوم سو وہ غریب آپ بیمار رہی تھی مگر پھر بھی سر سے پٹی باندھ جتنا کچھ ہو سکا برابر لگی لپٹی رہی۔

دوسری رات پہلے سے بھی بدتر گزری ایک زخم تھا جس پر کوئی کچوکے دے رہا تھا صبح جراح نے آکر چیر دیا۔ دوپہر کو بخار چڑھا غفلت شروع ہوئی گھڑی دو گھڑی بعد ہوش آجاتا تھا تو ایسی بلبلاتی تھی کہ سننے والوں تک کے رونگٹے کھڑے ہوتے تھے شام کو بخار ذرا ہلکا ہوا مگر پھوڑے کی تکلیف بدستور تھی پلنگ باہر بچھوا انگنائی میں آکر لیٹی۔ یہ عمر میں پہلا ہی دن ہو گا کہ اکثر ارحم الراحمین کے رحم کی ملتجی تھی اور اس کو یاد کر رہی تھی۔ عشاء کا وقت تھا کہ ایک فقیر نے دروازے پر آکر صدا لگائی۔

سب ٹھاٹھ پڑا رہجائیگا جب لاد چلے گا بنجارا

بیماری کی حالت رات کا وقت مضمون درد انگیز فقیر خوش الحان دفعتہً اکثر کو عاقبت کا خیال بندھا سوچنے لگی کہ بس زندگی کے دن پورے ہو گئے اور ایک آدھ روز یا دو چار گھڑی دنیا کی ہوا کھا رہی ہوں لے لیا جو لینا تھا اور کر چکی جو کرنا تھا۔

افسوس ہے اس دنیا پر جس کے واسطے اتنا کچھ کیا آخر بیوفا نکلی بچہ بچہ پر ظلم کئے بڑوں بڑوں کو دھوکا دیا آج شہر بھر میں ایک متنفس ایسا نہیں جو مجھ سے خوش ہو یا تنی بیویاں محلہ میں بھری پڑی ہیں مگر ایک اتنا نہیں کہ جھوٹے موٹ تو آکر میری خیر صلاح

پوچھتا مگر کیوں پوچھتا اور کس لیئے آتا میں ہوں ہی کس سے بھلی جو میرا خیال کسی کو ہو میرا گور گڑھا ہی کر دیں تو بھی اُن کا احسان ورنہ میں تو اس کی بھی مستحق نہیں افسوس افسوس ناکام جی اور بدنام مری یتیموں کے مال مارے رانڈوں پر ستم کئے معصوم جیسی بچی ماں باپ میرے ہاتھ سے کیسی کیسی بیگناہ پٹی وقت گزر گیا دن نکل گئے اب اس کی سزا ہے۔

ان ہی خیالات میں غلطاں پیچاں تھی کہ دفعتہً ایسا معلوم ہوا کہ ایک عظیم الشان مکان میں شادی کا سامان ہے ڈولیوں پر ڈولیاں اُتر رہی ہیں مگر آنے والیاں کچھ ایسی سراسیمہ و پریشان کہ باوجود ملاقات اور جان پہچان کے نہ کوئی کسی سے بولتا ہے نہ چالتا مکاثر نے کئی ایک سے پوچھا کہ یہاں کیا ہو رہا ہے اور یہ کس کا گھر ہے مگر کسی نے جواب دیا دفعتہً ایک بڑھا سا شخص آیا اور مکاثر کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف گھسیٹتا لیچلا اس شخص کی صورت ظاہری تو چنداں خوفناک نہ تھی مگر آنکھوں میں کچھ اس بلا کی دہشت تھی کہ کلیجہ ملبلوں اُچھل رہا تھا ایک کوٹھری کے قریب لیجا کر اس شخص نے باواز بلند کہا "چل چل اپنے پھل پا۔ جو بویا ہے وہ کاٹ لے۔ کہا اور کچھ ایسا کڑک کر کہا کہ مکاثر کے ہاتھ پاؤں میں رعشہ پڑ گیا۔ کوٹھری کے کواڑ کھل گئے۔ اندھیرا گھپ تھا یہ حالت دیکھکر چاہتی تھی کہ اس شخص کے پاؤں پر سر رکھکر کچھ عرض کرے کوٹھری کے اندر سے ایک سانپ نے ایسی پھنکار ماری کہ بالکل ہی دہل گئی اتنے میں ایک آواز اس کے کان میں آئی جو یہ کہہ رہی تھی۔

کیوں مکاثر چار دن کی زندگی پر ایسی بھولی کہ اگلے دن کا کبھی خیال نہ آیا تو دن رات دیکھتی تھی کہ تیری ماں بہنیں بھاگی دوڑی اس جگہ چلی آرہی ہیں مگر تو نے کبھی یہ نہ سوچا کہ ایک دن تجھکو بھی یہاں آنا ہے۔ دیکھ اس کاغذ کو دیکھ تیری ایک ایک گھڑی کا حال اور ایک ایک پل کی کیفیت اس میں لکھی ہوئی ہے۔ ہم نے تجھکو لکھکر اطلاع دی بابی پیغام بھیجے کہ نادان ابھی کچھ نہیں گیا۔ کچھ کرنا ہے تو اب بھی کر لے ورنہ روئے گی اور

بجتا ئیگی ۔ مگر تیرے کان پر جوں بھی نہ چلی ! ان خوشیوں میں جو پانی کے بلبلہ کی طرح زیادہ
ٹھہرنے والی نہ تھیں تو ایسی گھسی کہ نکلنے کو جی ہی نہ چاہا ۔ وہ تیرے جھوٹے دوست اور خوشامد
کرنیوالے آج کہاں ہیں ؟ اے نمکحرام ہم نے پکار پکار کر کہا کہ سکھ سے جی چین سے اور خوشی
سے رہ اور شوق سے رہ مگر رہنے کو مستقل نہ سمجھ بتا آج تیرے پاس ہمارے لئے کیا کیا
سوغاتیں ہیں ۔ ہماری محبت پر بھی تو نے غور کیا تیری خاطر ہم نے سرائے دنیا کو گلزار
بنا دیا ۔ کام کاج کو دن دیا ۔ سونے کو رات دی جاڑے کے بعد گرمی دی گرمی کے بعد
برسات دی ۔ طرح طرح کے میوے قسم قسم کے پھل وضع وضع کی نعمتیں کس کے لئے ۔ گریبان
میں منہ ڈالکر دیکھ ہماری عنایتیں اور مہربانیاں ایسی قابل تھیں کہ تو ہمیں کبھی بھولکر بھی
یاد نہ کرے ۔ دیا ضرورت سے زیادہ کافی سے بڑھ کر یہ روک دیا یہ ٹوک دیا جتنا چاہی کہا
جتنا چاہے پی جہاں ضرورت ہو جا جدھر مرضی ہو پھر ۔ پہن اوڑھ اُٹھ بیٹھ لیٹ سو کہاں تک
ماری جائیو ۔ کمبخت تکا تر کبھی ہمارے احسان کو احسان نہ سمجھا اور احسان فراموش ناگنی
ذرا تو سوچ اور غور کر ۔ تجھ جیسی بیوفا کو تینتیس چونتیس برس میں ایک وقت ہمارے روبرو سر
نہ جھکایا ہم نے اپنی نعمت سے محروم نہ رکھا ۔ پیٹ بھرنے کو روٹی دی پہننے کو کپڑا دیا ہاتھ
دیئے پاؤں دیئے کان دئے ناک دی ہمیں مشکل نہ تھا کہ تجھکو اندہا کر دیتے بہرا بنا دیتے
تیری جیسی عورتیں تیری ہی آنکھوں کے سامنے آنکھوں سے اندھی پاؤں سے لنگڑی
ہاتھوں سے لولی کانوں سے بہری موجود تھیں کبھی ان کو دیکھکر بھی تو نے ہماری قدر نہ کی تجھے
کبھی یہ بھی نصیب ہوا کہ نیا کپڑا پہنکر ہمارا شکریہ ادا کرے ۔ کبھی یہ نیک توفیق ہوئی کہ اچھا
کھا کر ہماری شفقت کو یاد کرے ۔ سر اُٹھا اور آنکھ ملا کر بات کر ہم نے تجھکو کہاں کہاں
بچایا ۔ کس کس جگہ مدد دی کیسے کیسے موقعوں پر تیرا ساتھ دیا ۔ تیرے ہی کارن لے نمکحرام صرف
تیری خاطر تیری پرورش کی خاطر ماں کو ممتا دی ۔ باپ کو پیار دیا ۔ بھولی بھولی صورت دی میٹھی میٹھی
باتیں دیں ۔ کیوں تکا تر اسی لئے نہ ؟ کہ جب تو پل پلا کر بڑی ہو اور بڑہ بڑہا کر جوان ہو تو ہم کو بالکل

ہی بھول جائے۔ منتیں مان چادریں چڑھاتی پھروں پر جھک جھک پیروں کو پوج۔ اول سے آخر تک اپنے
تمام حالات سُن اور تو ہی بتا اب ہم تیرے ساتھ کیا سلوک کریں۔

تجھ سے زیادہ نا عاقبت اندیش کون ہوگا۔ مسافر بنکر گئی۔ گھروالی بنکر بیٹھی۔ پردیس کو وطن سمجھا۔ سرائے میں ڈیرے ڈالے اور اس بات کا کبھی خیال کبھی نہ آیا کہ جو کچھ کر رہی ہوں حرف بحرف لکھا جا رہا ہے اور یہ دفتر ایک دن کھلنا ہے۔ کیوں تکاثر! کال کے دن مٹھی مٹھی بھر دانوں کے لالے اور تیرے ہی جیسے مظلوم و معصوم بندے دور سے آس لگا کر تیرے پاس آئیں اور تو منہ پھیر لے۔ دکھیاریاں مصیبت ماریاں۔ بھوکی پیاسی تیرے در پر آکر پڑیں اور تو اُن کا زیور تلکے تیس تیس چالیس چالیس روپے کی رقمیں محنت کی بنائی مصیبت کی جوڑی دس دس پندرہ پندرہ روپئے میں ہتھیائیں اور کبھی رحم نہ آیا۔ یتیموں کے مال مارے۔ وقت پڑے کے زیور چھینے۔ رانڈوں کے دل توڑے۔ بچوں پر ظلم کیا۔ کسی کا مکان دبایا کسی کی دکان اُڑائی۔ مگر او بیوقوف۔ وہ سب یہیں تک کا تھا اور یہیں رہ گیا۔ آج تیرے ساتھ ان میں سے تو کچھ نہیں۔ مگر ہاں مظلوموں کی آہیں اور دکھے ہوئے دلوں کی بددعائیں تیرے ساتھ ضرور ہیں تکاثر۔ وہ ظلم و ستم اور غرور و تمکنت سانس ہی تک کا تھا۔ اب ختم ہوا اب تو ہے اور ان کرتوتوں کا پھل۔ جو کیا وہ بھر۔ جو بویا وہ کاٹ۔ یاد ہے یا بھول گئی۔ آدھی رات کا وقت پانی کا طوفان اور وہ بن ماں باپ کی بچیاں رات کی رات تیرے گھر پر رہنا چاہیں۔ منتیں کریں خوشامدیں کریں۔ اور تو اس کان سن اس کان اڑا دے۔ اُن کا کچھ نہیں گیا۔ تونے اپنی آخرت برباد کرلی۔ وہ دن اور رات کچھ بھی نہ رہا۔ مگر تیرا عمل باقی رہ گیا جس مکان پر اتنا گھمنڈ کیا وہ سدا رہنے والا نہ تھا۔ تکاثر۔ آج اس گھر میں اُلّو بول رہے ہیں اور کوئی اتنا نہیں کہ چراغ جلا کر بیٹھ جائے۔ کس برتے پر تتا پانی۔ کس بات پر پھولی اور کیا سمجھکر بھولی۔ جو کچھ کرتی اور جو کچھ دیتی وہ سب تیرا امانت تھا اور آج ہم تجھکو تیری امانت دُگنی اور تگنی واپس کرتے۔ دیتے اور اتنا دیتے کہ تو خوش ہوجاتی۔

کر تو تو ہمارے نام سے ایسی بیزار ہوئی کہ مرگئی اور ہم کو جھوٹوں یاد نہ کیا۔
کچھ معصومہ کے برتاؤ کا دھیان ہے۔ آج ہم نہیں برتاؤ تیرے ساتھ کرینگے۔ تو نے اسکو بیٹی کی طرح رکھنے کا وعدہ کیا تھا اور اس کا ننھا سا دل باغ باغ تھا۔ مگر اے سنگدل تو نے اس کی بڑی مٹی پلید کی اور ذرا سے کلیجے پر بڑے بڑے داغ دیئے۔

اس ایک معمولی سی پھینی پر تو نے محلہ کا محلہ سر پر اٹھا لیا اور وہ بخار میں تپ ہلاتی آفت زدہ بچی جو تیرے حکم پر پانسیر کا بوجھ اٹھا کر لائی صرف پاؤں پھسل جانے پر اس سزا کے قابل تھی کہ سر لہولہان ہو جائے۔ وہ بھی تو تیری طرح جان رکھتی تھی۔ صرف اتنا فرق تھا کہ تو زبردست تھی وہ کمزور۔ تو اختیار والی تھی وہ مجبور۔ مگر اس وقت تو ایسی عدالت میں موجود ہے جہاں کا حاکم تجھ سے زیادہ زبردست اور جس کا فیصلہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوگا۔ معصومہ کا دل مجروح اس بارے میں تجھ سے زیادہ پیارا ہے اور یہ اسی سات برس کی لاوارث بچی اور تیری دست نگر لونڈی کی خاطر ہے کہ تو اس سخت عذاب میں پڑتی ہے۔ اٹھ اور جو کیا اسکو بھگت ::

آنکھ کھلی تو جنگل تھا نہ میدان۔ خدا تھا نہ فرشتے۔ وہی اپنا گھر ٹوٹے جھلنگے اور لٹے گئے آدمی۔ کلیجہ بلیوں اچھل رہا تھا۔ چاروں طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی تھی۔ بہتیرا چاہتی تھی کہ سنبھلے مگر دل تھا کہ اندر سے بیٹھا جاتا تھا۔ بمشکل تمام رک رک کرا ور تھم تھم کر معصومہ کو آواز دی پاس بٹھایا اور خواب کے حالات پر غور کرنے لگی۔ سوچتی ہے تو واقعی میں پچیس برس میں مہینہ اور مہینے کا کوئی دن اور کوئی گھنٹہ بلکہ کوئی ساعت اور کوئی گھڑی ایسی نہ گزری کہ سچ ہے نہیں تو جھوٹ موٹ اور واقعی نہیں تو کہا واہی سہی کبھی تو خدا یاد آیا ہو یا خدا کے خوف سے کوئی کام کیا ہو۔ دو ڈھائی گھنٹہ تک پڑی اپنی حالت سوچتی اور افسوس کرتی رہی جس پہلو پر نظر ڈالتی تھی ندامت و شرمندگی کے سوا کچھ نہ دکھائی دیتا تھا۔ آخر اس نتیجہ پر پہنچی کہ یہ خواب میرے واسطے غیبی ہدایت ہے

میں بہت خوش نصیب ہوں کہ ایسی تمام باتیں میرے اختیار میں ہیں جو کہیں مر گئی ہوتی تو ہمیشہ اسی عذاب میں پڑی سڑا کرتی۔

اگلے پچھلے گناہوں کا دھیان خدائے وحدہ لاشریک کی قدرت اور ہستی کا یقین ہونا تھا کہ افسوس و ندامت کے ساتھ بیمار کے چہرہ پر مسکراہٹ آگئی اتنے میں دل نے اندر سے صدا دی کہ غافل یہی تو یہ کا وقت ہے منٹ منٹ اور پل پل کا بھروسہ نہیں گردتت سے اٹھی مگر اٹھی۔ بیٹھے ہی بیٹھے وضو کیا جا نماز بچھوائی اور سجدے میں گر گئی یہ عمر بھر میں پہلا اتفاق تھا کہ تکا شرارحم الراحمین کے حضور میں بیچے دل سے پڑی گڑگڑا رہی تھی۔ گھنٹہ سوا گھنٹہ تک پڑی روتی رہی رو چکی تو اٹھکر پلنگ پر آئی۔ معصومہ کو بلا کر گلے لگایا اپنا قصور معاف کرایا۔

خدا کی قدرت کہو یا اتفاق محض رات کو تکلیف میں آسمان زمین کا فرق تھا۔ صبح ہی اٹھکر استانی جی کو بلایا۔ روتی ہوئی لپٹی اور جھکتی ہوئی ملی۔ ایک ہزار روپے کا نوٹ یتیم خانہ میں دیا۔

انیس بیس کا فرق تو رات ہی کو تھا صبح کو بہتر دوسرے دن اور بہتر۔ ایک ہفتہ ہی بھر میں پھوڑا ایسا ہوگیا تھا کہ گویا تھا ہی نہیں۔

(۲۲)

مرزا زاہد نسیمہ کے والد ماجد کچھ ایسے بڈھے تو نہ تھے مگر ہاں تھے سدا کے روگی اور ہمیشہ کے بیمار وہمی اس غضب کے کہ اگر چھینک بھی آگئی تو گھنٹوں کریدتی اور پرہیز اور احتیاط اتنی زیادہ کہ تول کر کھائیں ناپ کر پئیں۔ باوجود اس کے چوتھیا بخار کچھ ایسا تاتھ دھوکر پیچھے پڑا کہ دلی اور کلکتہ، بمبئی اور لکھنو چاروں ہی کھونٹ تلاتوپ ڈالی مگر بخار نہ ٹلنا تھا اور نہ ٹلا۔ زاہد جیسا نازک مزاج جس کا آدھ پا دودھ میں جی متلائے بھرے بھرے قدحے اور لبالب پیالے جنکو دیکھکر دوسروں کو ابکائی آتی

مجبوری اور معذوری غٹ غٹ پی جاتا۔ اس کمبخت زندگی کے کارن سب ہی کچھ کیا۔ مگر جو دوا پی وہ الٹی اور جو علاج کیا وہ برعکس۔ ڈھانچ تو رہ ہی گیا تھا اس پر ستم یہ ہوا کہ ایک دن صبح کو گرم پانی سے نہا کر چانولوں کے دو نوالے کہائے تھے کہ پسلی میں درد شروع ہوا حکیم ڈاکٹر تو میں سب ہی آئے اور گئے مگر درد نے جنبش نہ کی۔ بال بچوں والا شخص کنبہ دار آدمی اور پھر آدمی بھی ایسا کہ پرائی آگ میں کود پڑنے والا۔ شام کو تو عورتوں کا ٹھٹ کا ٹھٹ مریض کے سرہانے موجود تھا۔

ان کے آنے کی غرض دراصل ہمدردی ہو یا محبت لیکن بظاہر تو کچھ تھوڑی سی حماقت ہی تھی۔ دوائی کے یہ نہیں ٹھنڈائی کے یہ نہیں حکیم کے یہ نہیں بلکہ اور ان کو دیکھ دیکھکر مریض کو وحشت ہوتی ہوگی۔ ادہر گھر والوں کا جی الٹتا ہوگا۔ بیمار غریب کو اول تو ہوش ہی نہ تھا اور اگر کبھی گھنٹہ دو گھنٹہ بعد لمحہ دو لمحہ کو آنکھیں کہولتا بھی ہوگا تو یہ رنگ برنگ کی صورتیں اور طوفان بے تمیزی دیکھکر اپنے مرنے کا یقین ہو جاتا ہوگا۔ گہر والی عجیب پریشانی میں تھی۔ بیمار کی تیمارداری کرتی یا مہمانوں کی خاطر داری اگر ایسا ہی آنے والوں کا دل پھڑک رہا تھا تو سیدہی سی بات یہ تھی کہ کہانا کھا پی آئے گھنٹہ آدھ گھنٹہ بیٹھ دور سے دیکھ دا کھہ یا ادہر ادہر سے پوچھ پاچھ چلے گئے۔ یہ کس نے بتایا تھا کہ دس بجے کے آئے آئے شام ہوگئی جانے کا نام نہیں پھر یہ کیسی آفت تھی کہ آئیں عیادت کو اور بال بچوں سمیت۔ بچوں کی چیخم دہاڑ عورتوں کی کچر کچر اور بھی آفت تھی۔ بیوی جتنی خدمت تھی سر آنکھوں سے کر رہی تھی۔ مگر اس کے ساتھ دودھ پیتے بچے کا ایسا اٹکا لگا ہوا تھا کہ ذرا پاس سے سرکی اور اس نے بلکنا شروع کیا۔ سامنے کی چارپائی پر لیٹے پڑی رہتی۔ وہ سو جاتا تو اٹھتی اور پاس آبیٹھتی۔ ہاں خدمت کا حق ادا کیا تو نسیمہ نے۔ کون کہہ سکتا تھا کہ یہ تیرہ چودہ برس کی بچی باپ کو ماں کی یاد دلا دیگی پہاڑ سی راتیں گہر کا بچہ بچہ سو جلائے اور وہ اللہ کی بندی ٹکٹکی باندہے باپ کی صورت دیکھہ رہی ہے تیسری رات۔ دو بجے ہونگے

سنجیدہ نے کہا۔ بیٹی۔ اب تو جا کر ذرا لیٹ جا۔ میں بیٹھ جاتی ہوں۔

نسیمہ ۔ پھوپھی جان اب مجھے لیٹنے کی ضرورت نہیں۔ دنیا میں سب چیزیں میسر آجائینگی مگر نعمت گئی تو پھر ہاتھ آنے والی نہیں۔ ابا جان تیرہ چودہ برس تک میری خدمت کرتے رہے آج میرا فرض ہے کہ اس تکلیف میں ان کا ساتھ دوں۔ پھوپھی جان زندہ ہوں تو راتیں سینکڑوں آئیں گی یہی نیند ہوگی اور یہی میں۔ مگر ابا جان کہاں اور میں کہاں جن کے صدقہ میں برسوں راج کیا اگر اس وقت اپنا تھوڑا سا آرام ان کے واسطے گنوا دوں تو کیا بیجا ہے۔ میرا بس چلے تو میں اپنی جان تک قربان کر دوں۔

پھوپھی ۔ توبہ نسیمہ۔ کیسے بُرے بُرے خیال تمہارے دل میں آتے ہیں۔ انشا اللہ صحت ہو جائے گی۔ کمزوری کے مارے غوطے میں پڑے رہتے ہیں۔ بیٹی! ایسی باتیں زبان سے نکالتے تمہیں وہم نہیں آتا۔

نسیمہ ۔ ہاں پھوپھی جان۔ اللہ ابا جان کی عمر میں برکت دے۔ مگر پھوپی جان! لاکھ آپ مجھ سے چھپائیں میں بھی تو آخر چھوٹی موٹی بُری بھلی کچھ تو عقل رکھتی ہوں بچہ نہیں نادان نہیں۔ ہائے پھوپھی جان میرا دل اندر سے کہہ رہا ہے کہ میں باپ سے چھوٹی اور ایسی چھوٹی کہ سدا کو۔ ایسے آپ ابا جان کو اس گھر میں مہمان ہی سمجھئے۔ کلیجہ اندر سے اُمڈا چلا آتا ہے۔ کس قیامت کی رات ہے۔ دیکھئے تو سہی صبح ہونے کا نام ہی نہیں لیتی۔ ابھی دو بجے ہیں۔ میں تو خدا سے التجا کرتی ہوں کہ ابا جان کی بیماری مجھکو لگ جائے اور یہ اچھے ہو جائیں۔ اللہ میری دعا قبول کرے۔ ڈاکٹر کمبخت کو دیکھئے کیا منہ بھر کہہ گیا ہے کہ اب علاج بیسود ہے۔

پھوپھی سے یہ کہکر جو باپ کی صورت پر نظر ڈالی اور ساتھ ہی اس کی شفقت و محبت کا خیال آیا تو دل بالکل ہی بے اختیار تھا۔ امّاں کا نسن نسن کہکر آواز دینا پاس بلانا سر پہ ہاتھ پھیرنا۔ کھلانا پلانا۔ غرض شفقت پدری کا فراق کیا تھا۔ کلیجہ پر تیر لگ رہے تھے کچھ ایسا جوش آیا کہ جھکی اور جھک کر اپنی آنکھیں باپ کے تلوؤں سے ملیں۔

نسیمہ کا رونا کر آنکھیں ملنا اور بوسہ دینا تھا کہ میر زاہد نے آنکھ کھولی دیکھا تو گھر بھر پڑا سوتا تھا۔ سنجیدہ کی بھی آنکھ لگ گئی تھی نسیمہ کو پاس بلا کر گلے سے لگایا اور آہستہ سے کہا "میری بیٹی جان میں تو اچھا ہوں تو کیوں دل بھاری کرتی ہے" باپ کے یہ الفاظ سُن کر تسکین کے بدلے ایک ایسا نشتر تھا جو فوراً ہی دل کے پار ہو گیا۔ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ ہر چند باپ نے سمجھایا اور دلاسا دیا مگر وہ کچھ اس درجہ ناامید ہوئی تھی کہ کسی طرح نہ سنبھلی۔ سنجیدہ سوئی تو کیا خاک تھی۔ تین چار راتوں کی جاگی ہاری تھکی تکیہ پر سر رکھ کر کمر سیدھی کرنے لیٹ گئی تھی۔ ذرا کی ذرا آنکھ جھپکی ہو گی کہ بھتیجی کے رونے کی آواز آئی۔ گھبرا کر اٹھی اور سٹ پٹا کر دوڑی۔ بھائی کو ہشیار دیکھ کر جان میں جان آئی۔ بھتیجی کو سمجھا بجھا پانی پلایا اور بھائی سے باتیں کرنے لگی۔

میر زاہد کی حالت اس وقت تعجب انگیز تھی یا تو وہ غفلت اور غوطہ کہ گھنٹوں چپکا پڑا ہے آوازوں پر آوازیں دو مگر خبر نہیں۔ یا یہ اوسان اور ہوش کہ اپنے منہ سے پانی مانگا۔ اٹھ کر بیٹھا گھر کے ایک ایک بچہ کو نام بنام پوچھا۔ گھنٹہ سوا گھنٹہ اس طرح گزرا ہو گا کہ حالت پھر بگڑی ہچکی بیٹھ گئی آنکھیں پھر گئیں۔ سنجیدہ پانی پلا رہی تھی نسیمہ سہارا دیئے بیٹھی تھی۔ بہتیرا سنبھالا۔ مگر جب دیکھا کہ اب باپ میرے بس کا نہیں۔ ہاتھوں پر سر رکھ کر تکیہ تک لائی۔ ابھی سر تکیہ تک پہنچا بھی نہ تھا کہ میر زاہد کو ہچکی آئی اور بیٹی کے ہاتھوں میں ہمیشہ کو رخصت ہو گیا۔

سنجیدہ نے آکر دیکھا تو بھائی کبھی کا روانہ ہو چکا تھا۔ چیخ مار کر گر پڑی۔ ہوش آیا تو بھتیجی کو گلے لگا کر کیا بلکی ہو کر سننے والوں کے دلوں پر چوٹ لگتی تھی۔ نسیمہ کی آنکھ سے باپ کی زندگی میں تو ساون بھادوں کی جھڑیاں تھیں مگر باپ کا دم نکلنا تھا کہ بالکل ہی پتھر ہو گئی آنکھ میں آنسو۔ ٹھنڈا سانس ایک تصویر تھی کہ گم سم بیٹھی ہے۔ پون گھنٹہ اس طرح گذرا ہو گا کہ اٹھی۔ اٹھ کر کلام اللہ لائی اور باپ کے سرہانے بیٹھ کر پڑھنا شروع کیا۔

رات ختم ہوئی اور موذن نے صدائے اللہ اکبر بلند کی۔ فراق ابدی کا ثبوت باپ کا مردہ آنکھ کے سامنے تھا۔ اذان کی آواز کان میں آتے ہی منہ پر سے کپڑا اٹھایا اور یہ کہکر لپٹ گئی۔

"ابا جان لونڈی سے کچھ خدمت نہ ہوسکی"۔

(۴۴)

میر زاہد کو تو خیر مرنا تھا وہ مر گیا مگر سچی بات یہ ہے کہ نسیمہ کو جیتے جی مردہ بنا گیا۔ سنجیدہ جیسی پھوپھی جس پر سو مائیں قربان۔ جس نے تیرہ چودہ برس تک بھتیجی کی آنکھ تک نہ میلی ہونے دی اس معاملہ میں بالکل مجبور تھی۔ یہ پہاڑ نسیمہ پر ایسا آن کر گرا کہ سنجیدہ کے سرکائے نہ سرکا۔ لاکھ تسلی اور تشفی دیتی مگر میر زاہد کی موت نسیمہ کو ایک ایسا کاری زخم تھا جس نے اندر ہی اندر گھلانا شروع کر دیا۔ پھوپھی کی زبردستی ماں کے کہنے سننے سے برائے نام دسترخوان پر آبیٹھتی۔ مگر جہاں نوالہ توڑا اور باپ کا تصور بندھا مشکل سے رات دن میں آدہ پاؤ ڈہائی چھٹانک اناج اس کے پیٹ میں جاتا ہوگا۔ دسواں بیسواں چالیسواں سب کچھ ہو گیا میر زاہد کو مرے دو تین مہینے ہونے آئے۔ بیوی اور بہن دونوں رو پیٹ کر صبر کر چکیں مگر نہ درست ہوئی تو حالت نسیمہ کی۔ ذکر ہے تو اسی کا اور فکر ہے تو اسی کا۔ مردوں کی سی صورت یتیموں کی سی حالت۔ پڑی ہے تو چپکی۔ کھڑی ہے تو گم سم۔

بھائی کا صدمہ تو سنجیدہ بھول بسر گئی مگر بھتیجی کی یہ کیفیت اس کے دل پر ہر وقت کچوکے دیتی۔ سب کوشش کر چکی تو استانی جی کو جو چند روز کے واسطے کلکتہ گئی ہوئی تھیں مفصل حال لکھکر ان سے مدد مانگی کہ اگر آسکیں تو خود آئیں ورنہ لکھ کر سمجھائیں۔ استانی جی کچھ ایسے بکھیڑے میں تھیں کہ کئی دفعہ آنیکا ارادہ کیا۔ مگر ہمیشہ کوئی نہ کوئی سبب ایسا ہو گیا کہ نہ نکل سکیں۔ اس وقت جو خط انہوں نے نسیمہ کو لکھا ہے دیکھنے کے قابل ہے۔

"پارہ جگر نسیمہ بیگم سلمہا۔ دعائے فراواں۔ میر صاحب کی رحلت سے جو صدمہ تم کو پہنچا مشکل ہے کہ دوسرا آدمی اس کا ٹھیک اندازہ کر سکے۔ میں ہرگز اس خیال

کی آدمی نہیں ہوں کہ ایک شخص پر مصیبت پڑے اور دوسرے اس کو صبر کی تلقین کرنا محض
اپنا فرض سمجھیں۔ صبر ایسی چیز نہیں کہ کسی کے کہنے سننے سے آجائے یا دینے سے ملجائے۔
بلکہ میں تو اس کو ایک قسم کی زیادتی سمجھتی ہوں۔ بننے والے کے تو جان پر بنی ہوئی ہے
اور دیکھنے والے صبر صبر پکار رہے ہیں۔ یہ کہنے کا حق تو اسی معبود حقیقی کو حاصل ہے جو
مصیبت پر صبر کرنے والے کو صبر جمیل بیان فرماتا ہے۔ تم کو اس وقت جس قدر صدمہ ہو صحیح
اور جتنا غم کرو درست۔ سنجیدہ بہن کے خطوں سے تمہاری حالت معلوم ہوئی وہ اپنی مامتا کے مارے
کچھ ہی کہیں۔ مگر میں تو یہ کہتی ہوں کہ یہ حالت جو تمہاری ہوئی بجا ہوئی اور جائز ہوئی اور ہونی
چاہیئے تھی۔ کس منہ سے کہوں اور کس دل سے لکھوں کہ صبر کرو وہ تو اپنے وقت ہی سے
آئیگا۔ آئیگا اور ضرور آئیگا۔ مگر ہاں باپ کا سایہ سر سے اُٹھنا تھا وہ اُٹھ گیا۔ محبت اور خوشامد
کرنے والے زندہ ہو تو بہت سے ملیں گے مگر اس دل سے چاہنے والا اب نصیب ہوگا۔
میری رائے میں زندگی کی گراں بہا نعمت ماں باپ کا سایہ ہے اور تم اس آدھی نعمت سے محروم
ہوگئیں۔ تقدیر نے تم سے ایک بیش بہا چیز چھین لی۔ چھینی اور اس طرح چھینی کہ اب کبھی
ہاتھ نہ آئے گی۔ میرے خیال میں کوارتے کی بڑی کمائی اور میکے کا انمول جہیز یہی دو
چیزیں ہیں۔ تم کو تعجب تو ہوگا مگر غور کروگی تو معلوم ہو جائیگا کہ گو ماں باپ جہیز میں نہیں ہوتے
مگر اُن کی دعائیں بیٹی کے ساتھ ہوتی ہیں نسیمہ بیگم میں سچ کہتی ہوں نہ اب میرزا ہد قبر سے
زندہ ہو کر آئیں گے نہ ویسی دعا دینے والا میسر ہوگا۔ ایسے نقصان پر جس کی تلافی تمہارے
کیا کسی کے بس کی نہیں جتنا روؤ تھوڑا ہے۔ تم کو یہ تو معلوم ہو گیا ہوگا کہ یہ ایسی دولت جس کا
دنیا میں کوئی بدل نہیں چند روز کی مہمان ہوتی ہے۔ جب مہمان نے رخصت کی
ٹھانی تو کچھ ہی کرو اور کتنا ہی روؤ سب فضول۔ پھر یہ دم بھر ٹکنے والے نہیں۔
چھوٹے اور ایسے چھوٹے کہ پھر چاہے دنیا بھر کی خاک چھان ڈالو۔ مگر یہ کہاں۔
نسیمہ بیگم۔ برا نہ ماننا اس وقت رنج اور غم جو کچھ بھی کررہی ہو اپنے آرام کا ہے

محبت آزمانے کا وقت تو وہ تھا کہ جب باپ مرض الموت میں گرفتار اور تمہاری مدد کا محتاج ہوکر پڑا تو تم نے کتنی خدمت کی۔ مجکو تمہاری سعادتمندی سے امید نہیں یقین ہی کہ وہ شخص جس نے اپنا سکھ چین تم پر سے قربان کرکے تم کو نتن سے نسیمہ بیگم بنایا آخر وقت میں اس طرح رخصت ہوا ہوگا کہ اس کی روح ہمیشہ ہمیشہ کو تم کو دعائیں دیگی یقین نہیں یقین کامل ہی کہ تم نے باپ کا تھوک بھی صندل کیا ہوگا۔ میں دعوے سے کہتی ہوں کہ پھولو گی پھلو گی اور کبھی اس بات کا پچتاوا نہ آئیگا کہ باپ کا حق الخدمت ادا نہ ہوسکا۔

مجھکو یہ سنکر خوشی ہوئی کہ باپ کی یاد میں آجتک تمہاری آنکھ سے آنسو بہ رہے ہیں میں نہ تم کو منع کرتی ہوں نہ یہ کہتی ہوں کہ زاہد جیسے باپ کو دل سے بھلا دو اور دنیا کے مخمصوں میں ایسی پھنسو کہ مرحوم باپ کا کبھی خیال نہ آئے مگر ہاں اتنا ضرور کہوں گی اور یہ بھی اس لئے کہ ضرورت ہی۔ بیٹی یہ تمام رشتے ختم ہونے والے اور فانی ہیں۔ یہ سلسلہ اسی طرح چل رہا ہی اور چلتا رہیگا۔ ذرا سوچنے کی دیر ہو آسانی سے معلوم کرلوگی کہ کوئی اللہ کا بندہ ایسا نہ ہوا ہی نہ ہوگا جو اس رنج سے بچا ہو۔ جوں جوں عمر بڑھتی گئی یہ صدمے زیادہ ہوتے گئے۔ زندگی کے ساتھ ہی ان واقعات کا دیکھنا اور صدمات کا اٹھانا بھی لازمی سمجھ لو۔

کبھی قبرستان میں جانیکا اتفاق ہو تو دیکھنا بیسیوں اور سینکڑوں اور ہزاروں اور لاکھوں قبریں ہی قبریں دکھائی دیں گی۔ کچی اور پکی ثابت اور ٹوٹی غرض چپہ چپہ اور کونہ کونہ ان ہی سے پٹا ہوگا آخر یہ کون ہیں؟ کلیجے کے ٹکڑے آنکھوں کے تارے لالوں کے لال یہ وہ چاند سی صورتیں ہیں جو راتوں سینوں پر لوٹی ہیں اور آج جنگل بیابان اندھیرے گھپ میں مٹی اور گارے کے نیچے دبی پڑی ہیں۔ ان کو کس دل سے رخصت کیا اور کن ہاتھوں سے سلایا وہی دل جس پر ان کی چند روزہ جدائی سے چھریاں چلتی تھیں انکو گہری گود میں سلانے اور فراق ابدی پر راضی ہوگیا۔

بیوی دنیا کا یہی دستور ہی کہ ایک سے ایک چھٹتا چلا آیا ہی جس طرح آج ہمارے ماں

باپ ہمکو تن تنہا چھوڑ کر سدہار گئے۔ اسی طرح ایک دن ہمکو بھی اپنے بچوں سے منہ موڑنا ہے یہ وہ قانون ہے جو بدلنے والا نہیں اور وہ سلسلہ جو کبھی نہ ٹوٹے گا۔ ہم اُن پر رو رہے ہیں۔ لوگ ہم پر روئیں گے۔ جیسے ہم مرنے والوں پر رو رہے ہیں مرنے والے اپنے پیاروں کو رو لئے مگر نہ اُنکے مرنے سے قدرت کے انتظام میں فرق آیا نہ انکے مرنے سے آئیگا۔ آسمان جیسے پہلے چھایا ہوا تھا آج بھی چھایا ہوا ہے وہی دن ہیں وہی راتیں وہی صبح وہی شام مرنے والے مر گئے۔ اور چلنے والے چلدیئے اب ہم ہیں اور دنیا وہی دنیا اور وہی دنیا کے دھندے مرنے کے ساتھ کون مرتا ہے۔ اگر کہیں مُردوں کے ساتھ زندہ بھی دفن ہوتے تو دنیا کے کام ہی چوپٹ ہو جاتے۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ مرنے والا کیسا مرا۔ گیا تو کیا کرکے گیا اور چلا تو کیا لیکے چلا۔ میرزا ہد خدا بخشے مجھسے آٹھ برس چھوٹے تھے۔ میں ہٹی کٹی بیٹھی ہوں اور اُنھوں نے جنگل جا بسایا۔ گو اُنکی عمر مرنے کی نہ تھی مگر پھر بھی اُنکو جو کچھ کرنا تھا اگر سب نہیں تو بہت کچھ کر گئے۔ بیٹا بیاہا بیٹی بیاہی۔ بیٹی کے بچے دیکھے۔ بیٹے کی دلہن دیکھی رہے تو ایسے رہے کہ واہ واہ اور سبحان اللہ اور گئے تو ایسے گئے کہ تم تو بیٹی ہو میں غیر بھی آجتک رو رہی ہوں اُنکو نہیں رو رہی بلکہ اپنی غرض کو۔ کیونکہ محلہ میں کوئی اتنا نہیں دکہائی دیتا۔ بیٹی پیاری اُنکو تو جو کچھ کرنا تھا وہ کر گئے اور اچھا کر گئے۔ تمکو جو کچھ کرنا ہے اس پر بھی تو نظر ڈالو ورنہ دنیا میں آنے کی غرض کیسی گذری ہوئی۔ جانتی ہو کیا کرنا ہے؟ اتنا تو تم کو معلوم ہے کہ تمہاری زندگی سے کارخانہ قدرت کو کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ اگر فائدہ پہنچ سکتا ہے تو تمہارے اپنے بہن بھائیوں کو۔ تمہارے جیسے آدمیوں کو تمہارے ہی جیسے اللہ کے بندوں کو محتاجوں کی خدمت۔ حاجتمندوں کی مدد مظلوموں کا ساتھ بے وارثوں کا پاس بڑوں کی تعظیم چھوٹوں سے سلوک۔ یہ کام ہیں جنکے واسطے تم بنائی گئیں تاکہ آدمی اور جانور میں فرق ہو سکیگا جو کچھ حق تمہارے ذمے مقرر ہو گیا اسکو پورا کرو مٹی زندگی کا مزا تو جب ہی ہے ورنہ جینا فضول و رہنا بیکار۔ تم نے تو ابھی عمر کی پہلی منزل بھی طے نہیں کی۔ حالانکہ پہنچنا بہت دور ہے۔ ابھی کیا ہے ابھی تو آگے چلکر دیکھنا

کہ کیسے کیسے ندی اور نالے پھلانگنے پہاڑ اور گھاٹیاں اُترنی پڑتی ہیں ضرورت یہ ہے کہ بڑی بڑی ٹکروں اور سخت سخت مصیبتوں کے واسطے تیار رہو اگر آج ہی سے ہمت پست کر دی اور جی ہار دی تو یہ عمر کس طرح کاٹے کٹیگی۔ یہ بیڑا کیونکر پار ہوگا اور یہ منزل کس طرح پوری ہوگی نسیمہ بیگم! تم کو چند بندوں کی پرورش کرنی ہے اور ایک گھر کا مالک بننا ہے۔ تم ابھی سے کندھا ڈال دو گی تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ تم یہ کوشش کرتی ہو کہ قدرت کے انتظام کو بدل کر اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ چن لو۔ بیٹی یہ تو ہونا نہیں پھر کیوں کیکر بدنام اور کر کے شرمندہ ہوئیں۔ یہ انتظام میرے تمہارے دو ہاتھ دو پاؤں والے آدمی کے کام نہیں بلکہ ایک زبردست احکم الحاکمین کے احکام ہیں۔ کس کی مجال ہے کہ دم مارے اور اس کے فیصلہ پر چین بجبیں ہو۔ میں مسلمان کے ہاں پیدا ہوئی۔ اب بھی مسلمان ہوں اور دعا کرتی ہوں کہ مسلمان مروں میرا عقیدہ یہ ہے کہ ہم سب اپنا وقت پورا کر کے ایک بڑے دربار میں اس غرض سے حاضر ہوں گے کہ زندگی میں جو غفلت کی اس کی جوابدہی کریں۔ ممکن ہے میری رائے صحیح نہ ہو۔ لیکن میں تو زندگی کا ماحصل یہ سمجھتی ہوں کہ جس وقت دنیائے ناپائیدار کو خیرباد کہوں تو جس طرح تم اپنے باپ کو رو رہی ہو دنیا مجھکو اس طرح روئے اور میں جس دنیا میں روتی ہوئی داخل ہوئی ہنستی ہوئی رخصت ہوں اب میں اس نتیجہ کو پہنچی ہوں کہ جب زندگی کا مقصود خدا اور اس کے بندوں کی خدمت تھی تو کس کا صدمہ اور کس کا رنج جو حال ہے وہ اچھا جو وقت ہے وہ خوب۔ باپ کی محبت رنج و غم سے ظاہر نہیں ہو سکتی سچی ہے تو وہ باپ جس کا دن رات تمہاری صورت دیکھتے گزرتا تھا اور آج تمہاری مدد کا محتاج ہے اس کی خدمت کرو خیرات کرو قرآن پڑھو وہ بھی تو سمجھے کہ میری محنت ٹھکانے لگی۔ مجھے میاں زاہد مرحوم کا حال اچھی طرح معلوم ہے جس طرح انہوں نے دنیا میں کسی کا دل نہ توڑا۔ خالق حقیقی اُن کا دل نہ توڑیگا۔ مگر وہ تو جیسی گزارنی تھی گذار گئے۔ لیکن تم کو ابھی بہت سی گذارنی ہے نسیمہ بیگم سب سے

زیادہ اسکا لحاظ کرو۔ اور یہ سمجھو کہ دنیائے ناپائیدار کی کسی حالت کو قرار نہیں کوشش یہ ہو کہ جب تک زندگی ہے عزیز اقارب محلہ پڑوس اپنے ہوں یا غیر رشتہ دار ہوں یا جان پہچان کسی کو تکلیف نہ پہنچے اور جب روانگی کا وقت ہو تو دربار حقیقی میں شرمندہ نہ ہونا پڑے

(۳۴) ۳۵

اُستانی جی کا خط ایک نشتر تھا جس نے صبح ہی صبح نسیمہ کے پکے پھوڑے کو چھیڑ دیا۔ مواد بھرا ہی ہوا تھا ہاتھ لگانے کی دیر تھی۔ پڑھتے ہی بے اختیار ہو گئی اندر کے کمرے میں جا لگی پھوٹ پھوٹ کر رونے۔ کہیں دو ڈھائی گھنٹہ بعد جا کر ہچکی تھمی تو سوچنے لگی کہ سچ تو ہے جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ اب اس رونے دھونے اور فکر و رنج سے کیا حاصل کیا کروں ہر چند دل کو سمجھاتی ہوں مگر کسی خیال سے تسکین نہیں ہوتی۔ یہ صحیح ہے کہ کوئی میں ہی انوکھی بیٹی تھوڑی ہوں اور کچھ میرے ہی سر سے باپ کا سایہ نیا نہیں اٹھا دنیا جہان میں یہی ہوتا آیا ہے۔ خدا کی مرضی یہی تھی پوری ہوئی۔ اب میں قدرت کے انتظام میں دخل دینے والی کون۔ استانی جی نے کیسی اچھی بات لکھی ہے کہ خیرات کرو۔ قرآن پڑھو۔ باپ کی محبت ہے تو ثواب پہنچاؤ۔ مجھے اس کی تعمیل میں تو عذر نہیں مگر ایک بات سمجھ میں نہیں آتی۔ بزرگوں سے بھی سُنا کتابوں میں بھی پڑھا کہ مردے کو ثواب پہنچتا ہے آخر یہ کس طرح؟ پھوپھی اماں سے چلکر پوچھوں۔

نسیمہ کو خبر ہو یا نہ ہو مگر یہ خط تو اصل میں سنجیدہ اور استانی جی کی ملی بھگت تھی۔ ڈاکئے کا آکر آواز دینا تھا کہ وہ اندر بیٹھی بیٹھی باہر آئی کن انکھیوں سے پتہ پڑھا اور لفافہ کی صورت دیکھتے ہی خط کا مضمون بھانپ گئی۔ نسیمہ مسئلہ ثواب کو دریافت کرنے آئی تو اس نے اس طرح جواب دینا شروع کیا۔

تم جانتی ہو باری تعالیٰ خود تو کسی بندے کی عنایت یا عبادت کا محتاج نہیں خیرات و زکوٰۃ کے مقرر کرنے کی غرض صرف یہ ہے کہ حاجتمند اس بہانہ سے

اپنی حاجتیں رفع کریں جس طرح مالداروں کی ضرورتیں بہ آسانی پوری ہوتی ہیں اسی طرح مفلسوں کی بھی اٹکی نہ رہیں اور وہ لوگ جن کے پاس ضرورت سے زیادہ ہو وہ دوسروں کی ضرورت کا بھی لحاظ کریں! اسی واسطے سب سے پہلے عزیز اقارب کی خدمت ہے تاکہ وہ غیروں کے دست نگر نہ ہوں ہر شخص کے اوپر دنیا میں دو قسم کے حق ہیں ایک خدا کا جسکو حقوق اللہ کہتے ہیں اور ایک بندوں کا جسے حقوق العباد کہتے ہیں۔ میں پہلے بھی ایک دفعہ تم کو بتا چکی ہوں۔ لیکن آج اس مسئلہ پر مفصل گفتگو کرتی ہوں تاکہ مسئلہ ثواب تمہاری سمجھ میں آ جائے۔ یوں سمجھو کہ ایک اپاہج کو کوئی ضرورت پیش آئی۔ قدرت نے اسکو ان ذرائع سے محروم کر دیا جو اس کی ضرورت پوری ہونے میں مددگار ہوتے! اب اس کی ضرورت کا حق اس کے ہم جنسوں پر ہے۔ ایک شخص کو رحم آیا اور وہ مدد کرنے پر آمادہ ہوا۔ گو چونکہ اس حق میں جو اس پر ہے تمام انسان شریک ہیں! اور صرف ایک شخص اس حق کو محض ہمدردی کے طور پر ادا کرنا چاہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ انسانیت متقاضی ہے اس بات کی کہ میں اس کی مدد کروں جہانتک امکان میں ہے مدد دی اور یہ چاہا کہ اس کا ثواب میرے کسی عزیز کو ملے۔ اب یہ خیال کہ دینے والے نے ایک روٹی دی اور مرنیوالے کو بھی روٹی پہنچی ٹھیک سا نہیں معلوم ہوتا۔ لیکن یہ اپاہج کی خدمت رضائے الٰہی کا سبب ہوا۔ اور جب خدا کی رضامندی حاصل ہوئی تو یہ کچھ تعجب کی بات نہیں کہ وہ دینے والے کی خواہش پوری کرنے اور اس کے اس عزیز کی جو ہر قسم کی مدد کا محتاج ہے اپنی رحمت سے اعانت کرے اور یہ ناچیز تحفہ کسی دوسری صورت میں اس تک پہنچا دے۔

۳۶ (۳۵)

جس طرح برف کی ساری سل گھل گھلا کر آخر کار پانی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح رنج اور صدمہ تحلیل ہوتے ہوتے ایک نشان سا باقی رہ جاتا ہے۔ استانی جی کا خط پھوپی کی تلقین نسیمہ کو کچھ ایسی تسکین ہوئی کہ بظاہر غم کے کوئی آثار اسکے چہرہ سے نہ معلوم ہوتے تھے البتہ

صبح شام دونوں وقت دو پارے قرآن شریف۔ دو آدمیوں کا کھانا بلاناغہ باپ کو پہنچوا دیتی اگر کوئی مستقل فرق حالت میں ہوا تو صرف یہ کہ مونس و ہمراز رفیق و دمساز گڑیاں یا سہیلیاں جو کچھ بھی تھیں وہ کتابیں۔ غرض معلومات مذہب میں جو تھوڑی بہت کمی تھی وہ اس طرح پوری ہوئی۔

نسیمہ کے سگھڑاپے اور سلیقہ شعاری کی دہاک تو گھر اور محلہ کیا کنبہ اور شہر میں کبھی کی بندھ چکی تھی۔ چودہویں برس ہی ہر طرف سے شادی کے چرچے ہونے لگے۔ بڑی بڑی رئیس زادیوں اور امیر زادیوں کو نسیمہ کے لانے کا ارمان تھا اور ایمان کی بات بھی یہ ہے کہ دلہن بھاگ اس گھر کے جس میں نسیمہ دلہن بنکے پہنچے۔

ایک دو نہیں بڑے بڑے گھرانوں کی بیویاں سینکڑوں ہزاروں کی جائداد لکھنے کو تیار رہتیں۔ ادہر منجھلی کے سسرال والوں نے مارے تقاضوں کے دم ناک میں کر رکھا تھا۔ گو سنجیدہ نے کئی دفعہ کھلم کھلا صاف جواب دیدیا مگر کچھ عجب قسم کے لوگ تھے کہ گھر کی مٹی لے ڈالی۔ سنجیدہ کا انکار اس وجہ سے نہ تہا کہ وہ پردیس میں بیٹی دینی گناہ سمجھتی ہو لڑکے کے گن ہی اس قابل نہ تھے کہ نسیمہ جیسی بیوی کا خاوند ہوتا روپئے کی افراط ضرور تھی مگر سنجیدہ اس کی بھوکی نہ تھی۔ سو عیبوں کا عیب اور ہزار نقصوں کا نقص یہ تھا کہ صاحبزادہ کی کل علمیت اُردو کی دو چار کتابیں تھیں ایسی جگہ تو لوگ اگر آنکھیں بچھاتے اور سونا لٹاتے تو سنجیدہ بیٹی دینے والی نہ تھی۔ جن صفتوں کا لڑکا اُسے مطلوب تھا وہ علانیہ کہہ چکی تھی۔ اس پر منجھلی والوں کا اصرار بالکل بے سود اور قطعی بیکار تہا۔ مجبوراً ایک دن صاف کہدیا۔ بیوی مجھکو کیوں پریشان کیا۔ کئی دفعہ کہہ چکی کہ مجھکو روپیہ پیسہ نہیں چاہیئے۔ میں تو صرف پڑھا لکھا لڑکا چاہتی ہوں۔

(منجھ والی) تو پھر بیگم بگڑتی کیوں ہو۔ کس برتے پر یہ تتوں شان۔ ایسے لڑکی میں کیا لال لگے ہوئے ہیں۔ علم علم۔ علم نہ ہوا سرزا گوڑا کا نام جہان ہوا۔ آمکا امتحان پاس کر

ڈہمکا امتحان پاس ہو۔ تب تو صرف نسل بڑی تو کچھ چیز ہی نہ رہی۔ تقدیر میں نوکری نہیں تو پاس کو بیٹھی چاٹا کرنا۔ بڑے بڑے پاس والے جوتیاں چٹخاتے پھرتے ہیں اور کوئی بات تک نہیں پوچھتا مشاطہ تو خدا معلوم کیسی جلی اور کب کی بھری ہوئی تھی کہ گھر چڑھ کر آئی اور سر چڑھ کر لڑی۔ اتفاق سے نہ بھاوجیں دونوں ہی بیٹھی تھیں اور بھاوج کو تو غصہ بھی آچلا تھا۔ مگر سنجیدہ نہ بھاری بھر کم تجربہ کار عورت، ہوں نہ کرنے دی۔ جانتی تھی کہ اس کے منہ لگنا پرلے سرے کی بیوقوفی اور حد درجہ کی نادانی ہے۔ کیوں اندھا نیوتا اور کیوں بلائے ایسی گئی ساوی کہ خبر ہی نہیں یہ کہہ کس کو رہی ہے۔ بڑھیا کچھ دیر تک تو اس توقع پر کہ شاید کچھ جواب ملے منہ تکتی رہی مگر جب دیکھا کہ یہاں کسی کے کان پر جوں بھی نہ چلی تو برقع سر پر ڈال سیدھی ہولی۔

اتنے بڑے شہر میں لڑکوں کی کیا کمی۔ مگر انٹرنس پاس سو روپیہ کی مستقل آمدنی کے دو بچیں ایسی تھیں کہ سال پورا ہونے آیا اور ایک بات ڈھنگ کی نہ جڑی۔ پیغام بیسیوں آئے مگر جو آیا وہ بٹے لگا۔ مالدار ہیں تو جاہل پڑھے لکھے ہیں تو مفلس۔ دانت کریدنے کو تنکا تک نہیں۔ دولت پور کے رئیس کا نام سُنکر تو ماں کے منہ میں پانی بھر آیا اور زبان سے کہا بھی۔ مگر سنجیدہ کچھ ایسی مستقل مزاج آدمی تھی کہ جو ایک دفعہ منہ سے نکل گیا آخر تک اُسی پر اڑی رہی۔

میرزا اہد مرحوم کے چچازاد بھائی کا لڑکا قسیم تیورس کے سال بی۔ اے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ بچپن ہی سے کچھ ایسا سیدھا اور نیک واقع ہوا تھا کہ تمام جھگڑوں سے الگ تھلگ مدرسہ اور کتاب و کے سوا تیسری چیز سے واسطہ ہی نہ تھا۔ چودھویں برس میں انٹرنس کیا سولہویں میں ایف۔ اے اٹھارویں میں۔ بی اے نتیجہ کا نکلنا تھا کہ نائب تحصیلداری میں نام درج ہو گیا اور اس سال مستقل جگہ مل گئی سنجیدہ کی نگاہ تو قسیم پر کبھی کی پڑ چکی تھی۔ خصوصاً بقر عید والے روز تو وہ یہ دیکھ کر بالکل ہی

لٹو ہو گئی کہ بکرا ذبح کرنے کے واسطے کنبہ ہی بھر نے زور لگایا مگر اس نے اپنے ہاتھ سے
چھری نہ پھیری کسی نے مرتد کسی نے کافر کسی نے زندیق کسی نے بزدل غرض جو جس کے
منہ میں آیا سب ہی کچھ بنایا۔ مگر ذبح کرنا تو درکنار وہ ذبح کے وقت کھڑا تک نہ
ہو سکا۔

چونکہ سنجیدہ کا مذہب بھی تقریباً یہی تھا اس لیے قسیم کی عزت تو اس کی
نگاہوں میں اس وقت سے تھی جیسے کچھ بھی نہ تھا ایسے ہی۔ اب ہوا نائب تحصیلدار چپڑی
اور دو دو۔ مگر بیٹی کی ماں بھی کیا مجال جو اشارۃً یا کنایۃً بھی کسی کے آگے زبان پر لائی ہو۔
ادھر قسیم کی ماں نسیمہ کا انتظام خانہ داری اور اس کے خیالات سن سن کر سو جان سے
عاشق تھی۔ گو زبان پر نہ لائی مگر دل میں کہہ چکی تھی کہ اگر جان میں جان ہے تو بھائی جان
سے بیٹی لوں اور لوں۔ سنجیدہ کی تعریفیں اس کے کان تک پہلے ہی پہنچ چکی تھیں اور
ابتک اس کی خموشی غفلت نہ تھی بلکہ بیٹے کی نوکری کا انتظار نائب تحصیلدار
ہونا تھا کہ وہ ایک روز پانچ روپے کی مٹھائی ساتھ لے صبح کی نماز سے فراغت پا سنجیدہ
کے ہاں آن اتری۔ نسیمہ تو سنتے ہی کمرے میں چلی گئی۔ چبوترے پر دونوں گلے ملیں
اور دالان میں آکر ہنستی ہوئی بیٹھیں۔

سنجیدہ۔ آج کدھر رستہ بھول گئیں۔ غنیمت ہے کہ ملنے کو تو جی چاہا میں تو ایک
ایک سے خیر صلاح پوچھتی تھی۔

قسیم کی ماں۔ جی بجا ہے۔ دل چاہتا تھا تو میں ایسی کون سی ہزاروں کوس
تھی۔ بچی اچھی ہے۔

ہاں خدا کا شکر ہے آپ کی دعا سے اچھی طرح ہے۔

قسیم کی ماں۔ میرے آنے کی شرم۔ میرے بڑھے چونڈے کی لاج تمہارے
ہاتھ ہے۔ فقط ملنے ہی نہیں آئی غرض لیکر آئی ہوں۔ قسیم کے عیوب اپنے ذہن میں چھپا

اور اس کو غلامی میں قبول کرو۔ میں ہوں تو چھوٹی سی آدمی مگر یہ وعدہ کرتی ہوں کہ جب تک زندہ ہوں پاؤں دھو دھو کر پیوں گی۔ زور نہیں زبردستی نہیں مگر یہ ارمان قبر میں ساتھ لیجاؤں گی۔ میرا دل نہ توڑنا۔ لاؤ لپیٹ کی باتیں تو مجھے آتی نہیں تین ہزار روپیہ اسی نام کا اب تک میرے الگ رکھا ہی وہ حاضر ہی۔ یہی جوڑا چڑھا دا سمجھ لو۔ مردہ بنکر آئی ہوں زندہ بنا کر بھیجو۔ میری طرف دیکھو اپنی طرف نہ دیکھو۔ آپا جان ہنسی کی بات نہیں ہی۔ مجھے ہنسی میں نہ اڑادو۔ چھوٹا منہ بڑی بات تو ضرور ہی۔ مگر دروازہ پر آئی ہوں خالی نہ جاؤنگی۔

سنجیدہ۔ ادہر کا خیال تمکو کہاں سے پیدا ہوا۔ کیوں زربفت میں گاڑھے کا پیوند لگاتی ہو۔ کس بل پر ہاں کردوں۔ روپیہ پیسہ ہنر سلیقہ شکل و صورت کچھ بھی تو نہیں کیوں مجکو لیکر شرمندہ کرتی ہو۔ غریبوں کی کھپت تو غریبوں میں ٹھیک ہوتی ہے نسیم اللہ اس کی عمر دراز کرے اور تمہارا کلیجہ ٹھنڈا رکھے جیسے تمہارا کچہ ویسے میرا۔ مگر کیا کروں عقل کام نہیں کرتی۔ خیر اکبھی انکار اقرار تو کچھہ کرتی نہیں۔ ہاں اتنی مہلت دو کہ اس کی ماں کا بھی عندیہ لے لوں۔

بظاہر تو سنجیدہ نے پانی کے آگے خوب پارہ باندہی مگر دل کی کیفیت یہ تھی کہ نسیم کا نام سنتے ہی ہوش اڑ گئے وہ ہاتوں میں پانی پڑ گیا۔ نسیم کی ماں کیسی ہی سیدہی اور بھولی کیوں نہ ہو ایسی بچہ بھی نہ تھی کہ معاملہ ادہر نہ ادہر آ ادہر میں حال نہ سمجھتی ہوتی۔ سنجیدہ کی گفتگو سنکر پہلے تو ہنسی اور پھر کہنے لگی۔

بھابی جان کا عندیہ کیا۔ اصل عندیہ تو تمہارا ہے۔ جہاں تم راضی ہو وہاں وہ خوش اور اگر خیر آن ہی پڑا روادار ہی تو وہ کون سے کالے کوسوں ہیں۔ جانا ٹری بی ذرا بلا لانا۔ کل پندرہ دن کی تو چھٹی ہی۔ جس میں سے آج تین دن تو ہو ہی گئے ان ہی بارہ دن میں سب کچھ کرنا دہرنا ہی۔ اچھی مہلت مانگی۔

قیاس تو یہی کہتا ہی کہ سنجیدہ ایسی جلدی ہار کرنے والی نہ تھی اور اگر

قیسم کی ماں غیر ہوتی تو یقیناً برتے پھٹتے اور جوتیاں ٹوٹتیں گو اپنی کرنی میں اس وقت بھی
کسر نہ رکھی اور ہر چند چاہا کہ کسی طرح اس وقت ٹالدے مگر قیسم کی ماں برابر کی سہیلی اور قریب کا رشتہ
ان ٹالے بالوں میں کیا آنیوالی تھی صبح کی نماز پڑھ کر آئی اور ظہر کے بعد ہاں کروا کر اٹھی شادی
کیا ہتیلی پر سرسوں جمانی تھی کہ اس پیر کو بات ٹھہری اگلے پیر کو ساچق مہندی کو برات بدھ کی وداع۔
سنجیدہ کے دور اندیش اور سمجھدار ہونے سے انکار نہیں۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑے گا
کہ اگر نسیمہ چاہتی تو سنجیدہ ہی کے ہاتھوں اشرفیاں ہٹی کروادیتی ایک کاٹ کباڑی ہیں
جس کو کوئی کوڑیوں کے مول نہ پوچھتا دو چار سو روپے اٹھ جاتے کوئی بڑی بات نہ تھی
اور سچ یہ ہے کہ سنجیدہ جھکی ہوئی بھی اسی طرف تھی کہ تھوڑی بہت برات کی سوکھا ہو جائے
مگر نسیمہ نے پھوپھی سے صاف صاف کہدیا کہ لمبی لمبی کشتیاں اور چکلے چکلے خوان
بڑی بڑی گھڑونچیاں اور بھاری بھاری لگن سوا اس کے کہ گلا کر آتا ہوں اور کسی کام
کے۔ یہاں تانبے کے برتنوں کا مضائقہ نہیں وہ بھی ضرورت کے موافق اور حیثیت کے
لائق۔ یہ نہیں جو چیز نکلی تار بندہ گیا۔ برتنوں کی حمائل تھوڑی ڈالنی ہے۔
یوں تو جس دن سے بھتیجی بیٹی بنی اسی دن سے گلہری کے گودڑ کی طرح ایک ایک چیز
سنجیدہ نے سینت سینت کے رکھنی شروع کر دی تھی مگر لکڑی کی چیزیں اس خیال سے کہ
زیادہ دن کی ہو کر بے آب معلوم ہوں ابھی نہ لی تھیں لیکن نقد یا نسو روپے اس کام کیلئے
الگ کہہ چھوڑے تھے۔ نسیمہ کا یہ حال دیکھکر اس کو کیا غرض پڑی تھی کہ گرہ سے
اٹھاتی اور بیوقوف بنتی سو سوا سو روپے میں لگن گھڑونچی کر کرا کے چار سو بچا لیے۔
جوڑوں کا ذکر آیا تو نواسی کی معرفت پھوپی کے کان میں بات ڈلوا دی کہ وہاں بھی کہلا
بھیجئے۔ جو بھی کا جوڑا نہ کار چوبی چاہیئے نہ مصالحہ سے لپا۔ گو نے ٹھپے میں زیادہ رقم لگانی
روپے کے چار آنے کرنے میں اس کے بدلے زیور میں ایک چیز بڑھ جائے تو بہت اچھا بیٹے
والوں کا کیا حرج تھا جوڑا معمولی کر سہارے بڑھا دیئے۔ بھتیجی کا عندیہ دیکھ پھوپی

نے بھی دولہا کا جوڑا الغرض ڈہائی سو روپے نقد حوالے کئے۔ جہیز کے جوڑوں میں بھی ایسی ہی کتر بیونت کرکرا دو ہزار روپیہ کا ایک مکان نسیمہ کے نام خرید لیا گیا۔ زیادہ سے زیادہ پانسو روپئے اوپر لگے ہونگے۔ پانسو کا کھانا دانا۔ ایک ہزار کا زیور چار ہزار کی شادی ایسی ہوئی کہ ادہی کی کوڑیاں بھی بیکار نہ گئیں۔

وداع کا دن آیا تو پرمحلہ تک کی عورتیں گھر میں بھری تھیں اور کوئی ایسی نہ تھی جس کی آنکھ میں آنسو اور لب پر دعا نہو۔ خوش نصیب بچی تھی۔ نسیمہ بیٹی بنی تو ایسی بنی کہ محلہ بھر کے دل میں گھر کیا اور بہو بننے کا وقت آیا تو پڑوسنوں تک کو خون کے آنسو رلوا گئی۔ چاروں طرف سے یہی صدائیں آرہی تہیں الٰہی دودہوں نہائے پوتوں پہلے ماں اور پھوپھی کی تو جو کچھ کیفیت تھی وہ تھی۔ ساٹھ ساٹھ پینسٹھہ پینسٹھہ برس کی بڑہیاں جنہوں نے اپنے ہاتھ سے بیٹیاں اور نواسیاں تک بیاہ دیں کلیجہ سے لگا ڈاڑہیں مار مار کر رو رہی تھیں نسیمہ کی محبت نے کچھ ایسا گرویدہ کرلیا تھا کہ سنجیدہ کی بیٹی محلہ بھر کی بیٹی معلوم ہوتی تھی۔ سمدہنوں کا اُترنا تھا کہ نسیمہ کی طبیعت دفعتہً بگڑ گئی۔ بیٹھے بیٹھے یہ خیال آیا کہ جس گھر میں پلی اور بڑہی آج اُس کا کوڑا کوڑا اور پایا کہایا سب چھوٹے اور چودہ برس کا ساتھ ختم ہوا۔ عمر کا یہ حصہ بھلا یا بُرا جیسا گزرنا تھا گزر گیا۔ افسوس یہ ہے کہ جو کام کا وقت تھا وہ پورا ہوا۔ آگے چلکر تو دنیا کے دہندے میں اور میں ہوں۔ بزرگوں کی خدمت کے دن تو یہی تھے اب بھلا میں اُنکی خدمت کرنے کہاں سے آؤں گی اور تو اور پھوپھی اماں تک کو کئی دفعہ میں نے کیسے سخت جواب دیئے کہ وہ میرا منہ دیکھکر چپ ہوگئیں اب وہ کہاں اور میں کہاں رہ گیا ہمیشہ یا تیں سننے کو میرے پاس بیٹھی ہیں۔ ایک پھوپھی اماں ہی پر کیا خدا معلوم کس کس کی شان میں کیا کیا گستاخی اور کس کس کے ساتھ کیسا کیسا برتاؤ کیا ہے نسیمہ ان ہی خیالات میں غلطاں پیچاں تھی کہ باہر سے نکاح کی خبر آئی اور چاروں طرف سے مبارک سلامت کی دہوم دہام ہونے لگی۔ سمدہنوں نے وداع کا تقاضا شروع کیا۔ آرسی مصحف کے واسطے دولہا اندر آیا تو سنجیدہ نے بیویوں کو

قرینے سے بٹھا کر کہا۔

"میں اپنی بچی کو رخصت کرنے سے پہلے کچھ کہنا چاہتی ہوں گو آپ سب کو تعجب ہوگا کہ میں ایک انوکھی بات کر رہی ہوں اور مجھے جو کچھ کہنا تھا تنہائی میں کہتی تخلیہ میں کہتی۔ مگر مجھے اس محفل میں بہت سی لڑکیاں ایسی نظر آرہی ہیں جنکو بہت جلد میکہ سے رخصت ہونا ہے۔ اس لئے میری یہ تقریر ایک نتیجہ خیز کام ہو جائیں گے"۔

"نسیمہ بیگم۔ آخر وہ دن آگیا جس کے دھڑکے میں میری ساری ساری رات آنکھوں میں کٹی ہے۔ کل کی بات ہے کہ تم میری گود میں تھیں اور آج خدا کا شکر ہے دلہن بنی بیٹھی ہو چودہ برس کا زمانہ خواب خیال ہو گیا اس وقت جو کچھ میری کیفیت ہے اور جس دل سے میں تم کو رخصت کر رہی ہوں وہ بیٹی والیوں ہی کے دل جان سکتے ہیں اور جو حالت تمہاری اس وقت ہوگی وہ میں خوب سمجھتی ہوں کیونکہ تمہاری ہی طرح ایک دن میں بھی دلہن بنی تھی۔ ماں جیسی چاہنے والی بہن بھائی جیسے پیار کرنے والے غرض سولہ برس کے رفیق و شفیق سب کو چھوڑ چھاڑ ایک ایسے محل میں آبسی جہاں آج کھڑی ہوں گو ابتدا میں دل ضرور گھبرایا مگر رفتہ رفتہ وہ الجھن اور گھبراہٹ سب جاتی رہی جوں جوں دن بڑھتے گئے طبیعت لگتی گئی۔ میکہ کا زمانہ زندگی کا کوئی حصہ تھا البتہ کھیل کود کے دن تھے غور سے دیکھو تو زندگی آج ہی سے شروع ہوئی اور میں اپنے ہاتھوں تمہارے کندھے پر ایک بڑی ذمہ داری کا بوجھ رکھتی ہوں اس گھر سے چھوٹ کر اب تم کو ایسا گھر آباد کرنا ہے جہاں حق ہمسایہ ماں کا جایا کوئی نہیں۔ جو ہے وہ نیا اور اجنبی گر سچ پوچھو تو زندگی میں تم کو جو کچھ کرنا ہے اس کا پہلا کام یہی ہے اور چاہل نیا ہی ہی گو غیر لوگوں کے دل میں گھر کرنا مشکل ہو مگر تھوڑی ہمت کرو گی تو بیڑا پار ہے۔ میں بھگت چکی ہوں اور جانتی ہوں کہ رنگ برنگے لوگ طرح طرح کی بولیاں بولیں گے مگر ان کا رام کرنا کوئی بڑی بات نہیں۔ تھوڑی سی تکلیف اُٹھا کر عمر بھر راج کرنا ہے سب سے پہلا مرحلہ ساس نند کا ہے جنکو نادان لڑکیاں دوسرے ہی دن سے جان کا دشمن بنا لیتی ہیں مگر مجھکو تمہاری سعادتمندی اور دوراندیشی سے یقین ہے کہ تم اپنی ساس کی عزت مجھ سے زیادہ کرو گی جسقدر

تم نے میری اطاعت کی ہے میرا منہ نہیں کہ اس کی تعریف کروں آج اتنی ہی اطاعت کی توقع پر میں تم کو سسرال بھیجتی ہوں نسیمہ بیگم! میں کہتی ہوں اور سچ کہتی ہوں کہ اگر ساس کی اطاعت میں غفلت نہ کی تو سسرال میں بیٹھی حکومت کرو گی ہاں چند نامرادیں تم کو ایسی بھی ملیں گی جو ادہر اُدہر کی باتیں لگا کر ادہ بات کے تنگڑ بنا کر دونوں میں فساد ڈلوانے کی کوشش کریں ان سے البتہ ہوشیار رہنا۔ اس سے زیادہ بدنصیب لڑکی کون ہو سکتی ہے جو شادی ہوتے ہی ساس سسر سے علیحدگی کی خواہشمند ہو۔ میری رائے میں ساس کی زندگی بہو کے واسطے ایک سرپوش یا چہار دیواری ہے اور مجھے پورا یقین ہے کہ تم اس نعمت کو ہمیشہ دولت کی نظر سے دیکھو گی میں خدا کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ ماں کے بعد شفقت بے مہر میری سا سنے کی دنیا میں ورکسی نے نہ کی۔ چند روز کی مہمان کو دکھ نہ دینا اور یاد رکھنا کہ ساس کی رضامندی سسرال کی پہلی منزل ہے۔ یہ تم جیت لی تو نندوں کا سر کر لینا بڑی بات نہیں۔ نسیمہ بیگم اب ایک نیا گھر ہوگا اور تم ہو گی نئی دنیا ہوگی اور تم ہو گی۔ کنوار پنے کا زمانہ ختم ہوا اور خدا کا شکر ہے یہ عزت و حرمت ختم ہوا۔ میں تو آج کیا کئی مہینے سے رو رہی ہوں مگر نہیں تمہاری جدائی پر سارا محلہ آٹھ آٹھ آنسو رو رہا ہے۔ میری پیاری قسمت! یہ وقت تیرے رونے کا نہیں۔ میرا دل دیکھو کہ نسیمہ جیسی بیٹی جسکو کبھی دم بھر کے واسطے آنکھ سے اوجھل نہ کیا آج مجھکو روتا چھوڑ اپنا گھر الگ بسا رہی ہے۔

نسیمہ بیگم! میں تمہارے پاس رہی یا نہ رہی تم کہیں رہی میں کہیں رہی مگر جب تک جیتی ہوں میرا دل میرا خیال سب تم میں ہے۔ جانتی ہو کہ تکلیف و مصیبت میں نے کیوں اپنے سر لی میں تم کو ایک زبردست امتحان میں بھیجتی ہوں اور ایک اجنبی شخص کے ہاتھ میں تمہارا ہاتھ اس امید پر دیتی ہوں کہ تم اپنی خدمت گزاری سلیقہ شعاری سے اسکو رضامند رکھو گی یہ وہ شخص ہے جس کے اوپر تمہاری زندگی کا دارومدار ہے اور جس کے ساتھ عمر بسر کرنی ہے تم اور وہ دونوں ملکر دنیا میں ایک آدمی سمجھے جاؤ گے کہنے کو دو مگر اصل میں ایک ہے رنج میں دونوں شریک اور خوشی میں دونوں ساتھی

تمہارے جہیز میں جوڑے اور زیور تو خیر جیسی میری حیثیت تھی اس کے موافق دیئے ہی ہیں مگر

ایک میش بہا رقم بھی ساتھ جارہی ہے اور یہ وہ چیز ہے جس پر ہزاروں دولا کھوں روپے اشرفیاں قربان۔ بتاؤ یہ کیا چیز ہے یہ جوہر شرافت ہے امیری فقیری تقدیر کے کام ہیں مگر شریف ماں باپوں کی بیٹیاں ہر حال میں خاوند کے ساتھ خوش ہیں۔ فاقے کریں پیوند لگائیں اور بڑوں کی عزت ہاتھ سے نہ دیں۔ سنا ہوگا۔ لائیے سجنوں کی بیٹیاں جو رکھیں پنچوں کی لاج۔

آج یہی جوہر شرافت تمہارا بڑا جہیز ہے اور مجھکو یقین ہے کہ جاتے تکلیف سے جان پر بنجائے اور ناتوں سے دم ناک میں آجائے مگر اس جوہر کو ہاتھ سے نہ دوگی اور جب تک میں زندہ ہوں کبھی تمہاری شکایت نہ میرے کان تک آئے گی، نہ کسی کی زبان تک۔ میری پردیسن بچی مسافر بیٹی۔ مہمان بھتیجی۔ میں تیری خدمت اچھی طرح نہ کرسکی۔ آہ نسیمہ اگر بھولے سے تربیت میں کوئی غفلت ہوئی یا کوئی تنبیہہ ناگوار گزری ہو تو معاف کیجیو۔ نسیمہ بیگم! تمہارا رنج چند روز میں بہل جائیگا مگر پھوپی کے دل سے پوچھو جس کا بھرا گھر آج سونا ہوگیا۔"

اتنا کہکر سنجیدہ نے سمدھن کی طرف رخ کیا اور کہنے لگی۔

"لو، یہ چودہ برس کی امانت تمہارے سپرد ہے۔ صاحب والا ہو میرے دکھے ہوئے دل کی مدد کرنا۔ خدا تمکو بہو کی سچا نی نصیب کرے۔ مگر میری بنگالے کی مینا را توں میرے کلیجے پر سوئی اور سینہ پر لوٹی ہے میرے بڑھاپے کی لاج رکھنا اور اگر کوئی بات خلاف مزاج ہو تو معاف کردینا۔ کیا کروں دنیا کا یہی دستور ہے۔ اسی دن کو میں بھی پال پوس کر بڑا کیا تھا کہ تمہارے ہاتھ میں ہاتھ دے اپنے ہاتھ جھاڑ خالی ہو بیٹھوں۔ نسیمہ بیگم آؤ چودہ برس کی کمائی خدمتگزار پھوپی اور برائے نام ماں کے کلیجہ سے لگو اور بسم اللہ کہکر اپنے گھر کو سدھارو۔ الہ العالمین یہ بن باپ کی بچی نسیمہ جسکو میں آج تیرے توکل پر وداع کرتی ہوں تیرے سپرد ہے۔ ارحم الراحمین اس کٹھن منزل میں تو ہی مددگار ہے۔ دنیا کی بہار اس کے واسطے موجود ہو اور یہ زندگی جس کی اس وقت صبح ہے عزت آبرو کے ساتھ بسر ہوجائے۔"

وداع کا سماں یوں ہی درد انگیز تھا اس پر سنجیدہ کی تقریر ہچکیاں بندھ گئیں آرسی مصحف کے بعد سامان نکلکر باہر آیا اور نسیمہ بیگم گم سم ماں کو خاموش پھوپی کو حیران مہمانوں کو روتا چھوڑ ظاہری اسباب کے ساتھ دعاؤں کا بھاری جہیز لیکر سسرال سدھاریں۔

شام زندگی

تصنیف مصور غم علامہ راشد الخیری

اس کتاب سے زیادہ آخری پانچ سال میں اردو کی کوئی کتاب مقبول نہیں ہوئی ہے۔ اب تک سترہ ہزار بک چکی ہے اور مانگ کا وہی حال ہے جو شروع میں تھا۔ جو مرد چاہتے ہیں کہ انکی بیویاں انکے مزاج کے موافق ہو جائیں وہ شام زندگی کو انہیں پڑھواتے ہیں اور جو عورتیں آرزو رکھتی ہیں کہ ان کا گھر رشک جنت بنجائے وہ شام زندگی کو پڑھتی ہیں اور اس کی مدد سے اپنے خاوندوں کا دل موہ لیتی ہیں جنہیں اولاد کی تربیت کا خیال ہے ان کے نزدیک تو اس کام کے لئے شام زندگی سے بہتر اتالیق ہی نہیں ہے شام زندگی میں قصہ کے طور پر ایک لڑکی کا حال لکھا ہے کہ اس نے شادی سے لیکر مرنے کے وقت تک کیونکر زندگی بسر کی۔ زندگی کے کسی شعبہ اور حیات کے کسی مرحلہ کو جس سے انسان ہو کر گذرتا ہے نظر انداز نہیں کیا گیا۔ پیرایہ اس قدر دلچسپ کہ چند صفحے دیکھکر کتاب ہاتھ سے چھوڑ دیجئے تو ہم قیمت مع محصول واپس دینے کو طیار ہیں اور موثر اتنی کہ لوگوں نے اسی کی وجہ سے مصنف کو مصور غم کا خطاب دیا ہے۔ ہر ہر سطر آنکھوں کو پرنم کر دیتی ہے۔ غرض شام زندگی بڑی کامیاب کتاب ہے کسی اعتبار سے کوئی عیب اس میں نہیں ملتا۔ محاسن ہی محاسن ہیں ایک جلد طلب فرمالیجے۔ آپکے تمام خاندان اور احباب میں پہنچ جائے گی۔ عورت اور مرد سب اس پر مرتے ہیں۔ تمہارے دکھ کا علاج تمہارے درد کی دوا۔ تمہارے دل کا بہلاوا۔ تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک شام زندگی اور صرف شام زندگی میں ہے۔

شام زندگی نے سینکڑوں جانوروں کو انسانیت سکھا دی۔ لامذہبوں میں مذہبیت پیدا کر دی اور گم گشتہ راہوں کو راہ پر لگا دیا۔

جو شخص شام زندگی سے محروم ہے اور شام زندگی سے فائدہ حاصل نہ کرے اس کی تقدیر ہے۔ ورنہ شام زندگی نے دین و دنیا کی درستی کا سامان پیش کر دیا ہے ضخامت قریباً دس جزو۔ اعلیٰ کاغذ اعلیٰ لکھائی چھپائی۔ قیمت سوا روپیہ۔

ملنے کا پتہ: مینیجر نظام المشائخ۔ پوسٹ بکس نمبر ۱۵ دہلی